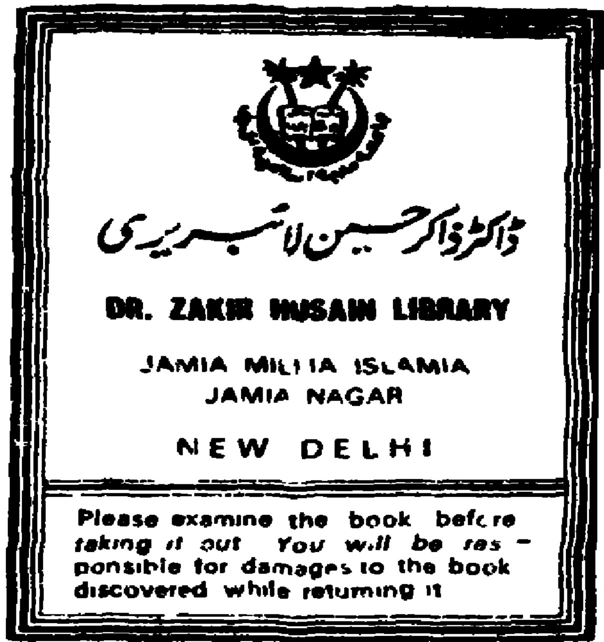

ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری
DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY
JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR
NEW DELHI
Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it

سلسلۂ یوسفیہ — شمارہ (۱)

کلیاتِ
سلطان محمد قلی قطب شاہ

۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ

1564

مُرتّبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

پروفیسر اردو جامعۂ عثمانیہ

سلسلۂ یوسفیہ (شمارہ ۱۱)

35

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ تا ۱۰۲۰ھ)

کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)

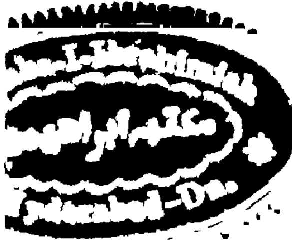
سنہ ۱۳۵۹ھ

۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس

حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جلد صفحات مع تصاویر ایک ہزار (۱۰۶۸)



مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ام، اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ام، اے۔ پی، ایچ، ڈی (ریڈر اُردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی، اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ رکن

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اُردو جامعہ عثمانیہ) ”

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام، اے۔ (لکچرار اُردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام، اے۔ شریک معتمد

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وَلی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنہوں نے وَلی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وَلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمدؐ قلی قطبشاہ بانیٔ شہر حیدر آباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر "دکنی مخطوطات" کی جو نمائش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولیؔ کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولیؔ کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولیؔ سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہیؔ، غواصیؔ، نصرتیؔ، رستمیؔ وغیرہ ولیؔ سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولیؔ سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا
ہاتھ بٹانے تیار ہوں"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی
راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے
نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے
ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام' اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام' اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام' اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام' اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام' اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔
جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام
میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط درغلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصہ
دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روحِ غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادبِ اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظرِ عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معظم کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کئے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(شلی)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زور

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسبِ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر
۲۔ حدائق السلاطین " " " "
۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "
۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "
۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن
۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم "
۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "
۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "
۹۔ تاریخ نذر چندولال " ادارۂ ادبیات اردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان مآثر ۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ مآثر دکن " جامعۂ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلۂ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدرآباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد ۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سنہ ۱۸۸۵ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ھ میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارت سرلوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثار جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ معلی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اثنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالیٰ فی ما تمنا

مُہر — مہر سلیمان ز حق گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ



سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سواب کتک بین میں | کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے تئیں
محبت شہنشاہ کا دل میں آن | رتن کا اپس جو تمے کھول کھان
نپھل برل ہر یک بچن خاص لیا | دکھا تس منے دھات اخلاص کا
جتا کچ بیان کرنے سکتا ہوں میں | شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں
کہ شہزاد پر وو اپے شہریار | جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار
سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے | لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے
سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں | جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں
محبت یو شہ کا پچھانے اچھیں | کہ تا سب شفقت یو جانے اچھیں
جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو | محبت دیا آپ دھرنے تھے سو

له۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل | کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک تل
وہی دل وہی جیو وہے دم اتھا | وہی ٹک وہی عیش انند جم اتھا

. . . .

بجد ہو کے طس الہی نول | پڑے شعر تا پائیں کر حفظ سکل
اِس دل میں کر فکر سب ایک رات | کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں | تو در حال کہیں مرحبا بے گماں
سو کچ شاعری ہیچ شہ دہر کمال | بچن کہہ کے موتیاں من صدف دل
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اِس | جو اپج شعر کے فن میں اپتا مرس
جو بھی کوئی اچھے شاعراں دعاوہ | تو بن وصف اِس کے نہ رے سات
اگر کم تو پچاس میں بیت چار | کہے باج اِس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من میں | بن آئے کے صفت شعر کے فن میں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ٹیک | نہ ریں بن کہے وصف بنیا ٹک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار | دھرے وصف اِس سو کہن بہت عار
دتا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات | کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کریو عین اچھے نشن اے اولیا | جو دھرتے اتھے وصف اِس کا سوا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے ——— لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے (کا نام خود)

نہ کرتے تھے ہرگز (ایک) سو ختم کلام ——— بغیر اُن (بغیر) علی کا لیے بلج نام

کہے وصف شہ کا اگر توں جِت ——— تو بے وصف میں شاہ کے کم دتا (اتنا ہی)

تو اب ختم (تجنا) خطبے کوں ظل اله
کئے منگ علیؑ ولی تھے پناه



مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جراءت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں؛ اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاجدار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان دادمحل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہوسکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مَدِینَۃُ العِلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

(محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں ہے جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہو گا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثئے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لیئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول** اور **آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہر حال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :-

۱ - سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲ - شہر حیدرآباد کی بنا - اور

۳ - اردو زبان و ادب کی سرپرستی - ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اُس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دیگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ، بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب و داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۴)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمد کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمد کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پَہ جگ میں بڑائی
منج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی منجے
بندہ نبی کا جم اہے ہتی ہے سلطانی منجے

محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں لا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منبع خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عید ہم نوروز
کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے ناؤں تے — تو داس ہور بیا ہی محمدؐ کے گھر اکاس

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمد ناؤں تے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جس طرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونے کی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور (اور) پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقۂ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں:-

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان۔

ان میں سب سے زیادہ معانیؔ، قطبؔ، قطب شہؔ اور ترکمانؔ استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانیؔ فارسی کے لئے قطب شہؔ اور تلنگی کے لئے ترکمانؔ تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانیؔ تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر محمد ناؤں لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں کہ منج سرتاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن واماں تمنا تمے قطبا یا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

کتائے نبی کے جو مولود انداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں واس امام ہو اُو جگت تب سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی علیؑ صدقے سے دو جگ میں بند اسکے نتاتے ہیں

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تے منگ تج شہی دلایا

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ واز علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ مجھے امّی سمجھتے ہیں۔ میں اس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آگیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا
لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج پٹ
فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم
وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

میں اُمّی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
موزبانی کا قلم تجہ وصف لکھنا سک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا
تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ

سب فقیہاں مل الف تا یٰ کرِ کہتے ہیں پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں نضنواد عاقلاں ہماری   ہجے پراپے ابجد کے کرتے سرتے یاد

پھرتے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا مے پیکے پڑتا او حدیث

تیرے

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب   وہ نیہہ کا سوباس نکلتا ہے ہم شام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا

اور یہ

عالماں بیچارے دِکھ کر اسکی تک میں رہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے (کہا) عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور ایسے ایسے مضامین بیان کیے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کردی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح منج کتاباں کا

کوئی بھی   میری

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعروشاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعروشاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظؔ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظؔ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدہ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تجکو توں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جبینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر اسماں پر ہر اک نچن تارا ہوا

تمھارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر دے صدف موتی جمیا اپ واز تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے جھڑتا نمک　　　جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

معانی کئے بچن تے بجھے تا بات　　　دیسے سب شعر میں میٹھائی افزوں

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر ولیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خداداد

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظؔ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں، اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنے کی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی ۔ اسکو نسبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہوگیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار | تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیستا جذب مولود | اسی تے مج ہے مجذوباں سوں آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں ہوش | تجھل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور | ہیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
دردیاں نے حکیم خوب دانا | ہمار ادرد کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں — معانی کہے بانگ اللہ اکبر

من فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے — منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے دار فاش

وتھے ہیں کوئی بین بچ توں سب بین تھے ہے چھپیا — تیرے سو نکلے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کیرے گو دیں — تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں — نا آ دو تن ہمن منے تیرا بے رنگ بس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں — گاؤ ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو بیچ کر جے کوئی خدا کی بات پکڑے ہیں — او نو افضل ہیں ریاں ہیں ان کا ہے بدل طالع

سب مدہباں کی بھیس لے جاتا ہوا اس سوں بیٹھنے — دل دیتے ہیں ہے منج تو دلدار کپڑے ہور روش

قبلہ کا پتھ نہ کوئی دکھاؤ یاج — منج کوں چوندھر نماز یک قرار

تجھ دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں — نا جانوں دیتا کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

جہاں تو واں ہوں میں پیارے منے کیا کام کس سوں — نہ بت خانہ کا منج پروانہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے — جدھر توں واں مرا جنت جدھر میں واں سقر منجکو

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا — کسے ناجانوں میں معلوم میں کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ — جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فت ا پا جانے قطب — محبت میں بقا پیالہ پیا ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں — قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

نہ لکھ سکیگا کئی شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴ (صفحہ ۲۲۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے:—

عشق سوں لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب — صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی مشرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے:۔

محمد قلی	حافظ
منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں	بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں	بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا	سخن درست بگویم نمے توانم دید
شراب پیوں حریفاں وہیں نظارہ کروں	کہ مے خورند حریفاں و من نظارہ کنم
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے	ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت
وندے کے سرکوں پتھر پڑ پچھاڑ پارہ کروں	حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں	گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل تلے تارہ کروں	کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

حافظ

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

محمد قلی

جو منج میں نہیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں

(۲)

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و طواف بستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل
بے صوتِ ہزار خوش نباشد
با یارِ شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مدپھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و ناسرو اب سو حالت
بن نادھزار خوش نہ دیسے
مو یار شکر لب و چنپا رنگ
بن چمن یار خوش نہ دیسے

حافظ

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دل غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سر شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ شب‌خواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل ار سیل فنا بنیاد ہستی برکند
چوں ترا نوح است کشتی باں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آ گا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہو گا گلستاں غم نہ کھا

اے پیا نیہ دُکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تجھ
من (دل) کا چنتا ہو یگا پھر آ کہ جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آ گا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوش خواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید نا ہو کوئی نہ جانے سر غیب
کیا اچھیگا پردہ او چھل کھیل تیلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے پیا یو جاں تھی نا ڈر من کا بھاتا ہو یگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ (راہ) تیرا دور اگر ہے عشق نپتھ دکھلائیگا

حافظ	محمد قلی
ہیچ راہی نیست کان را نیست پایان غم مخور	شاہِ راہاں توں ہر راہا میں راہا غم نہ کھا
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب	حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور	سب تو بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار	قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور	تا اچھے وِردت دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)

(دو نسخے)

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
آنکس کہ بدست جام دارد	جے کو کہ ہتیلی جام لیتا	جے کو کہ ہتا میں جام لی ئے
سلطانی جم مدام دارد	سلطانی جسم مدام لیتا	سلطانی جم مُدام کی ئے
آبی کہ خضر حیات ازو یافت	پانی کہ خضر حیات پایا	پانی کہ خضر حیات پایا
در میکدہ جو کہ جام دارد	مدگھر تھے ... جام لیتا	مدگھر تھے تنک سو جام پی ئے
بر سینۂ ریش دردمنداں	مو سینۂ داغ درد دوکھوں	مو سینۂ داغ درد دوکھوں
لعلت نمکی تمام دارد	رو پوں نمکی تمام لیتا	تج مکھ نمکی تمام دی ئے

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
بیرون ز لب تو ساقیا نیست	باہر تو او ہر تھے ساقیا تا	باہر تو او بہ تے ساقیا تا
در دور کسے کہ کام دارد	اس دور کنے کہ کام لیتا	اس دور منے کوئی کام جی نے
نرگس ہمہ شیوہ ہاے مستی	لوچن ترے شیوہاے مستی	لوچن ترے شیوہاے مستی
از چشم خوش تو وام دارد	اودِشٹ چنچل تے دام لیتا	او دِشٹ چنچل تے وام لیے
ذکر رخ و زلف تو دلم را	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
وردیست کہ صبح و شام دارد	پو حسن سو صبح و شام لیتا	یو حسن تھے صبح و شام جیے
در چاہ ذقن چو حافظ ایجان	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
حسن تو دو صد غلام دارد	تو حسن دو سو غلام لیتا	تو حسن دو سو غلام کیے

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیِ طبع، قوتِ مشاہدہ، بلندیِ تخیل، اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھ کر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحبِ ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جانے کا سبب پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہو جائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست (تب ہی) سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ ۔۔۔ کہ لینے ہاتے ہات کانے پلات

صدقے نبیؐ قطب زناں عیسیٰ نمن بولنے بچن ۔۔۔ چونہ سر مجے جیون بد اثر اپ چھپا ہے بعث

نبیؐ صدقے کہا ہے قطب معبث کا غزل روشن

کہ اس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہان روشن

شاعراں پڑتے معانی شعر لکیا ۔۔۔ شعر حضرتؐ مدح پر پڑتا ہوں

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن

سکیاں ستیاں ہوئیاں پوجو تیرا باپی غیوراں کے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم نہائے تھے ۔۔۔ نبیؐ دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھڑے موتیوں سے میرا ایک دُرِ دانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آوون جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا ڈو گھڑوں موتی موتیک ودانہ ہے یا عشق

شعر میرا در و گوہر ہے معانی سب میں
شعر حافظ کے سراو پر اہے تاج پرویز

نبیؐ صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے
فلک پر یو غزل سن سن کہے ہو وے مشتری بیہوش

باتاں کی یے نزاکت ہن شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبیؐ صدقے آپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبیؐ صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اُردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اُس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو خاقانی کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

جس طرح
خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1]

شہنائے کی کہانیاں پھر سے تھے سناتی مجکوں

مجھے
ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی حقیقی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تا کہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چچلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شایدشبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا اعتدال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں :-

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل ۔

ان بیسوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں ۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ بُرج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے ۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِشٹی نظر — تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے ۔۔۔ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

اسی طرح عید میلادالنبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مبارک منج اچھو یو عید مولود پیغمبر ۔۔۔ ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :—

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب و غریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دو تارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۰) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۲۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خطِ سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مگن دیکھوں۔ میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے
اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں تہمی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے
لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ، روپ میں بالکل
کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو
اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی
ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کویل اسکے
بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے
دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔
اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین
بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بےخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محو خرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے کھنچی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نور تن کو روشنی ملی ہے۔ اور اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ:—

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پُتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آ رہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی، لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا، چنانچہ کہتا ہے کہ :-

اے سکیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اُسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے۔ تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

1564

ہوجائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہوجاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ نکھار کر کے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سبکوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے:۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس وقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور، طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سنبھالے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے:—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

گوری، عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[11] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پیراؤ اپہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے عشق کی تپلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تپلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر سر تا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔
اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات
کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور
دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات
۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت
ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی
نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:—

۱۔ ننھی | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک
خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی
تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی
شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے
پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔
بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

نکلے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب سانولا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کومل معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کومل ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندمزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بیحد عشوہ طراز۔

۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ رسیلے ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ تیلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔

۶۔ چھبیلی | رخسار پر تل۔ ژولیدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خطِ تیر کھنچا ہوا۔

۷۔ لالا | ہونٹوں میں آبِ حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت۔ سرپستان سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدۂ فراق۔

۸۔ لالن | نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلی سے نازک۔ کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گن والی چہرہ پر عیش و وصال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں دیوانی۔

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری | ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔
۱۲۔ حیدر محل |

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اس کی عیش و عشرت کی نشانات ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پُرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اورعشق وسنی کی عجیب وغریب کیفیتوں اورجوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔



بھاگ متی (حیدر محل) محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

—— (۹) ——

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :-

ٹیلا سورج پیشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبیؐ صدقے تج نینہ شہر ہے قطب
نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں
ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہا دُر
ہوی اپ تاج تج کا ل میں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک بار میرے گھر آ رہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آ رہی ہے، جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چین اور سکھ کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ پی لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکے۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے من کے یا ہوس کے مطابق وصال کا مزہ اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"و آں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شدمی نمودہ باشد۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلائق متنفر و بر اندہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے .... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن درمیان خلائق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد۔"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوائف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں ایں کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوائف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدر آباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شدمی داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرونش گذارد فوراً

در بعد بہ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ نزد
حفظ حقیقی بسلامت بر آمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ
کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چھلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں
شامل کیا ہے۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم
لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:-

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید
تا ہمجوادانے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں شہر حیدرآباد را
بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی
ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدرآباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ
نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے
تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم،
تاریخ قطب شاہی، زفاد رخاں) اور گلزار آصفی میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس
شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام
بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

لے بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۴، ۵، ۹ اور ۱۰۶ پر کیا ہے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر کہہ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی اس کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسی میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کرا تا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔

سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں مرمٹے ہے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظورِ نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی ‏ ‏ ‏ ‏ شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس

توں سلیماں ثانی و تج برج فیروزی و فتح ‏ ‏ ‏ ‏ مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تجے

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت ‏ ‏ ‏ ‏ ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھا رچاؤ

ندی روما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر ‏ ‏ ‏ ‏ سو زہرہ مشتری کے ہت پلا لا ڈالا ئے آج

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ۔ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے نبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے طبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نور تن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نور تن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔ اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے تجھ کو یہ نعمتیں ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح نچائے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آیندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دولہا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ ورسوج کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں سینوں پر پشتائیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے
آبحیات کے ان گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر
شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۱۷ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانہ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دیکر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا[1]۔ گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:-
"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن وامان اور عیش وعشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم شہریوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمدنگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشیں کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو سنہ ۱۰۰۱ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو سنہ ١٠٠١ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیرونی مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدارِ سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اُس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں سنہ ٩٧٤ھ میں موردِ عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اُس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنی امرا اُس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اُس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں۔ جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اُس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انورخاں، فتح الملک حوالدار اور حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہو گا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہو گا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد کے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اُس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عیدِ مولودِ علیؓ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؓ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :۔

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے۔ ورنہ میں آج ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؓ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بُرائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ　　دسیے جیوں نوا چندا بروئے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ　　نیا تے اچھوں ہو کو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی　　اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
رقیباں بُرائی تمن تم اچھونت　　دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :۔

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرار کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہے تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن　　قطب شہ دو جگت میں سروری ہے تجھ وہ سرور سے تھے
تجھے اُس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :-

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے ہر بار اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن
کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو سب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دل ہیاں ایک جیت سوں دل ہور جیو میرا
حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا جھرجم ہما ہو
منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1]
اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیر آپ
میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےٰ قطب زماں ۔۔۔ مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیر

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھ کر
سنی امراء و علماء نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیر ہی کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھے حضرت کے صدقے یا الہٰی امن میں ۔۔۔ ہو زر رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام ۔۔۔ میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر
منجے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں میں ۔۔۔ کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت
ہمن میں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب ۔۔۔ علی ابن ابی طالب ان کوں ما رو ہت ضربت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب   سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گربڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی   مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا
حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا   صدقے (میرے) نبی علی ہے تج باعث ہور (اور) بانی
بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو   مج سیس چھا نو چھایا (تیرا) صلوٰت بر محمد
سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں   ہوا ہوں (میرے سر پر) ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج
قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں   دیو میرا ہت (ہاتھ) پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتیں
اماماں (تیرے) میا ہے محمد قطب پر   نبی ہور علی کی دیا سوں (سب) سہایا
خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر   سو سارے جگت میں دو راہی پھرایا
محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں (دشمنوں کو)   سو نابود کر کر جگت تھے (سے) گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تیج میں — منج کوں ہے مدد حیدر کرار معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں — تو جیتا داؤں میں نپتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر — قصہ موسیٰ و فرعون شعیہ کن ہے رہنا

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے — سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے

نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا

تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقان سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب — دو جگت میں ہیں تر کما عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم — حیدرؑ کی برکت تھے مدد سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم — خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں مبارک کردیا موں پنجتن دائم — حیات ہور بخت و دولت سوا خوبیاں جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کردیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو جبواں کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :۔

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ؎

قطب پنجتن کی غلامی کسے لیا — تو انگشتری انگوٹھی میں چند سور پائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ ۱۰۰۰ھ میں عمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ الف منقوش ہے۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں۔

شیعہ عقاید کے قبول نے یا ان پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :-

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

ولا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بجھاگا — براہیم تمن مجکوں سکھ آرام دویگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ناہ — اُسے خون جگر دار وئے ناکام دویگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خداسوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سیتے قطب شہ توں کرغم　　خدا مارے رقیباں کے گلے دام دو یگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اُس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر مت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے　　منجکوں سو ں دو نوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپنے پیا اُتھے اب ہم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے　　توں ہے مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کردے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جیب نظر
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :۔

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقع پر لعل کے چہرے پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا بامدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ؎

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رُکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخشں — تو سورج اس رنگ تھی ہر رات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا — تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھرگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے — رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھرگ جھلکا زبجلی ہو کے جھمکے کھن منے — کڑا کڑ ا پر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید — تج دعا بامدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :—

اب کے بارش امن اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کروں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں یہ قوس قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

اندراں سیتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نئیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک میں گڑ گڑا آتا مت ہی بست — کہ شہ کے دُرجناں کو کرنے پامال
ان کے وقعت میں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس پیٹ پاتال
کماں قوس قزح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لا محور تن بھال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدرآباد اور اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدرآباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدرآباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] ہی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدرآباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدرآباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدرآباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا' اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں بے مول نہیں کس شہر میں اس ~~~~ لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد[1] سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امراء نے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانب مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں گے لیکن جس جگہ اب چار منار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ

ساحت کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رقاصہ تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار مینار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۰۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن جیرو کہ در جہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستاں شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت (یا فتہ) فردوس (بریں) غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (صـ۱۰) -

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آبِ نہر تا لاب جلیلی در آں پیدؔ" (ص ۱۱)

اُس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

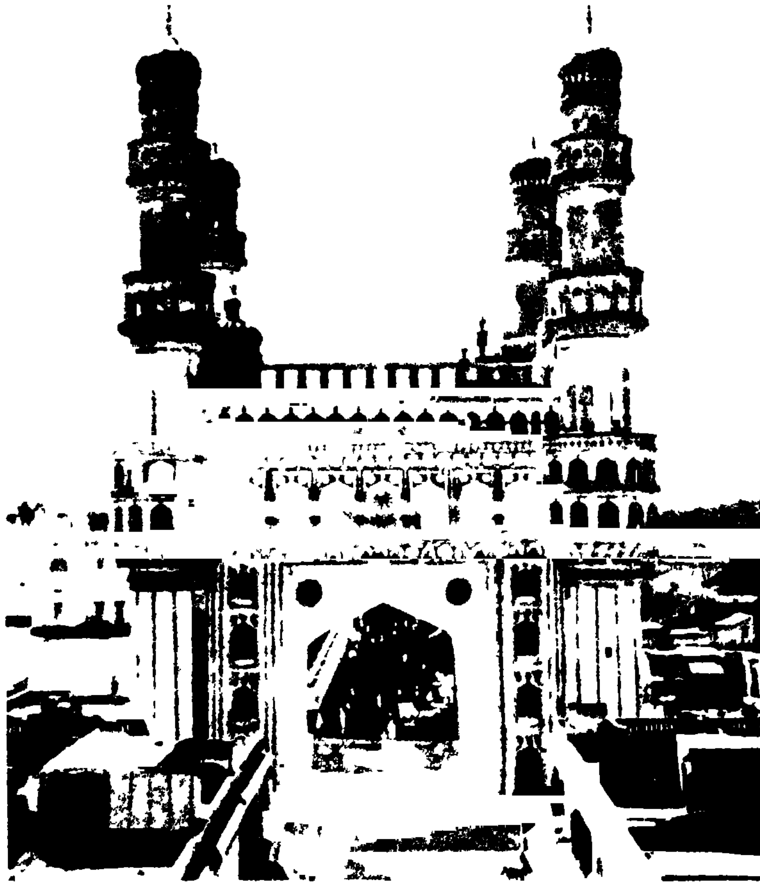
چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دیئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ:۔

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ تساوی الاضلاع باحداث در آرند۔" (ص ۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔



چارمینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی نسبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش وزیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جس طرح

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سن یا سمیع
منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت
مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

اباوان کر ملک میرا سو توں
بسا سو توں دے میرا ن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر
انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر
رکھیا جوں توں دریا میں مچھلی یا سمیع

مرادات کا جم ترنگ سار قطب
اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو جڑت سوں   نگارے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ' یا دروازۂ شیرِعلی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گلگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد صحن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک دادمحل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

دادمحل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابرو دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کرسکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

دادمحل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

دادمحل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ قزوینی استرابادی اسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"دریاچہ کہ در برابر دادمحل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیراو خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع، اعجوبہ کار آں را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب دادمحل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :۔

"این بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا: ۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا: ۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے: ۔

ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید..... اکثر عمارات

عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھہ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، نَدّی محل، کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ آنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل | محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدر آباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں:۔

معمارانِ نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ دراندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لا امکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ۔۔۔۔۔۔ مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید۔ ۔۔۔۔ ہریک ازیں طبقات را باین وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقہ ششم بہ لقب محمدی محل ۔۔۔۔ طبقہ پنجم بہ حیدر محل ۔۔۔۔۔ طبقات چہارم وسیوم ۔۔۔۔۔ یعنے حسنی محل وحسینی محل ۔۔۔۔۔ طبقہ دوم جعفری محل وطبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادلِ شاد جشنِ شاہانہ آراستہ ارکان دولت وخاص وعام سلطنت را از احسان وانعام سرفراز گردانید۔ در آں مجلس میرک معین سبزواری حاجبِ نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرضی رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت　　ایام بآب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا　　برلوحِ بقابناے جان بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصر ہائے الٰہی محل و محمدی محل و حید محل و نوابع و لواحق آں کہ بہ ہمت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصر ہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ" (مطبوعہ ص۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لاکر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] دوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب وغریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبہ و غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص ۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اُسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اُس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:۔

درجانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں فرمود کہ برآں کوہ والاشکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب آں انہار و آبشار و حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔ ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسرو فوائیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

("تاریخ ظفرہ ص۱۰۱")

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :—

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دارالسلطنت کوہے واقع ست کہ پنداری خلقت اورا از روز ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ اورا بزلال خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضاتِ نامتناہی از ہبوطِ انوارِ الٰہی بر فرازِ آں کوہ نازل، و غایتِ فرح و نہایتِ شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بر بالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع مشتمل بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہاے بلند ساختہ فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بر زیر آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بمجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز برد جمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را از اں زلال کوثر مثال جوشندہ و چوں ابر مطیر در فضائے ہوا و سطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ کوہ فلک شکوہ شمائہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت و اثاثہ ہائے شاہی دراں گنجد جا بجا بنا نمودہ اند و آں جبل پر صفا و نور را مسمٰی بہ کوہ طور گردانیدہ اند۔ (ص۵۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پرفضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی وشادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین اور کمرے نہایت پرتکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا
اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل باتیں بیان کی ہیں:۔

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشین میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز

مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی جھلکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شبیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدرآباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:—

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ، برآمدۂ جہاں بین و خرم سواد

عمارات و خضرتِ بساتین و باغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از
اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساط فزودند
و ماہرویانِ زُہرہ جبیں و شاہدانِ حور العین بہ اطراف اورنگ شہریار
خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راح ارغوانی
چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ و جامہا چوں بدر منیر از
آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش
دردادند" (ص ۵۸)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۶ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین "دراں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے ... محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے ... عالی کہتے تھے اور جن کی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :—

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارت عالی مقدار باصفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئیں یافتہ جمعے از اعیان و فضلا در آں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص۱۱)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۱۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان و

فعتسلا ٹہرا کرتے۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :-

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری جانِ جاں بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھنی ناز سے چڑھائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا۔

بہوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلالی گالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں سو ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں نے حیدر آباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ بکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہ کر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا اور تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو
پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّاں محل میانے عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خدا داد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت
وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک بہشت سرائے

نگارخانۂ چیں ساختند۔

قطعۂ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام — کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوے گرفتہ میدہد — خاک ایں ایرانہ مہ بوئے جوانی ازحنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود — دلطافت ہمچو جنت لفروز و جانفزا (تاریخ ظفرہ ۱۰۰۹ھ)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک حناں محل کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم حناں محل حنا محل سے متعلق لکھی تھی یا حناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے، اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور، انار، کھجور، سپاری، ناریل، جامن، اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری، نئے پل کا دروازہ، یوسف گنج اور چھپنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفا کی عمارت، پرانی حویلی، اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے:۔

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویدا است۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عناقد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت — میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت
تاک انگور کج نہادہ کلاہ — دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ
شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج — نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات باپری چہرگان دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی بر عالم فانی می افشانند"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا، اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا:۔

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنبیا کی کلی ناک کی طرح نظر آرہی تھی جس کی دُو پتیاں دُو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہوگیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

==

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت تیلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بتخوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور انکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زبانیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سر سبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اُس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بناکر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب وغریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اُس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[1] رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1] اوران کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ :۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے۔" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ :۔

"خوبیہائے آں شہر، لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین، وحسن ہائے نمکین آں سبز فام، وسیر حاصلی آں مرز بوم اگر پردازم از سر رشتۂ سخن باز می مانم۔" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"رطوبت ہوا، وعذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گُل و سبزۂ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمرد و لعل است " (ماثر عالمگیری[32])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :۔

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۴۳)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد، قدر شناس رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور دادمحل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یکجا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ہو سکتا ہے :۔

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چورا ہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دو از دہ ہزار مکان بر لوح مہارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ و آہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر برآوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص۲۱۵)

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اُن کو بڑھنے نہ دیا اور کشورکشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخرکار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں:—

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :۔ ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اُس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہو گئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی سیندھی بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔" "واحکام مذکور بر جمیع مسلم وکافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند۔" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ص ۴۲)

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاشی کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانہ کے علاوہ ۱۰۰۰ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[۱]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہرنے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زریفتی تھان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی "بصورت اشجار پُرشاخ" بنائے گئے، جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[۱] تاریخ گلزار آصفیہ ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں[1]۔

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نمک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں در اصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیے دستیاب نہ ہوسکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور
آسمان میں دوبارہ رنج والم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے
چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیا ظلم ہوا؟ اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کی خاطر

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھ کر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جن کی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ اُنکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے ۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی بیوجہ ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گُھل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جاکر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"۔

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:۔

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا جگر اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد و غم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سُن

کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازیِ مزاج کا اُس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :—

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وا اماماً یا امام کے

ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفٰےؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفٰےؐ و مرتضٰیؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح نبیوں میں مصطفٰےؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔ کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادلِ اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھر بلور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین جل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]۔

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم والم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، بیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ رہتا ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شائع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۴۸ تا ۵۵)۔

میدان[1] وکشادہ وسیع الفضائے داد محل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور کتب وں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں مشعلوں اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے داد محل کے میدان میں آتے ہیں۔ داد محل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داد محل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور وشیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نا نریزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور عزا خانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایامِ عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی، امیر وزیر، مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بارِ عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت یا حسین کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں، گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہلِ بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربارِ خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں تحلہ مجلیوں مقربوں اور حجاب عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرمحل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار اعیان و اکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازہ الاوہ میں سے میدان دربار چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سرسے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے آثار کر ان میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخرکار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکرو مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصہ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے[1]۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۴۱ تا ۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا ہے سُرمہ چندر سور کے نین کا
دیکھت زورور طالع اس راج کے صفادار روشن ولاں آج کے
کہیں یوں بحق علیِ ولی کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سمجھیں آج اے خسرو نیک نام ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

. . . .

ڈوبے تھے ہنرمند سو پھیر کے نکل آئے تج دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلادنبیؐ ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کردیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علماء فضلاء صلحا و اتقیا میں تقسیم کردی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :—

"درزمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم .... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علماء و فضلاء و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[۱]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :—

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدۂ حضرت ...... چناں کہ در سنوات سابق بود باز واید و لواحق ...... و تکلفات دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[۲]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ داد محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

۱و۲۔ حدیقۃ السلاطین ص۵۰۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھا، اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی توکوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ بفیع اور امراء و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[1]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلادِ نبیؐ کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشین ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پہ تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصرِ مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابلِ ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی بنائے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابلِ قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :۔

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان، و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل، و صعود براق و جبرئیل، و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر، و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف، و بریدن زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب، و ربدن خسرو پرویز، و اورا در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون، و الفت او با آہوان مطبوع موزون، و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید، در غار، و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"و امثال ذٰلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند، و ہیاکلِ عظیمہ و صور جسیمۂ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفۂ الہٰیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند۔" (ص۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مسور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطرافِ سلطنت سے جمع ہو کر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، ریسماں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہزل، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار ہے۔

میدانِ دلکشائے داد محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، اگن محل، چندن محل، صدر صفہ، اور سحن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور" استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہن کر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چار کمان سے نکلکر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی تھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان واد محل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کردیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلادِ نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تینتیس ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطینِ قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :-

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے ۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دستر خوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشائش کی دعا کرتے ہیں۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ:۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبی مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حور دن کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح بکف رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑوے دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنسیں اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہیرے اور لال جڑے چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر
وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے
خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے
قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی
مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کرواؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :-

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے
آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور
دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کرنا چنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش و آنند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے، جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے:

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:-

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید بعثت رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور عید غدیر
مولا جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے محبت رسول کی عید
بھی مناتا ہے اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں، لکھا کر دنیا و دین تو
کچھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا
ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اس کے حبیب کے پاس وحی
لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو
حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سرفرازی
بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے
پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسماں اس شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہوگئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہوگیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہوگئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے خدمت میں چوک ہوگئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید لکھوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں تھو کھائی دیتی ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر تو نظمیں کلیات اُردو میں موجود ہیں چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسنے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز عید تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظاہر ہوں کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہو گئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تار امنڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے نکل کانے اور عرش منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعے کرو۔ علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔ اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شاہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی بن کے سینے پڑتے۔ اور تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ بس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتے ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد سید ہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھولکر چراغوں آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ :۔

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برکتیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کرکے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہوگئی کہ معلوم ہوتا ہے جیسے سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین نے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتش بازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا منہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولباز یا پھلجھڑی چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج چاند اور تارے اتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالے نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے:—

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار و یا لازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؓ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی یہ زلزلہ انگیز نارہ
کے چلنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے کی طرح نظر آتے ہیں، آنکھیں بادام کی طرح نظر آتی ہیں،
اور ہونٹ ٹکڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخاش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔
سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ بادا موں کی طرح، ٹھوڑی
سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی
چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے
بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام
کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔
بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار
سوار اِس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :-

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہروماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف وشفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سُکھ اور انند کا فوارہ سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھاجاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لائی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آب حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلواڑی پھلباڑی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے
تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے
اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی ورائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔
اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لریاں ہیں وہ
نوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ . . . . .
اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شبِ
برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس غیبہ سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ:۔

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نور موسیٰ کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔
آب رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ... سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلف خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے
اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس کی محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔
نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں اور اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم چھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس لیے دونوں بہو حاجیوں کی طرح ایک دوسرے پہ حملہ کر رہے ہیں۔

علی جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آتے ہیں کہ یہ جہان امن و امان کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سوکے بنگڑیاں چکراں جو
گھرڑیاں بازیاں سواچ بن کری ہے

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر
نلی طاؤس اپک چومن کری ہے

پھلی نا سک جھکنے تھے ہے شب رات
دھرت کوں آج نس جوں کمن کری ہے

لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیا جھیلاں
تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند نکل آیا اور کاتب نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری بیٹی شراب وصل مجھے کم چاہئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب کہیں چل لے کے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تا کہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور نیکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیر خرما اور پینے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ لے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ تیر کی

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنے ہونٹوں سے
بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھپیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھا دیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ
اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت
عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :۔

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی
کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلا کر
مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تیس دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے دم بہ دم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرمے کے پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ئیا خوشیاں انند اس انند اس کن کریں خوباں انند

شیر خرما بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے :؎

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر کیوں رنہ رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیویاں بھری پری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں شربت پلا ادھر سے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر

صنعت سوں کیتا ہے نرخ لب لال [illegible]

عیدِ قرباں

عید رمضان کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیح، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور رستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دستر خوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوگ بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ
بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آ رہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پاکر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس
محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلاکر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر
عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری ہستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔

اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی

منی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید ستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ

میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ وجلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کرو فر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :۔

اے بادشاہ بقرعید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں

زمین خوش دل، آسمان خوش حال، اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے
تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب، جلال اور ہیبت کی وجہ سے
آسمان کے شیر (اسد) کو وہ بیخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے
تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے، اور جو محمد کا دشمن
ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے، تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے، اور تیرا
چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے
اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر
خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش وطیور کے علاوہ انسان اور
جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو ہیچ مچ
سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقرعید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقرعید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس، وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندوستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخرالذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علٰحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا، یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علمِ نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق، پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علمِ نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تروتازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلوؤں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہیلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جا رہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

۳) مدھر مدمستی سیا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مجھتر منڈایا...... م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سو ہر ے بن ہزاروں ہلایا ۵

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ..... ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی، اور رونق پیدا ہوگئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم بھی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ ستّئیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے یہ نشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امراء لشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہوگئے ہیں اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں ۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو ۔ یہی
وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے ۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں ۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں ۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے ۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے
دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے ۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور ۔ کیونکہ نوروز

کیونکہ جو سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق وشوق سے پر فشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی برانوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی دو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقر عید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندو بت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو ان کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی سجائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی (۳۸۰) برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تر و تازگی اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نولیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیا پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر گری شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں

بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل

مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابرِ نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پینے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ

سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رُت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو

دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آبِ حیات

سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر جبیں

صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے

ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے ان کے دشمن کی
پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ
مرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پرلطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔
میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے
چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی
وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھانکنے لگے ہیں اسی طرح [redacted]
ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مس کر لے آئی اور کچھ اس طرح بسنت کھیلی کہ رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے روئیں روئیں میں بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سر پستاں رات کی نشانی بن کر سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے ہیں۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکھیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں پور کی؛ چھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلے چھبیلوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے، چھے، چھے نغمے الاپنے لگے کہ تن تن تن تن تن تن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چند دن بھر کے دہکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقر عید اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ نے بقر عید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقر عید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :۔

بسنت گکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور
اور بسنت کا گکرید کے ساتھ آنا ہی تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا
اس کی خوشبو کی مہکاہٹ سے ہر جگہ بہار آ گئی بسنت اور گکرید کی وجہ
سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے ۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے
بسنت نے گکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگل کے ساز پر گائے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان
کرنے کے لیے ہل رہے ہیں ۔ کیونکہ بسنت گکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ
دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں ۔ ورنہ ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی ۔

جب بادشاہ خوبصورت سکھیوں کے چہروں پر رنگ یا ڈالتا ہے تو
ان کی آنکھوں کی پتلیاں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں
پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں ۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے
لگتی ہے کیونکہ بسنت نے گکرید کے ساتھ آ کر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت، اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں؛ اور نطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنائیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھا دی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر بھی نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُن کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لَے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے :-

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خوشنمائی کی بات اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکھیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکھیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمھارے جوبن کی بہار نظر آئے)

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے ڈبل کھول کر خوشبو کی جھکا اٹھادی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا! بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکھیو طہار کھاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پرتکلف اور جگمدار سرخ لباس پہن لو۔
جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے پیاری تم میں سے ہر ایک چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب جسے بھر کے نئے بادشاہ
محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر
مست بنا دو تا کہ وہ شاہی مندر کے صحن میں موروں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت
یعنی ۱۵۸۰ء کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے
بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولہویں سال میں تھا جب یہ نظم
لکھی گئی ہے۔ اور دراصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرانی ہے
ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔
اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں
وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے
محظوظ ہو چکا ہوا اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحرِ طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگائی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر جھول رہی ہیں۔

شرابِ عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں عیش منا رہی ہیں۔

ان چھبیلی تتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

بنی کے صدقے میں یہ پاک وصاف دوشیزائیں نازو انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، نرملیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گلناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگن میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔
ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے
اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں۔
ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی
تیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔
اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں
پر رنگ برنگ کے لباس پہنی، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، ناز و
انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔
ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ
بھینسیں دمسرپستان (ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جو بن کے پاک وصاف
آسمانوں پر ڈو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔
ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے
اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔
یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے
ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرمل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زر ینے کے لباس میں سکھیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور
اُن کے گھنگروؤں اور پہنچوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا خاتمہ ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:-

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے ہیں اور بجلیوں کے تار امنڈل گرج رہے ہیں۔
اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔
ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیے ہیں۔
اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبیؐ کا سہیلا گا رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں



عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدر آباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تارا منڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کئے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا نو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؓ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کی جاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازئ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوئی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازئ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی بدولت دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللسان ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت منظور تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے :۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلا دیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو ستاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چمکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔ نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جا نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے:۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ
برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔
تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر
اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔
آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ
کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔
بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر
آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔
چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آرہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں
آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔
پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلا رہے ہیں۔

مہندی سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔
اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :۔
خوشیوں کے طبل بجائے جارہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جارہا ہے۔
مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جارہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبی کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق صحائف روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سہ اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لا کر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک جاذوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتی ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

صاحب شاہ

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں بنی کہ مہندی کی رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ

اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر تاہل اور اولاد کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگائیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جائیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگائیں، کنگھی کریں، چوٹی گوندھیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی۔ پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں موتیوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئیے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

ان تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے ؎

پریم پیاری کا جلوہ کاؤ سارے　　اسے چند سورسوں پریاں سنگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں　　سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں　　کہ چوندہر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑ دو نیل اب ساتوں سہاگان　　مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے　　بندا دو سارےیاں موتیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں　　خدا یا رکھ جداں لک ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں سانتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں سنگھاتی ہے۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکھیاں مل کر مجھے چیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنوئی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دو پہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیئے۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی ۱۹۴۰ء میں شایع ہوئی ہے۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعملہ نظم
پہلی گھڑی سانتی کے مینہ موتیاں بنتی نھائی پری	پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے اواستری	تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امشتری
تیسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاوں پا بجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
چوتھی گھڑی چوکاں پچے پیلانی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امشتری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند او جبیر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی یوں جڑے
آٹھویں گھڑی چھنداں سنتی اوڑھے پون کا چادری	چونسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، ہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور بیجز نیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب

محمد قلی کے عہد میں بڑے با کمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال دخوبان شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کر یا خطاسرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے چنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ ادا کاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھر کم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول   کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آ رہا ہے اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے صفحہ ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے ۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے ۔ جس کا مطلع ہے ۔

سکی تال دے منج ٹھلکتی کھڑی   کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر تھکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی ہے ! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے ۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری ــــ وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالاروں اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا میر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لیے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن واماں اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی: تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو گئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن واماں اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر وفراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب وشائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میرا میر زبیل مصطفیٰ خاں استر آبادی ملک امین الملک اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاص کر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

ــــــ

لہ مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف، رمضان ۹۴۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، الیاس خاں، رومی خاں، دیونائک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نوار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر رہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۴۱ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۹۶۰ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۵ھ میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدر آباد واپس آ گیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

[1] صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۰۱ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کرلی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاالدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گو پہنچ کر اعز السلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لا کر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراء و خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اعز السلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اعز السلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عباز ریفتی تھے۔

اعز السلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایلچی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی سنہ ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر دربار یا تقریب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اعزالسلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل نہیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمراں سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرائے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوش سر کردہ خیالم رو بزمے چو بہشت * اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر

بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر

گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ تاریخش چیست * کہ از افلاک برایام ہمی بارد مہر

عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد بہ و مہر

چار بینی بکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بگذرد نقافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراد مقربین اور علما و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر کت معین سبزداری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلۂ آصفیہ نے ۱۰۲۰ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات ۲۴۵، ۲۴۶،

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولانا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا۔ صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے:-

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:-

زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

۱۰۰۴ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سر فروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ وبضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک معصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:۔

"امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رزم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۱ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں

محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

ملی خاں کرناٹی، علم خاں پٹھان، اور مکندراج والی کشنکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض وقت اسے ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پینکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کرکے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ رامچندر والی بناپور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کرکے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اُس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اُس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و معتمد ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ سنہ ۱۰۰۳ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکور، کندی کوٹ، اور چنکنڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخرکار جب چنکنڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور روانگی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر مسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۰۰۵ھ میں جب کندراج والی کشمکوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشمکوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور پناپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پناپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشمکوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

سنہ ۱۰۰۹ھ میں جب کشمراج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے کندراج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشمکوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں کمندراج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسپراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسپراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا۔ اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن و امان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی وسترنے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایہ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسپراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسپراؤ بڑا معتمد راو اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسپراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرخندل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسپراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء و عائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہرماراؤ	یہ ابتدا میں ایک معمولی شہر تھا چنانچہ ۱۰۰۳ھ میں جب دیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نرزول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہوگئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرنوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اس کے بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم مدار الدار کو بھی ان کی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا۔ غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہوگیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے۔ غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۰۰۰ھ میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہوکر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیا گیا تو ہری چندر نے وِنادیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وِنادیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلبور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وِنادیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دھرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہو گئے یا فرار ہو گئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وسناد دیو نے دھرماراؤ سے پناہ مانگی اور اسکے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور آئندہ ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اسکی راستبازی پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے نہ صرف وسناد دیو کو مطیع و منقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بائترکو جو بانی فساد تھا وسناد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وسناد دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہو گیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دھرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن آثار ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دھرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۱۰۰۹ھ میں جب کشتم راج دلدراوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دھرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سالار سے زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ چونکہ کشتم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہو گیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دھرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشتم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بلندر بھائی

کو عطا کر دیئے جائیں اور اسے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے۔ میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہرما راؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دہرما راؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دہرما راؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بلندر بھائی کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دہرما راؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دہرما راؤ کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دہرما راؤ دربار شاہی میں باریاب رہا۔ آخرکار ۱۰۱۸ھ میں جب ونادیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے وسناد دیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا یعنی جس طرح پہلے بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس کے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وسناد دیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہو گا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا غرض جب کشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور چنگیز خاں دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وسناد دیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو وسناد دیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وسناد دیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں :-

"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ والا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کنشاراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دہرماراؤ نے کنشاراج سے کہا کہ اگر تم کو وناد دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دہرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وناد دیو کے پایہ تخت کی طرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ و اسپ بازین زرد کلاہ و کمر از جامدار خانۂ بادشاہی ہمراہ خود داشتہ سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متقر وناد دیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دہرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وناد دیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانۂ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔ غرض دہرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دہرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے تحت ایک نئے

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

باجگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر

آسیراؤ اور دہرماراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراو عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) ساباجی ۴) بھالے راؤ ۵) اکندراج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ

وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعۂ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ

۱۰۰۹ھ میں قلعۂ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

ساباجی

قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فائز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، کندی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا۔ اس کے بعد جب ونکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساباجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے۔ چنانچہ ساباجی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اوگیر مقابلے کے لئے نکلا تو ساباجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیبر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب [illegible]ء میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں امین الملک کی سختی سے تنگ آ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ [illegible]ء میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دھرما راؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ [illegible]ء میں جب راوت راؤ اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دھرما راؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلو کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکندراج | بھائی بلندر والی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلندر تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکندراج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا ہو راجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکندراج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید .... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آورده بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپ با زین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اس کے بعد مکندراج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

[redacted]

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروا نہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔

بادشاہ نے کشتم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تل گیا تو بادشاہ نے اس کے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدان کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۰ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۰۰ھ میں جب راوت راؤ ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمہیں کشتم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۵۸۰ء میں جب دھرما راؤ کی شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرما راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آ ملا۔ اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی مشکل ہو گئی۔ آخر کار قلعہ کشم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ اس طرح کشم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر تپاپور کا راجہ تھا جو کشم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکندراج کی مدد کے لئے ۱۵۸۰ء میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

[redacted]

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وناد دیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۰۸ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وناد دیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نائک داری مقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی گہداشت و قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیریت خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ، حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرینِ مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہلِ ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کرکے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کرکے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حُبِ اہلبیت نبیؐ کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

" عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراو عمایدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدر آباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہندی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدر آباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طبا طبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن

استرآباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ یہ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہوگیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۵۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخرکار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

[redacted]

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدہ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔

چار مینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

شورہ ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے چنانچہ ۱۰۱۲ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۱۱ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۰۱ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے ... محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

بازعالم را ... | صد بشیر کامرانی می برد ہر خوش خبر
دو ... | پیر نو شہزادۂ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست | ہر دو عالم یک صدف زیں ہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت | اول کامرانست فیروزی و اقبال و ظفر
چوں ... | ہر دو عالم شوی در نسل اقبال پدر

... میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادے کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ ... محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن انشاء لیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار با وے خیال [illegible] نگاشت"[1] غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا تو محمد قلی قطب شاہ کی حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ [illegible] کو انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا [illegible] عارضی طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہرات سے مرصع تھا۔ [illegible] اس وقت کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا [illegible] کسی کو نہ ملا اور آخر کار رجب ۱۰۳۵ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

[redacted]

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وائسرائے کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید بر آئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آ چکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ بر پا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیئے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا۔ پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔

(۲) بیس ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمربند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شال ہائے عنبر تھے۔

(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بڑی او رچھوٹی تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نگنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، نغمہ خوانوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو از راہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہوکر

[redacted]

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخرکار جب بخت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والئ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔

محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر حملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1]۔ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرو ند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۴ ا

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن وہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۲۵ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زک و احتشام کی بڑی

[1] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ [2] دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ الف

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال بازچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب تذکرۂ دکن میں اس کو بہوا الملک امین الملک خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1]۔ تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعۂ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است..."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۲۶ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۲۳

[redacted]

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہو گا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۰ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبائی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۹۸ھ میں ایران سے آ کر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

[redacted]

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کرلی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر نلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر موردِ عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کرلی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہونے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماونامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً ڈررا (آفا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نہیاں سو لیایا ۔۔۔ کونلی سکی کوں دیکھت میں سد بھولیا دکھن میں

بھوتیک میا سیتے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ۔۔۔ سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن میانے جیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ۔۔۔ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں میانتھے — دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۴) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں مِن یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کردے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھردی ہیں ۔



محمد قلی قطب شاہ کے [illegible] کا مقبرہ



تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1] اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:۔

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"از جملۂ ندماو فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقتِ لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے:۔ "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"
[2] برہان ماثر صفحہ ۴۵۱ [3] برہان ماثر صفحہ ۴۷۶۔

[redacted]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا:۔

"ایں گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا:۔

حالا نتیجہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان ماثر صفحہ ۲۵۴)

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان ماثر صفحہ ۲۵۴۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اور گیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب و کامگار ہو کر واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعۂ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفرخرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اس کے بعد ماہ صفر ۹۶۵ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر بلتم راج داماد رام راج کو قید کرکے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

" دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستان را منسوخ ساختند۔ وچند مرتبہ بحملہ ہائے مردانہ تیز تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند"[2]

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضی امیرالامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کرکے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضی کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کردیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضی کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجاکر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضی کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑئیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۱۸

[2] برہان مآثر صفحہ ۵۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضٰی کو بیجاپوریوں سے دوبارہ تڑوالیا چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

" چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان سید مرتضٰی نمود و وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضٰی از معاہدۂ اعدا پشیمان گشتہ بتجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت" [1]

غرض اُدھر میدانِ جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدانِ ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیقِ کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۲۶۔

روانگی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی لکھتا ہے کہ:۔

" ایں خبر در مقام نانڈگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ج۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر بیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان [illegible] اپنی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہوجائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کرلی جاسکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہوجائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر راکہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ وانواع مسرت وحضور بروے آشناو بیگانہ کشاد" ب۔ ھ۔ صفحہ ۳۲۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دھومیں ہوتی رہیں نجومیوں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم وحشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور زیرک اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

کہ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

" دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ ترتیب مادہ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امرای بادشاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں درین منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ و دیدن آں کتابت موجب تغییر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال داد و شیوہ تانی و تامل دراں قضیہ عملی در نیاورد" (ب۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او منقدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست وتدبر ہو گا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہو گئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہو گئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمئہ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرارشاں از جائے برفت ......چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نمودند (ج۔م۔۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ نقدی مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:۔

> "بعد از چند ماہ از سر گناہ او گزشتہ حکم فرمود کہ اور ادر کشتی سوار کردہ با موال و اسباب ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ میرزا در کشتی بیمار شد و پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے، اوران حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دو جے پر نا دہرنا اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیوکوں کھوکر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

نن قطبا کے میں ز مول نہیں کس شہر میں مول اس — لے کر آؤں جو کھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تھے اس اسپند آتار و — کہ حیدر نگراں نند ل بھر ایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آتارو

اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب — نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چھلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار منار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی، جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہو گا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

مخطوطات تاریخی وغیرہ دیکھے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو بیٹے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب　　پھول پھل ہوئے تا بھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتوں دایم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش وخرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغہ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدر آباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدر آباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدر آباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدر آباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کردیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا کہ تمام[2] شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء سلطان کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۱۰۴۰۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میرک معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میرک معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان وشوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش ونگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۰۷۸ھ میں ۲۰ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان وشوکت بھی دفن ہو گئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دو شنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جن کی شادی ۱۰۴۳ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ خوبیاں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرتِ عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباو اجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے لئی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کرکے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو بتی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیر ہے نہیں کدہیں دل میں نہ کر غم
تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تیے
دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لشکر میں اسنگر دار ہو کر رہ معانی
کہ لشکر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفائے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں
میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا
نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبی کی دعا تیے قیامت تلک تم
گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
لک سال اچھ کہ اس تیے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سور چندر رتا اچھے گگن — پت بیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں — کہ نج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ — ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچاتے ہیں

قطب شہ کوں میا کر دیا سوق بخشن دایم — حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نیتے جلاتے ہیں

اباد ان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں — خدا یا رکھو جداں لگ ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو — جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سبحان کے بہومان سوں جیو تمیں راجے سدا — جم جم جیو و پت مت سوں آنند خوشیاں تھے سدا[1]

وفات

آخر وہ روز آ ہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[2] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

---

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۹۔

[2] "از سموم حرارتِ تب بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدر آباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ء اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۸ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں | جم تاج بخش و ممالک ستاں
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر | نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی | مآثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی | وصال آں شہ دیں سال فیاض
زقطب فضل و فضل عام جستم | دگر بارہ نہ عالی جاہ و فیاض[2]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمامِ ملک بزیرِ نقاب شد | آبِ حیاتِ خلق دریغا سراب شد
سروے ز بوستانِ معانی فرو شکست | برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "در عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاجِ مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰
[2] مآثر دکن صفحہ ۹۱ [3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ –

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؂

سال تاریخ فوت او جستم گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر

انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے[2]۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی اس طرح ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے بتالیس سال ختم کئے تھے اور انتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس ۳۳ سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس ۳۱ سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی[3]۔

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

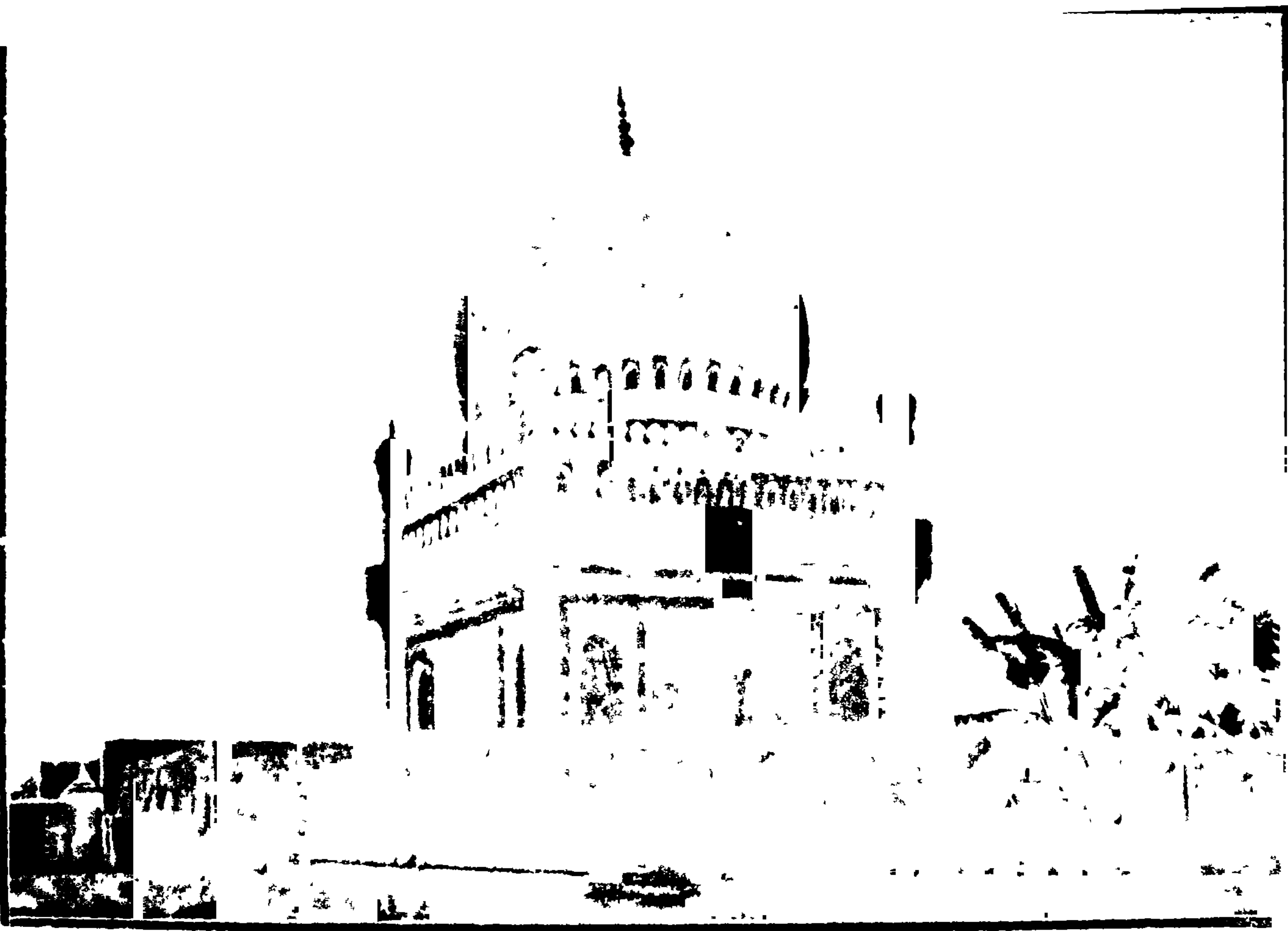
[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۴۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) ماثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بھلائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سربفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباو اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوا لیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۲ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ ماثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے :۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ

انار اللہ برہانہما۔



گنبد سلطان محمد قلی قطب شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰ عشرون و الف ہجری ہجرت

حق و اصل شد۔

سن شریفش چہل و نہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ

رحمۃً کاملۃً"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے کھدوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدت سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک ۳۲ بتیس سال ۶ چھ مہینے ۲۶ چھبیس دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اس کی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس پر زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔[1]

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف و اکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں، ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں | دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہوگا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ[1] ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زر عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زر عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں بہ نیت اور بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دی جاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر ۲ لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

کلّیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلوخانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دارالشفا، اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہلِ علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ۔ بایں ہمہ یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاعِ بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے

مختلف حصوں میں منتشر ہوگئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنؤ

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ نیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں دکھوں اس یکتا ئے سبحان کا کہ ناطق آپے جن ہے قرآن کا
خود جو

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نا مکمل تھا۔ کیونکہ

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔ حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی تاریخ زبان وادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

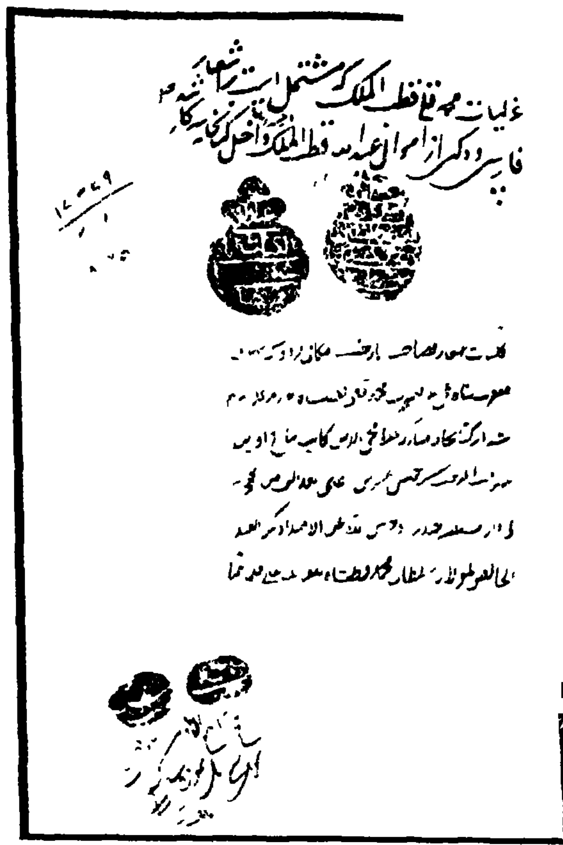
۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

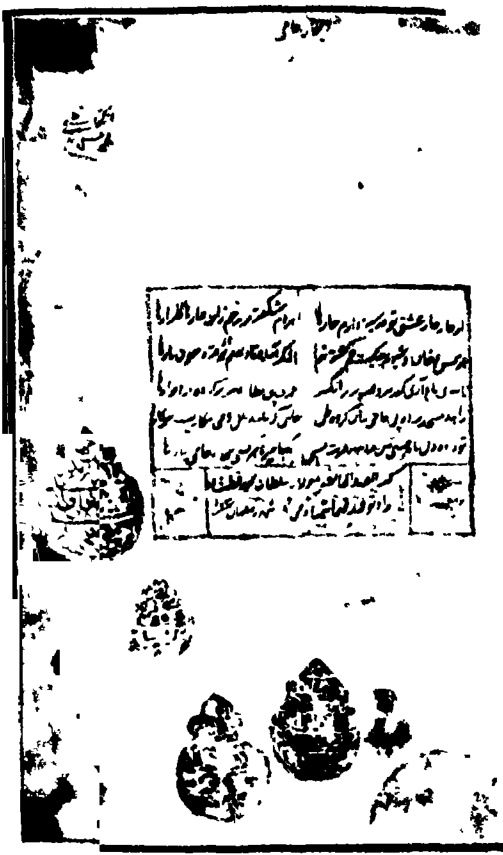
۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد







عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بدیوان محمد قلی وغیرہ

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کیٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو۔ افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سر ورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے........ ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے........ کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی............

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں پھر قصیدے اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مثنویوں کے بعد فارسی غزلیں فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری ۱۹۲۲ء



لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہ ایضاً مد ظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم، معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنا دی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہوگئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ س لئے اس زیرِ نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں نہیں ہوئے آگاہ سب — تاج تور کھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیڑی — معانی نو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا غم کرتے ہیں کیوں — ہیں محمد نانوں تھے دو توں جہاں بیانے جگیا

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات سریع

۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سر پر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد ناتوں تھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ یک پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھر چوک جوڑا ہے سلا — اس خوشی سے رات دن گرجے سوا ایواں عید کا

اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین تشکیل استعمال کی ہیں شلاً :۔

اب مجھے گا قطبِ معنی حال کیوں ۔۔۔ قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکس میں مست ہر یک دعا ہے ۔۔۔ قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی ۔۔۔ آؤ خوش یا ناؤ خوش ہے نام میرا آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

اے قطبِ معانی کہ تیرا قطب خطاب ہے ۔۔۔ کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس مین سب ۔۔۔ سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب

سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں ۔۔۔ اپے حال نیر الطور سوں فریاد کرنہ ہے

ا ماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چوگرد ہے ۔۔۔ معانی قطب تجہ بردہے علیٔ کا حب حصار ہے

قطب ماں معانی بس کر بڑی کی کہانی ۔۔۔ شیطان کی ہے نانی اپس کوں آپ جالی

معانی قطب تجہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں ہو کا ۔۔۔ کہ ہے جو سر مجلس کا سو پھلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے ۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی ۲ شد میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب نہ ہوا ہو چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخہ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ معہ قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۱) ۳۹ غزلیں وغیرہ ـ ۳۲۶ اشعار	پایا ـ بکایا	آسے نا ـ پاسے نا
شتاب تاب تھا ـ آفتاب تھا	آیا ـ پایا	پائیا ـ چھائیا
کام دیوے گا ـ جام دیوے گا	کنعاں غم نکھا ـ گلستاں غم نکھا	پیارا ـ ادھارا
پیارا ـ ہمارا	جاہی کرن سکتا ـ شاہی کرن سکتا	تھارا ـ ستارا

لگیا ۔ گیا	چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا	جواب ۔ حجاب
وپایا ۔ پایا	جام لیبا ۔ مدام لیبا (ناقص الاول)	بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب
موتیَن پیا ۔ روتیَن پیا	صبا ۔ بلا	آب ۔ شراب
دوا ۔ شفا	کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)	مستجاب ۔ ثواب
وفا ۔ جفا	یار جانی کا ۔ راز نہانی کا	نقاب ۔ باب
کنارا ۔ ہمارا	تاب تھا ۔ آفتاب تھا	شراب ۔ کباب
خدا دیتا ۔ نوا دیتا	جگت سارا ۔ شر فدارا	شراب آلوواب ۔ شاب آلوواب
پیالا ۔ والا	یکبارا ۔ تھارا	ت
سیوا ۔ نیوا	عالم کا ۔ آدم کا	(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
سلطاں عید کا ۔ ساماں عید کا	افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا	دولت ۔ بولت
عید کا ۔ امید کا	ب	کام ویت ۔ جام ویت
آیا ۔ سنایا	(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)	چمن ست پری ست ۔ گلگن ست پری ست
جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا	کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب	مست ۔ پرست
بن عید کا ۔ وطن عید کا	آئے طالب ۔ ولائے طالب	لیایا لبنت ۔ آیا لبنت
خوشی کا ۔ علی کا	زورو تاب ۔ ہورو تاب	بہشت ۔ گنشت

پیست ۔ وست
ست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیا لبنت ۔ چھڑکیا لبنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
بتخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیا حوادث ۔ ہیا حوادث
اچھو وارث ۔ سنو وارث
حارث ۔ وارث
بے غیاث ۔ لے غیاث

دام بحث ۔ کلاہ بحث
کھولو حدیث ۔ بولو حدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا احتیاج ۔ رضواں کا احتیاج
آج ۔ کاج
خیال کج ۔ خال کج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھو رنج ۔ نکو رنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعار)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ باچ

ح

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سوا صبح ۔ دعا صبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیا روح ۔ دوا روح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلناگستاخ ۔ ہمناگستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بندبند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نوا چند
سنایا عید کرید ۔ آیا عید کرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد
فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
درد بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۰۴ اشعار)

منورکر ۔ درکر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
امیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کمر ۔ زرکمر
سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بھار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پورکر ۔ دورکر

ز

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۴ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز
تیز ۔ گریز
درباز ۔ ناز
جادواں ہم عید وہم نوروز ۔ عیاں ہم
عید وہم نوروز

س

(۲ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)
پاس ۔ الیاس
کہنا ہوس ۔ سنتا ہوس

ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)
سرکش ۔ ترکش

ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)
خاص ۔ اخلاص

غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)
داغ ۔ باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۵ شعر)
بھگا دو تم ۔ منگا دو تم
نام ۔ کام
کام ۔ جام
کرم ۔ علم
نام ۔ صیام
دام ۔ نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)
دورتوں ۔ فغفورتوں
آب سوں ۔ شاب سوں
بتاں ۔ دستاں
مخمور کوں ۔ انور کوں
جاں سو کرتے ہیں ۔ فغاں سو کرتے ہیں
ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں
شکرستاں سوں ۔ راساں سوں
روں روں ۔ گرووں
بے دیں ۔ آئیں
ارغواں ۔ جواں
چمن ۔ یون
رتن ۔ جتن
کماں ۔ دستاں
نہالاں سوں ۔ جاناں سوں
نین ۔ سمن
خار اچھیں ۔ سرشار اچھیں
نوراں ستیں ۔ حوراں ستیں

لیا یا بسنت کریدیاں ۔ بھایا بسنت کریدیاں
خوشیاں سیتیں ۔ نوراں سیتیں
بھوماں سوں ۔ پرماں سوں
خوشیاں سبھی اس عید میں
نہاٹیاں سبھی اس عید میں
پلاتی منج کوں ۔ سہاتی منج کوں
ناداں سوں ۔ تاناں سوں
گاویں ۔ بجاویں
عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں
ادھارسوں ۔ نادارسوں
اپنے میں ۔ چپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۰ اشعار)
بیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں
نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو
لو ۔ مو
کو ۔ تو
مناؤ ۔ پلاؤ
خوشیاں کرو ۔ ہماں کرو
کجاؤ ۔ بجاؤ
گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۰ اشعار)
چروہ ۔ ہردہ
ناہ ۔ گاہ
اللہ ۔ پناہ
آگاہ ۔ گمراہ
دلخواہ ۔ سحرگاہ
آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ
آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۴۴ اشعار)
نکلے ۔ سکلے
بھاری ہے ۔ ساری ہے
کنعاں تھے ۔ بستاں تھے
رانی ۔ بھانی
میزبانی ۔ شہانی
ہٹکتی گھڑی ۔ شٹکتی گھڑی
بھرانی ۔ پھرانی
آئی ۔ پلائی
کھلائی ۔ جھلائی

ملے ۔ کھلے	بھایادے ۔ سہایادے	جام لی نے ۔ مدام لی نے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گگری	ناشاد کرتا ہے ۔ بیداد کرتا ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جوناچھے ۔ انگاون جوناچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ تھار خوش ندیسے
آئیا سر تھے ۔ جھمکائیا سر تھے	موتیاں کا عقید ہے ۔ دوتیاں کا عقید ہے	نیکادے ۔ بیکادے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلنے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ جبوری ہے
بھیری ۔ گوری	نماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کنول	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیرتا
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدمنے ۔ پدمنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	ثکاری لگی دے ۔ سنگاری لگی دے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کمول ساجے ۔ مدن کے باجے	ثنوانی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	بہانے جائے ۔ جانے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

کھلاتے ۔ پلاتے	دور کرساقی ۔ پرنور کرساقی	سات ہے ۔ دھات ہے
نور تھے ۔ پور تھے	دھن کے ۔ من کے	بہانے جائے ۔ جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ص ۔ ط ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہیں یا یہ غزلیں درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخۂ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں انوار	پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں انوار
اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں
قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم	معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈالدیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جاچکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو سکیاں درد کا نیہہ دوا ہوسے ترکماں انکے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہہ دوا ہوسے نہ ہر گز ان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہوگیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
بعینہٖ	نبی شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام
	احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
جن نام وہنیہ نابو جھے وو کاں وکیان کا	جن نام وہنیہ نابوجھے دو گن دکیان کا
جے نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
بعینہٖ	ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے
وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام	وو نقش کار توم کریں میرے دل مدام
بعینہٖ	انگار رہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا
جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام	جب تجے دیکھیا ہوں تو بھے کیا ہوں تجھے سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہٖ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

جدید دیوان	قدیم دیوان
دوڑا یا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا	دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا
بعینہٖ	دوڑانے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام
اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں
بعینہٖ	اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع ساقیا ترک کر عیش سوں اچہ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوشی اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے	(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ مگا اٹھے
ان اساساں روشنی ہے آفتاب	میری آہ کا آگ جیوں ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)	(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)
نظر تج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	(۲) نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت	نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت
طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو	(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو
کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت	کہ بالی ہیں سو من ہے بالا کا حاجت
ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔
قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین ابن ابراہیم قلی قطب شاہ تھا نہ کہ امین قلی
۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد کے دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا   علی کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیواں کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں ۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں ۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے ۔

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

(۹) عید سوری (۵ نظمیں ۔ ۳۵ اشعار)

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں ۔ ٦٦ اشعار)

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)

(۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضان (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

فہرست

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں ۔۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں ۔۵۲ اشعار)

ی

ن

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۷۴ اشعار)

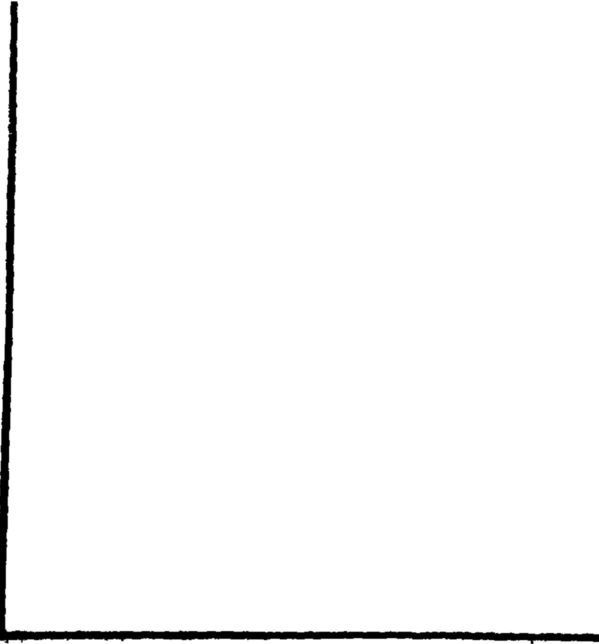
(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

ف

(۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں۔ ۲۳ اشعار)



حمد



چندر سور تیرے نور تھے، نِس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کِن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سوں تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجہ سوں کام ہے، تج نام جَپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھ تو

بہوتک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

یسوں نبی کا نِت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح (ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش | تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں مدا بخش
بندہ | تیرے کا مجھ کو
تج لطف تھے موجود ہوا جیو سیتی میں | اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش
تیرے سے روح سے | سے اپنے
دھریا ہے دو جگ پرتوں میا عالم ولیکن | اپ مہر کے آدہار سوں منج فیض خدا بخش
دھرا عالم محبت | اپنے سے مجھے
منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ | منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش
میرے دل پھولبن کو اپنے سے | میری آنکھ آئینہ کو اپنے چہرہ سے
یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں | بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش
ایک زبان سے تیرے | پھر کرنے کے لئے مجھے ہی
منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا | منج عیش کے سورج کوں دن دن توں ضیا بخش
تو کو | میرے روز بروز تو
صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے | دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش
اپنے محبت سے | اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں | دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطیٔ الانور کوں
سے میری | روشنی سے میری
نہ دکھلاؤں کسی جوہر فرد شاں کوں مرا جوہر | دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نینہہ یا ہیں کا — سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں..... اچھوں ہیں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے — لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
رہوں مجھے — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب حیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے منبر کوں
تیرے عشق کی ہوا نے مجھے چاروں طرف — ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں ابے بیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھر سے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب ہن پھول نوبت ہے — سدا رکھ آپ ..... یا رب توں اس سرو صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اس نینہہ کی دوکاں — ہوئے ہیں جال کے تیکیے سو دھن تج حسن کے زر کوں
عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ بلکڑیا ہے تن در کوں
نکال کپڑا تمہارے (ق)

(۴)

تمہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تمہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
تو ہی دنیا — تو ہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے ان کوں سدا — تمہیں کرنے ھارا ادیا یا حفیظ
کو — تو ہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں یا حیا یا حفیظ
(جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے)

بہوتیک دَرد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
(بہت ہی — مجھے)

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
(جو کچھ — تجھے — کہا — کہا)

نبی علی قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
(ہمیشہ — لا — محبت) (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سُن یا سمیع — منجے خوش تو رکھ رات دن یا سمیع
(مجھے — تو)

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
(مجھ سے — مجھ سے)

مرے دوستاں کوں توں نِت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
(تو ہمیشہ — کو آگ)

آبادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
(سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح)

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
(لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے)

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — او سے سار ہت دے عنین یا سمیع
(مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ باگ) (ج)

نَعْت

تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم دِنپھارا ہوا
تیرے رخ — جوت؛ روشنی سے — روشن
تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے — سے — عالم

یک لاک اسّی ہے پیغمبراں آئے جگت میانے ولے
ایک لاکھ — پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
تج پر نبوت ہے ختم سب تھے توں ہی پیارا ہوا
تجھ — سے

انبر ترنگ زیں چند نوا چابک برنگ تس بجلی
آسمان گھوڑا — چاند نیا — اسکی بجلی
سورج کرن پرچھ دے غاشا بدل کا را ہوا
نظر آئے — بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا یا کھر ستارے جھمکنے
محور سُہی فتراک جوں توں سوں پھراں بارا ہوا

دھرتی سُرنگیں فرش کی چوندصر سمد جو حوض ہے
زمین — چاروں طرف سمندر مثل
چھپّر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
تیرا — ہوا

جنت کتے تر جگ جس سوں یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم — تیرے
کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں بارا ہوا
تیرا — صحن اور — مقام

بہو نیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کندوری بھاؤ سوں
بہت ہی — سے کرتی — سے
سو تس کندوری لون میں سمدر سب کھارا ہوا
اس — نمک تھیں سمندر

باتاں گہریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سی پاک وصاف نچھاور کیا — نام
سو جائے کر آسمان پہ ہر یک بچن تارا ہوا
جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
ہمیشہ
قدرت تھے کہکشاں آئے گرد ندیاں لے سوارا ہوا
ان جس سے — کیفر سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم محمدؐ سے تھے اہے، جگ میں سو خاقانی مجھے
سے ہے دنیا
بندہ نبی کا جسم رہے، سُہتی ہے سلطانی سے مجھے
ہمیشہ ہے زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تے
جگہ سے سے
مستی مری تج ناؤں تھے، کہیتی ہیں دیوانی مجھے
تیرے نام سے کرتی

سب جگ بھلے ہن گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں
عالم بھول گئے عقل
لکھئے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مج سربلندی تا فلک
نام مجھے
آ کہیں سلاسارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
اسلئے تب

کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا
اور
موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے

بارا جو ہے شیطان میں، سنچر تے قطبا کان میں

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھوبان تھے، کرتا بڑائی جان تھے

بیں بہت سے سے

اپڑیا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے

حاصل ہوا عنایت سے خلعت (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے
آب کوثر کوں شرف تھدی کے پانی پور تھے
آب دہن سے

دل پرم جیپنے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے
کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی شاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ
کیوں کمر باندے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سوتے میں
نیر نیہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھرا پچھو نت بزم میں
ہمیشہ ہمیشہ
نامراداں کوں مراد جام دے اُس حور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج — عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہی طوفاں زور تھے

کے آتی — کے سے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیتے سوں مر دل کوں ڈگاتی دور تھے

کی کلغی سے — سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوے ہیں بیشمار — عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے

تیری راہ — سے

اے صبا توں قول لیا تب ہو ویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

میری — نہ سمجھیں — مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن تا دور تھے

سے — سے

توں سلیمان ثانی تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

تیری — سے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

مثل

نبی نانو لے کر کسی سے تھے نہ ڈر — توں رسڑی من ے دو دنیا ں کوں سوں تاب

نام — سے — تو رسی کی طرح دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سینتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

کے ساتھ — سے — عتاب

نہ بھاوے منجے پیون ہور کچھ
پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ
میں تیری ہوں چیری منجے آپ راب
غلام تجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال
محبت
صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار
محبت نکلے
ہتیلیاں سبھی چومیں اس کا رکاب

نبی صدقے ہے ترکماں دا اس امام
غلام
ہوا دو جگت تب سوال و جواب
عالم
(ق)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ
وہ

جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے
کہلایا
مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع
مددگار　(سب ؟)　وہ
نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کینتے ہیں (سب ؟) اس کوں ہنما رافع
بعد ازاں　خود ہی کرتے
کیتنک لوگاں سو منتے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک　ان
کیتنک دل کوں حضوراں کے سو تشہ دو لت ہوا رافع
کتنے ایک
محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نہیں ہے اے قطبا
کچھ　نہیں
او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضےٰ رافع

(ج)

* * *

مَنْقَبَت

کہنتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ

یعنی جنکو

پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ

دل دو

سورج ولایت گھن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے

آسماں اور

جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ

آرائش اور

شیر خدا تم ہیں کگر بر حق تمنا ماں کر

خود کہکر سمجھ کر تمکو

سارے ملک تمنا اپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ

تم پر دل سے

کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں

تمہارے

سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ

کے رے پھر سے

جب تجھے ہوا جگ میں تمارا نور پر کٹ ہو رُخت

سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف

تب تھے سپت گھن جوت پا کر جھلکن ہارے ہیں علیؑ

سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
چمکے دل جیسے آسمان چمکے سے

جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؔ
جو تمارا دل منقش کرلے

راکھو تماری چھانو تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمہاری کے تلے سے

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؔ
اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؔ
سہارا تجھ

منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؔ
مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر

سب جگ گدا سلطان توں، نو انبراں کا بھان توں
عالم آسانوں سورج تو

میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؔ
پشتیبان تو تیرے بغیر

سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا
سورج آئینہ آسمان

گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؔ
تیرے بغیر

رین دن جیووں تج دھیا کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
رات زندہ رہوں تیرا مجھے
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے خیر
کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
میں (کی) میں
منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
میرے لئے عالم میں

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم نخے سو کر بے غم مجے
اپنے سے ہمیشہ مجھے سے مجھے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تو ہی مجھے

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام تیرے
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پکڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں
ہاتھ کرم

کہکش وِنڈے سورج علم ٔ اسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈونڈا کے برابر

چودہ بہون بج حکم تل جم کر رکا پردھان توں
تیرے

جیو بات سمجن ہار توں ٔ اوتار تور توں ل ....
دل کی سمجھنے والا

یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں ٔ ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم

توں سائیں گنو نتا مرا ٔ بر لیا سبھی چنتا مرا
خواہش لا

سن سیو کا کنتھا مرا ٔ سبحان تھے سبحان توں
کہانی

حضرت نبی دشٹی کرے ٔ دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا کر

نس دن ترا سیوا کرے ٔ حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا

بات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تمہیاں راست
ہم کی ہوئی تھیں

رات کیاں باتاں صبا میں نیں تمیں روشن ضمیر
کی تنہا نہیں ہو

بیکس و ناکس ہوں ہیں، کس سے کروں پیرت کی بات
محبت

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
پڑھتا تمہارا

میں چراکا نیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
نہیں عشق

طالباں ہیں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر
مجھے

چوکہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
کان سے

تج دیا کرتار جگ میں گوہراں کا کھان سب
تجھے خالق

تو ہوئے ہیں سب نہاں روئے زمیں کے تو اسیر

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
تیرے سے بھرا ہوا تیرا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر
ملنے کے سے

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں

تو
سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں ناؤ تیرا ہے سب پہ چھایا نو تیرا
عالم نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمارے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا

آدھار سا تو کھن کا جیوں تو تربھون کا
سہارا انسان زندگی تو تینوں عالم
جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
تو
معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؔ توں 110

قطبا گگن پیا ہے مولود آج تیرا
گوایا
عشرت انند دے ان نت آیا یا علیؔ توں (ج)
ہمیشہ آ دیا

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا اللہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
دوسرا
مجھے
میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا
نہیں کچھ تیرے بغیر
منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ
مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

میں غلام حیدرؔ کرار دکر سب جانتے

بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ
غرور سے

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر) مجھ
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اُس ہوگا تباہ
تلوار سے (کا)
دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے
نج خلاصی تج کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیرے کے لئے (کی)
بہتر تیر تنگ خروری کا بزان ہوے میدان میں
دیکھ ٹک چو پھر کہ نیٹھے ہیں تہانے ادخواہ
ذرا چاروں طرف
گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم
بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت و جاہ
م
سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے
تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ
کے بغیر
(ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ سا جے
(سے) (ڈ کے)
کہ بیا وے د ما مے عرش میا بے باجے
میں بجے

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں
گلے سے باندھے
کہ دا دُو فی کا پھند نا او با ہاں پہ ساجے
ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہؓ تائیں اسماں منجے
کے لئے
کہ ناداں گگن کے تو لاکھ سال گاجے
آواز بادل

اُچائے عرش جو کی بی بی کتے تائیں
اٹھائے لئے
کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سیس تاجے
بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں
کے نام
جگت کے نہاں میں توں کر راج راجے
عالم بادشاہ ان راجہ

بی بیؓ فاطمہؓ عرش کے تاج ہیں
اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے
ان کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے
نوا ونا نوں کے دھاک تھے دید ے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگے

(۲)

گرو گھر بند سب گھرے گھر کر نے انند میں باجی — فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تھہانی

خلعت مجھے

بخت انوں کے ہیں بڑے الحمدللہ شکر کر — چاک نا ہوئے تیوں اپیند کہے ہندستانی

ان — نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس پر — دیکھ بالیاں ہات جوڑے نیں ہیں اپھل بوستانی

اوپر باندھے تیرے سر پر — دیکھ کر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص ہتے ہیں نورانی — مادے منڈپ چھت تاریاں سوں ہے سپلا آسمانی

تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب نوے غمزے دکھاویں — ساقیاں بھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی

سے نئے — میں

پاتراں نونا ؤکے غمزے دکھاویں گھنگرو میں — تال دھماری گاونا مندے دھکاری شادمانی

طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پُر جگ میں بڑائی

اپنے پُر

منج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے خنّار معاذ
بیں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہر جگ یار معاذ
جگ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منج جسم حمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ، محمدؐ، علیؑ ہور بارہ امام
اور

یو سب اہیں قطب کے سو آیار معاذ
یہ ہیں اور یار

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم
سیاہی کفر کی بھانو اجالا جگمگاوو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داپٹ کر غم کی
حملہ کر کے
۱۴۰ توحیدر کی کٹاریاں سوں ہیا ان کا چراوو تم
سے دل چیر دو

پیے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
جو ہاتھ سے
سدا حضرت کے سر ابر مال شاہاں میں گواوو تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج
غلامی سے میرے لئے
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوو تم

محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
مجھے ہے دن
گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم
طوائف خوشی سے


عید میلاد نبی

فرشتے سترگ ساتو کوں ستا۔ ہاں سوں سنوانتے ہیں
جنت ساتوں ستا دن سے سنواتے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لے

مگر مولود ہے شہ کا عرش او پر طبل کا جے
شاید

مراداں پاونے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سمانتے نیں سو اپنے پیرہن ہیانے
سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نثارے ہیں
تینوں نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بہو چھند سوں
بہت سے

تو اس کی عمر و دولت میں دعا صف صف ہو ٹھاڑے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
اور سے

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
اور نہیں ہے

صدق .... کاری آپ اُجاپا نا نو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سوشہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے تر کماں آج میزوانی
میزبانی کرایا
۱۵۰ علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو بزرگن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی بہاڑیاں نو جنن کے تئیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر
اُنن دن مولو د آئے خوش خبر قدسی لیو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش جنت آٹو سنوارے ہیں
گوائے آٹھوں
فلک سرمائی مخمل کے ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالہ سئے منڈپ لوری........ ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر میں تر دھایا
چاند آسمان سمندر میں
نبی پر وارنے لیایا ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا

سُرج افشان گر ہو کر، نبی مندر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں
زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مندر چوندھر مل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف جمع ہو کر
سگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن لگائے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جو اہر سو نبی کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے
جگت سب جگمگا یا بھی خوشیاں کا غل اُچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر
اُجالا دین پایا بھی تو پھانکے کفر اندھارے ہیں

سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا
نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

(۳)

خلایق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا ۱۶۰ یقیں ما نو سکل دن میں یہی دن ہی شرف دارا
(عالم ۔ دن کی ۔ سب ۔ شرف رکھنے والا)

اسی مولود کی خاطر سکل کا فر فنا کیتا ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر تھارا
(سب ۔ کرتا ۔ سے ۔ کرتا ۔ مقام)

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر حلے نوری بہشتیاں تئیں پنائے خوب چوں سارا
(لباس ۔ کو ۔ پہنائے ۔ چاروں طرف)

صفت دنگی امت ہم تم زباں کہن سکے تا جگ فلک بھی کہے دو بار ہوئیں تو بھی ہی جوکہ دشوارا
(کہہ سکے ۔ دونوں عالم ۔ ان کی ۔ زمین ۔ ہوں)

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا کیا راز نہاں ظاہر ہوا حل معمارا
(اپنے ہاتھ)

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے فقیر و شاہ سب مل کر دو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں دا سن پیغمبر توشاہاں کے تاریاں میں تیں نور ہے سورج سارا
(غلام ۔ تیری پیشانی پر ۔ تمہارا ۔ سورج کے مانند)

(۴) (ق)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند تو اس مبارک دیس تھے تر لوک سب پایا انند
(پھر از سر نو نئی ۔ لایا ۔ دن سے ۔ عالم ۔ عیش)

گھر گھر بدھاوا کاج بھی بھوساج سوں دن آج کے سب جگ ابر بادل ہو کر چوندیس تھے چھایا انند
(بہت سجاوٹ سے ۔ عالم پر ۔ چاروں طرف سے ۔ عیش)

خوش ہو خوشی ہنستی اہے ہور عیش متوالا ہوا — عشرت لگیا ات ناچنے آلاب جب گایا انند
(لگا)

۱۷۰ جیسے انند منگنے اتھے اس تھے آلے لاک لاک — کرتار اپنے پیار تھے ہناں کوں دکھلایا انند
(اور، سے، لاکھ لاکھ، مانگنے تھے، سے، خالق، سے، ہم، کو، خوشی)

جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھلتے ہوں — لالے کے پیالے بھر مگر مد باو پیلایا انند
(مست، شراب ہوا پلایا)

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے — امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولا یا انند
(سے پھول پھول)

قسمت کرنہارا امیں جس دیس تھے قسمت کیا — اس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
(بنانے والا خود ہی، دن سے، دن سے، حصہ میں تیرے (ج))

(۵)

نبیؐ مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
(سے)

عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
(سے)

مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
(کی، مجھے، ہو، یہ، اور)

ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
(سے، اور)

کریں عیداں خوشیاں عشرت و لے اس عید سم ناویں
(کے مقابل نہ آویں)

علیؐ مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش
(سے)

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسوییں تے پہنچا ہے
سے
تو اُس کے ہاتھ تے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
سے نکلے
تجے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
تجھ
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
ہملوگ کے
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
تیرا دل سے
اُسے دوتوں جگت میانے سراہے افتخاراں خوش
میں
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد لکو یا رب
کبھی نہوں
اوسی کی آرزو تے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
سے
عشق مولود میں پیالے یو شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
مجھے
ملے ہیں خوب عیدئے ہور خوب یاڑ ہور خوب پیرت منج
اور محبت
ہمن میانے ان میانے پرت کی ہے لہاراں خوش
ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
سایہ مجھ

نبیؐ صدقے قطب انگے رکھیں سر کا مگاراں خوش
کے آگے

(۶)

گناۓ نبیؐ کے جو مولود انند اں ہمسایوں محمد قطب شہ نرگساں
گوائے خوشی سے

سنوارے جگت سب جنت جوں چترت سوں نگارے سو بازار قصر اں محلاں
جنت کی طرح سے

منگار آویں حوراں من ہر طرف تھے مرصع میں ڈوب سر تھے پگ نوری تاراں
(سر کے) حوروں کی طرح سے ڈوب سرسے پاؤں تک

منڈپ تل ہوا کے سوہاوے تھے آویں پرم مدپی لک جھنڈ سوں شاد پریاں
شامیانہ کے نیچے سے محبت کی شراب لاکھ

سو دھن جوبناں رست کنچن کراں جوں سو چک ویسی کج دیکھ ہوویں جگ کے حیراں
زمین کے (گرہ) کی طرح ذرا پستاں دیکھ کر

سو ہنس کو یلاں جیو کریں تحفہ اپنے سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں
دل عشوہ و ناز

تخت پر جو شہ بیس راۓ جگت سب ۱۹۰ دیکھت چتر سر مانی شہ کا جوں آسماں
بیٹھ کر دیکھ کر شل

دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر ہیں ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں
زمین پر

جب آئے شہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہندو راجاں
بادشاہوں سے دونوں طرف ہاتھ

بدخشی لعل حوض خانے میں بھر شر اجت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے ناتوسن کر ڈھلے کھم لے پیالے اوپی پیالے جے پیتے مستاں
کا نام بہت وہ

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں
دیکھنے کیلئے لاکھ لاکھ

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب گمورات ون قطب شہ نت انداں
دیکھکر کہویں بسر کرو ہمیشہ چین سے

نبیؐ کے دیا تھے قیام ست ملک تم گناوو نبیؐ کے سو مولود لاکھاں
کرم سے گواؤ لاکھوں

(ق)



(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہو دھات انند سوں عیشاں سنگات لیایا

اول برات روزی روز یہ (ہے) فیروزی
اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ کھایا

شاہاں میں رتبہ عالی قطب شہ ہے موالی
مبعث رسول اعالی چھند بند سوں گنایا

اس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رجھا
خوانِ خلیلی احساں اپ مہد میں کھایا

اللہ رضا سوں جگ میں سکھ ہیں تے لوانداں
غم کا نشاں کہیں کوں جینا ڈھونڈیا نہ پایا

مبعث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبی ترکماں جم راج کر نوں عیشاں
شاہ علی نبی تھے منگ نج شہی دلایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوثِ مصطفیٰ کا
پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں
بھایا ہی دو جہاں کوں تج چھاؤں خوش عطا کا

لیائے ہیں وحی جبرئیل حق کے حبیب کوں تب — اقراکہ توں ہے خاتم سالم سوا نبیا کا
(کے پاس) (جملہ)

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر — تب پگ لگے نو انبر اس شمس والضحیٰ کا
(بیٹھے) (قدم) (آسمان)

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم — من جیو سدا ہے بےغم اب شاہ ہور گدا کا
(برابر) (دل) (روح) (اور)

انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر — ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
(آسمان) (آئینے کے مانند) (زمانہ) (سورج) (چاند)

قطبا بندا ہے نبرا دو جگ میں یا محمدؐ — دایم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا
(بندہ) (زیادہ کرم)
(ن)

(۳)

مصطفےٰ بعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
(دن)
صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
(کے)
حق رضا سینی خبر لے آئیا ہے جبرئیل
(کی) (سے) (آیا)
سب نبیاں کے میانے دیتے ہیں تمن ہیں آج راج
(درمیان) (نہیں)
عرش پایا ہے تمن پنج گوہراں تھے روشنی
(تمہارے) (سے)
نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
(کو) (اجازت کہ) (تمہارے علاوہ)

پیا سوں حضرت کہتے بیٹھو اخی کر جبریل

تب کہے خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج

تجداں کوں باندکر بت خانہ کے سب بت تڑا

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج

جبرئیل لے آئے سواپ دو ستاں کو کئے خبر

جے قبولے نور پائے نا قبولاں لکھ سو واج

دن ازل تھے مرتضےٰ کو کہتے ہیں نائب تمن

ذوالفقار اب کافراں کو مار کرلیو خراج

نا سکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں

بندہ خدمت میں چوکیا کر سب بنداں میں کریا لاج

دو جہاں میں حق حبیب اپنا مَیں تیں ما نبیا

قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج

(ج)

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن
ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم
کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے
کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی
انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ہمارے ہیں نبی سرتاج سارے انبیا کے تو
نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

نبیؐ مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہو یک دل سوں
گزنا (منانا) یکسوئی اور سے
سو اس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبیؐ صدقے کیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
اُدا
کہ اُس کی نازکی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور سے
ج،

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول اَدھر خوشی کے
ہونٹ سے
کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
حرف
سبھیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر
سب ہی تمہاری تعریف کئے پہن کر
خوشی سات آ ملایک تانے سر چھتر خوشی کے
کے ساتھ
جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
سے ظاہر
ملک، اچھریاں، بشر دل بسے، دل نگر خوشی کے
پریاں

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے
بناکر

بلی جائے کر دیکھائیں عنبر میں بلا دھوویں کے

چھند بند سوں بھید اچنبے کر سات انبر خوشی کے
آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں
کرایا

پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے
دھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آ کر رٹ دشٹ تن یک اوپر
بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطب انصر خوشی کے
سے

(ج)

شبِ معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج

خدا یا تاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے

اور سورج انکے سے

دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج

اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن میں و سمجی نجھو نکت

(۶)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں

ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سُہنتے سراج

نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ائیں

ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج

سے شاہنشاہ (ح)

عہدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے
نبیؐ صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے

ملایک دور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں ساتو آسماں جب تے جو نوری ہے

اِسے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے

نبیؐ ہور مرتضیٰؑ کے نور تھے پایا چندا جھمکن
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں ترلوک دو جگ کیاں
ابیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار سہتیاں یوں
سو دیا آپس میں اور زینت بنی اشطیا
بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

محمد مصطفےٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن
بہت
کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا مہوری ہے

(ح)

(۲)

عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی
پھر
سنتوس اد کہ اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
سے پھر

جوبن پوریاں سینے کے طبق سُتے میں بھر
کی سونے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
نپک پھندسوں جگت جیو کوں اُلجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نور تن ہار سوں پچل ہاک کلی کھال

اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے

صدقے نبی کے قطب کے جھنڈاں کئے پین سٹن

لک دھات سوں ہر تل نپ سوں پھل ہار سکیاں بھی
لاکھوں طرح سے

(۳)

نبیؐ کی عید سوری آ مندر مج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں

دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے

بھرن چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیرے کنکالاں میں
عشوؤں سے رات

سمو کر سور نہیں چند نہ حمالے من سروراں کے
عشق چاند

سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چندر رکھیاں لٹکت
سورج چلا کر آفاق ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو مکن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفےٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے

لایا
سلاماں سات لکھ لیا یا خضر پینے محمل تیں
لایا کیلئے
دنیا میں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

رہو
محمد کی جینا نیکی کئے خوشیاں محمد جب
قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پڑ تارے اتارے کاتے سوراں کے

زمین
طنبور کے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پہ طنبوراں کے

ملک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
تلا
انندوں آ شفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے
آسمان
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے ۲۶۰

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے

لایا — پہنایا

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں — دل کے چمناں منے کھلایا ہے

ہوائے عشق سے — میں

مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عید ساقی ہوکر پلایا ہے

شرابِ عشق

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ سینی خواں رچایا ہے

سے

نیر پیو لے پیالے بھر بھر کر — شبیاں کوں خضر پلایا ہے

پانی پینے کے لئے

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش اوک دلایا ہے

سے — زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے

سے — جہاں تہاں — نظر آتا

نبی کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھرے گھر آج دن کاجاں پہ کاجاں ہوونے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے ادک منصور دستا ہے

میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

سے

ہر یک مومن کے من کے میانے پتا سور دستا ہے ۲۷۰

دل میں سورج

انبر سفرے میں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں

آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے

چاروں طرف سے

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب

سے

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدہر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی

ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھرپور جیوں سمدور دستا ہے

سمند

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے

سب


عید مولود علی
علیہ الصلوٰۃ والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا مرتضیٰ بارہ اماں عید ہے معبود کا

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ اس تن ان میں کیتے ہیں ظہور جن کیے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

اور کرے جو

جب وو نور رحمت اس جگ پر ہوا فیض بکا شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن اگر بہبود کا

وہ عالم لئے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب ست جھڑے طاقِ کسریٰ تب نشاں لیا عدم مفقود کا

اپید ہوا

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

آگ میگھ برسا جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

بارہ معصوم کے ہیں داس جتنے تھے نبی پیشوا حضرت نبی کا تھا ست داؤد کا

غلام

جب نبی صدقے ہوا ہے وو اس قنبر کا قطب دو جگت میں ہیں ترکمن عاقبت محمود کا

غلام نو عالم (ج)

(۳)

حضرت علی مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

ہے

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے مومناں کا عید ہے

یہ

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیس سوں لے طاہراں کا عید ہے
اور سر سے یہ

منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آل طالباں کا عید ہے
یہ نہیں جگہ

نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گاین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں حب دیا ہے منج خدا
حضرت محباں میں سدا قطب زماں کا عید ہے
مجھے
کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا
پیدائش
کرو وہ حیدرؑ لیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
کے سا ظاہر
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا
سے پیدا ہوتے سے
ہوا گلشن ادِک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰؑ میرے
چھڑانے والے ہیں
انن کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰؐ سیتے
کے ساتھ
تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے، علیؑ کا داس ہے قطبا
اور

تو جگ میں پا ئیا رتنا سو جم خاقان سکندر کا
غلام
پایا سوتی (ج)

(۴)

سینی اماں مولود آیا — ڈو جگ کے من کوں لے مولود بھایا
سے دل کو سے

بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں — سرج چند شمع سوں مجلس سُہایا
سورج چاند کی شمع سے کو زیب دیا

سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں — مگر ویکنٹھ بن پھل بار آیا
پھول رنگا رنگ جنت پھول

صدر مند ر سنگارے جڑت سینے — سو نرمل گو صحراں سوں جگجگایا
جڑاو سے صاف

سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو — سجن کے من کو وو سنگار بھایا
اور وہ

سبھا آئین بندی سوں سنواریا ۳۰۰ ——— (کرم خوردہ) ———
سنوارا

نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ
چمکا تمھارا
خوشی کے درودان بھیجو سوئے فرخ

تولد ہوئے آج کے دن امام
دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ
نیا تے اچھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرے کنگھی
کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا
فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے تھی ساقی
تیری سے
چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی
ہم تمھارے
اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی
کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت
تمھاری تمھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں
(سے)
تو آکہ نورانی کرے جگ پنے جھلک سوں
(آکے — عالم کو)

پیالا ہے چندر پھولاں تارے ہیں ازل کے
(چاند)
پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں
(ہاتھ میں)

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ
(نام)
خشیاں وانداں کرے یک لک دو لک سوں
(خوشی — بخشش — لاکھ دو لاکھ)

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے
(نت — تجھے)
لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
(لاکھ)

تج دھاک کا پروا ہے یو درجن کے انکھیاں
(تیرے رعب — دشمن)
جو بھیری کوں جم راکھنے سکاری سو فلک سوں
(رکھنے)

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی
(سے — تک)
کہتا ہے نگن ساچ جو سُن جسے پیلک سوں
(سچے)

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم گننے سن کر
(برابر گننے)
کاں ہو سکے سم دھنگری سو خار او ملک سوں
(کہاں — مقابل)
(ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی
(کے ساتھ)
جبرئیل نے وارنے طبقاں لیا حوراں سیتی
(نثار کرنے — لانے کے ساتھ)

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیر خدا
کوئی نبی نا پایا اے حرمت اتنے جاواں سیتی
(یہ — اتنے)

مصطفےٰ آئے علیؓ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ بنجہ گناخی سوں سُنتے ہیں بہت نالاں ستی
ڈالتے سے

تب کہے حضرت نکرس منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں ستی
نہ کرسکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیاں ان کے تولد تھے نِگٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں ستی
سے مجھے سے

ان کے نوراں تھے ہی ہیں نین میانے روشنی شہ کے بنداں میں رہیا ہو بندہ ہو موقراں ستی
سے آنکھ میں بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگناس عہد میں مہرباں ہی کنا و دوستاں خوشیاں ستی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں بس بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی
کہاں

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں ستی
تیرے ہاتھ سب (ف)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن اوک مولود حیدرؑ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سا نوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک سا نو فلک تجھے آج آئے طواف کرنے نبیں
کے لئے سے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تجھے
سے

تجلی موماں کے سو دلاں اس دن تجھے یوں پائے ۳۲۰
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تجھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تجھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق
سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نپٹ ان دو نو رہبر تجھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علیؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تجھے
اپنے سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرا یا دامن
تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سروری ہے تج و سرور تجھے
تجھے اس (ر ج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں
خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے جہاں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندھیر گرچہ سب خوشیاں ہور باس ہے لہار کا
چاروں طرف اور
رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مسہ نو یلا چھند کا
وہ
منج دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے او نار کو میں رات دن سیوا کروں
نبیؐ و علیؑ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناداب سب نار کو بھرائیا
او ناد بھر یا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب نال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا تو تم
سے

ساتو سُراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو
ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

۳۴۰
حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ پر فرماں کرو
سے

(ق)

(✤)



موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت وے رسول آپی بیاں کیتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں کوں منبر انبر
کی سیڑھی سے آسمان

دیئے ہیں داد پیغمبر منبر پر چڑ فصاحت کا
چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا
کرتے کے ساتھ رتبہ

کنانے ہیں ملک منگل عرش پر کا جتے منڈل
کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن نگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس دیں کا
تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں وے فیض عنایت کا

نبیؐ کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علیؑ سوں کر
کہا
علیؑ مظہر امو لک ہے رتن میری سو قدرت کا
بے بہا
نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا
کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ　　میرے لئے (ج)

(۲)

بیمیاں کا عید پھر کر آییا خُمِّ غدیر　　دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر
آیا
ایہ قرآں نازل جیوں ہوا حضرتؐ کے تئیں　　مرتضیٰؑ ہیں پیغمبرؐ جگ میں جیوں محمدؐ بنظیر
جس طرح　　مثل
انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا　　سچ تمیں داماد پیغمبرؐ ہیں غلام الخبیر
اور　　تم کو　　تم ہی
مصطفیٰؐ کے امر پر سر تجیں دھر دل آیا چندا　　مرتضیٰؑ فرماں سو پھر کر آییا مہر منیر
زمین پر دھر نے　　چاند　　آیا
دین و دنیا دونی ہیں حضرت کے قایم تا ابد　　دو جہاں کی حکمتاں میں ہے تمہی روشن ضمیر
ہے　　تم ہی
کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر　　منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
تمہارے　　مجھ

ازانل تجھے ہے غلام مصطفےٰ قطب زماں — مہنج غلام کتریں کوں دست پکڑو یا امیر

(ف)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا — خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دشمن سو کیہ جلے — کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

شادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ — چو دہیر عود جلاؤ دھد کا ربر مکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا — لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوش فکی کا

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے — بھوروپ سندری ہے دھرتی ہے تن نیکا ۲۰

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے — ات چھند بندی سہاوے سار باں اس پری کا

(ج)

(۴)

سب کرو مل کر مبارک بادئی عید غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آنیا... ... کبیر

میز بانی عید کا جگ میں کنا و عیش سوں
مطرباں لا کر گو اور راگ ہور لاؤ عبیر

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید میں
تو لکھے سنتے کے پانی سوں عطار د خوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سینپور ہے اس عید تھے
تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں ہیر

باجتے اس عید کے طبلاں ہیرک سا تو منے
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر

تس دنا بن کوئی دن نا ہیں دعا منگنے کتیں
ان دنوں کے بغیر کہے لیئے
مرتضیٰ تیں مصطفےٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے نامیں پیغمبر ا پیں
کرتے لئے خود
تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیر
۲۰۰

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی ان میں
مجھے
ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کیتا رکھوں
گرد اُنو کی نعل کا سُرما کریں شاہ و وزیر
اُن

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
تو
اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
(ق)
ئیں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

(۵)

خلافت دے نبی کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدر ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج میہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ تو کھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیا دین کا پایا

سے اٹھے تھا

علیؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپتر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل پچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطار دیچ لکھیا ہے سو کہکشاں کلک سوں تیری
سو آسماں کے ورق او پر بدل ریکھاں سو سطر ہے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن
کہ او منج کوں چھڑا او نہار ہو رسب ٹھار رہبر ہے　(ج)

(۶)

خم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی　　عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب　　پہنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کیے آج　　تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کیے شہانی
بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے　　پلنے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی
ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق　　رکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی
جو کوئی کریگا اس دن واجب سوں عیش عشرت　　دو جگ میں عیش آنند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
سے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبیر ہے
میں یہ گہرا
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا — دو جگ اُپرا میر سو حضرت امیرؑ ہے
دن
تج سبو.... سماں سدا دھیان یوں پھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ
سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا — تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم
تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر — کہکش نیزا لے ہات چند گوب ابیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند
سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں — سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندھیر تھے سارے بھی

سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیر رات جیا ؤ محلاں تن سنگارے بھی

کرنے پھر

مقرب فرشتے چار وری کن تھے علیؑ کے تئیں

کے پاس سے

لے آئے و بدبے سیتی ولایت کے پھرارے بھی

سے

کرن رشتت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا

جگہ

کھڑے قطار کر رضواں اشت کرنہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری

اور

علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے وار ٹھارے بھی

دروازہ پر ٹھیرے قدم

سپت گگن پھر نہارے سو دھرے چوندھیر تھے سرزمیں

سات آسمان پھر نیوائے چاروں طرف سے سرزمین پر

ہوئے مل سب علیؑ پر تھے فدا چند سورتارے بھی

سے چاند سورج پھر

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)



شبِ برات



(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا — خوشیاں کا اجالا جگت میں دکھایا
سے — شب برات — دنیا

براتاں لیکر آیا ساریاں نبی تھے تس ہو — خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا
لے کر — سب — کے ساتھ دنیا کو جگمگ کیا

اماماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کے دیا سوں سہایا
محبت — اور — کرم سے بھلا ہوا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو ہنت — شہا کے مندر ڈھمٹمایاں بجایا
بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کرکر — سو سارے جگت میں دوراہی پھرایا
دہائی، ڈھنڈوری

محمد قطب شہ کے سارے فندیاں کوں — سونا بود کر کر جگت تھے گنوایا
کو — دشمنوں — سے — گم کیا

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں — سو ساقی کوثر پیالے پلایا
کو — آب حیات کی شراب

(ج)

(۲)

جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا ۱۰۴ تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
شب برات — سے — سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے — شرف سب رات تے شبرات پایا
سے — سے

گگن درپن نمن جھگن لگیا ات　　رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
(آسمان آئینے کے مانند روشن ہوگیا　　رات سورج بغیر)

اَجھت اس رین کے ات لاج بیتے　　کدھیں آپ مکھ رین میں نیں دکھایا
(رات سے　　کبھی اپنا رخ رات نہیں)

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر　　ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
(رات کی مثل پانی)

سُرج چند تارپھل بازیاں تھے رہی دھر　　انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
(سورج چاند پھولبازی سے زمین　　آسمان سے)

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا
(رات　　سے زیادہ کرکے چمکایا)

(ج)

(۳)

شگھن رات شب برات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
(مبارک　　لائی　　سب)

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاریاں کی
(کھانے والوں)

محمد فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علیؑ سوں مل
(کرتے　　کا　　کو ساتھ لے کر)

تو تن کے کھڑگ اُچالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
(ان　　تلوار کے　　سے　　بھاگ)

دہن پستے، نین شکر، ادھر بند گھر یکے نازک
آنکھ ہونٹ (گھڑی کے؟)
کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی
مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں کی

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پر مل سیام باداماں
کاجل
تھوڈی ہے سیب، دنداں جوں کچھار لیا میں چاریاں کی ۴۲۰
دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے والاں ہوا بالکے
جسم اس میں
تھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں چیلی ہے تاریاں کی
نظر آتی خوشہ

سورج مشعل، چندر جوناں، تارے جو نکہ گلریزاں
مثل
دیپائی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آکنواریاں کی
چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو
یہ اور ظاہر
جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پنچ گلعذاریاں کی
سے

نچھل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں میں لے سکیاں اور
ہیروں کنول ہاتھوں
کرن بھنجن ادھرے سوں خماراں سب خماریاں کی
توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں وپ ہور جوہر یا ناریاں

ے پاؤں تک ۔ حکمتی ۔ اور

سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی

(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سرتھے

پھر از سر نو

جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

چند سورج اُتن دونوں بچاریاں کا وُھا دن لج

چاند ۔ وہ

اوک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے

زیادہ روشنی ۔ چاند سورج ۔ لائے ۔ پھر از سر نو

عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف آسماں پر

زمین

کہ دھرتی کوں نچھل آسمان کر جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں

خود کو ۔ مانگتی ۔ تھیں

اُتن کے من کے چنیتے تیو نچ سکھ دُکھ لائے بھی سر تھے

اُن ۔ دل ۔ آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا
سو درسن دیکھلامیرے جگت ریجھائے بھی سرتھے ۴۳۰

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہو نندوں سوں
عروسانی سو باساں ہیں اِدک جھکائے بھی سرتھے

نبیؐ صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوک بھاگوں ال
قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سرتھے
(ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آیا سرتھے
کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکا یا سرتھے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے
انند کا نور منج پر جیسے تمنے چھائیا سرتھے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس

ہُسیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں

جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی

اکیس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی

کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبیؐ صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ

کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

———— (۰) ————

(۶)

۱۰۴۴

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دِپائے — آب حیات مُنج کوں اپ ست خضر پلائے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں — قطبا برات لیکر نِس دن انند گنوائے

ہے سرو قد ہوائی پھلباز ی ناگ پھلڑی — مہتاب پیلہ لائے رنگ سورا وھرچڑائے

نِس کیس ہیانے کیوڑے دستے ہیں ہیرس کے جیوں — تاراں پھٹاک ناواں آنند گگن گجائے

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملاجیوں — حاجب ہوائی سینتیں اپنا دوراُئی پھرائے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جیوں لو کریا کے جھیلے — مُنج شمع مجلس اوپر ا و شمع کوں ہولائے

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری — پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن — موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

شب برات روزی کا برات پھر لیایا — پیا کا کھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت　　بھنواں ہلال تھے نس دن ہے مو جیا روشن
(رات — سے — میرا دل)

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں　　نین ہوائی تھے ہونا ہے سب ہوا روشن
(چاند کی روشنی — آسمانوں — سے)

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول　　پیا بچن کے پھلاں آگے نہیں سدا روشن
(سے — پھولوں کے مقابل)

دندیاں کے سینے پھوٹیں یو زر جیوں چھوں بھانڈ نکال　　خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن
(دشمنوں — اور — مثل)　　(ق)

(۸)

شب رات آ کیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن
(شبرات — کو)

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
(جیسے — سے)

جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلا کے عاشقاں کے

نیناں کتے تئیں کیا ہے اس نور سینتے گلشن
(آنکھوں کو — سے)

خوباں کے زلف سینتے نسبت ہے اس رین کوں
(کے ساتھ — رات کو)

تو اُس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
(زیب دیتا)

اُس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے
اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن
سے
جھڑتے ہیں پھول گلر ہزار اس کی ہنجھی ہنسی تھے
سے
تو چند، سُرج، تارے، اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے
اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین
نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من
محبت
صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے
لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن (ج)
لاکھ اہے سے (کی)، (لی)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہرویاں ۴۶۰
چندر، سورج، تارے دیکھت نِن جھلک کوں جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک کدھن، پین نورتن کے ابرہن

ایک عورت پہن لباس

پی مدمدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں

شراب قدم

مکھ شتاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں

رخ

دکھلائے کر مہتاب کوں، بے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹک کے جب جھلک، دونو الک کے سو مہک

حسین زلفوں

مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سدھ ہو لک لک آئے ہیں

سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اپر چھاتی سندر، لٹ سیام بھر کچ تس بھتر

زلف

جانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں

قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے، گل ریز گل کا ہار ہے

عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب یار ہے، ہیکس پہ یک چل آئے ہیں

ایک پر

قطب زماں حکم رواں، تل جاوداں رہے یو جہاں

کے یہ کے بخشش

امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں

(ج) استطرح جیو (صفاتی)

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے — نین مہتاب سینتے دن کری رے
بیں بچر سے عورت — آنکھ کے سے

عجب اس دھن کے مکھ پر ہے تجلی — ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں — گھڑیاں بازیاں سو اپ چبن کری رے
جسطرح خط سرمہ — اپنا

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر ۴۷۰ نلی طاوس چک چومن کری رے

پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شبرات — دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے
ناک کی سے — زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے حکمت درپن کری رے
کی — سے دنیا کو آئینہ

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن — گگن کوں پگ منے پینجن کری رے
قدم زمین اے حسین — آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب — بنداں خوے تار کی سر پر کری رے
تیرے — بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا — تو قدرت سینتے تن ابرن کری رے
سے جسم پر لباس

عشق کے نو بہار کی توں کلی ہے — پھلاں امریت کے جوبن کری رے
میوہ آبحیات

خدا بن کسن نہیں ڈرتی ہے کھنونلی (کوتلی) — کے بغیر کسی سے
تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے

جُکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا — جو کچھ
دو تن کی بات کی جتن کری رے

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں بھولا کر — غیر — دیوانہ بنا کر
تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں — اپنے لئے محفوظ کرلی — (ج)



ہلالِ عید

(و)

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۰۰ سونئیں ہلال پیرے مہہ کی مثال ساقی

چگ جامیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیج قبعہ پڑیا ہے گھن پہ پر کر منج نہال ساقی

نوری ورق پہ لکیا خمار سرخ مج تجہ انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

یک ماہ تھے مراول لالونیاں گگن کوں ڈھونڈ نو چند ر پیالا پایا ابتال ساقی

تم شال ابر شفق رنگ کے اوڑاپ بغل تھے دیتا صرے ثریا دیکھ جم اتال ساقی

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی

گالاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کوں جگ ندھر بھرتا لیکر کمل میں پیا لا گلال ساقی

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر دھر کیوں رے دنزے رکھنے سکیاں کر کرلول ساقی

سُن منس کہیاں کہ سور ان چاند یا روزے سی کہیا جو پوچھتا ہے مے دے سٹ یو خیال ساقی

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے تو دے بوسے لب نمک سوں کرے حلال ساقی

صدقے نبی علی کے ہے ست الست تھے قطبا ۔ ۴۹۰ رتن پردیا تو مے لب ہاں اب سنبھال ساقی

اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا
بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا

ادھر کی مد کی گھر کوں کلف تھا سو مکڑا
سوکئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا

چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھپیلی
مشاطا ہو عیدا نگارت دکھایا

صراحی سرو سرو ساقی چھنداں سوں
پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں
کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا

محمد نبی فیض تھے عید آکر
محمد قطب کوں صدارت دکھایا

(ا، ن)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی
لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی

مد عیش تھے پیا ہے انت روشنی دیا ہے
بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی — دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب جوں خضر تم جلا اب — پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے — مثل ہمیشہ — شراب کے

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں — اپ من منے ملے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
متوالے — اپنے من میں

دل لید زاہداں کے صوفی و عابداں کے — لے خرقے طاقتاں کے دے مدن و ام ساقی
مائل — شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے — مدپی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
لائے — مدہوش

کھلئے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب — مدجام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے پھول — ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفیٰ تھے — اپ پیار مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے سے — سے حاصل ہوا انعام (ج)

(۴)

نھنا یا لا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند — چند اکھ بھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا نیا جس طرح نیا — مہ رخ مثل ماہ نو

نکھار یکھ اپر سیام بدل یوں گھن چھپائے — سبھی لوک نچھادیکھنے سپایا جیوں نوا چند
آسمان پر — مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند ادشٹ دو کھا موج — یہی روز کھلا دل لگا دیپایا جیوں نو چند
نظر — چمکایا

انچل چیر چھنالال تلیں نکھ پہ چند ر دیکھ
بدل کون لے ہیں جھل جل موسہایا جیوں نوچند

ہوا رات اندھاری ہی نچل جوت جگت مانے
کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نوا چند ۱۰۵

اتم لوگ چرن سیں لگا ویں سو کہت چند
(کہتا ہے چاند)
سو میں پاؤں پڑ یار دیکھ دکھایا جیوں نوا چند

معانی سو نکھار دیکھ ہوا قبلہ منا تو کو
اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نوا چند

(ق)

۵

رنس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی
(شب)
نوچند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی
(نئے چاند)

زُہد ریا تھے بھودن بدنام ہو رہیا ہوں
(سے بہت رہا)
پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی
(محبت)

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت
(سے اپنی)
کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

تیس دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو
(دن) (نے کیلئے مجھکو)
کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی
(تو)

صدقے نبی قطب کوں اپڑیا ہے مے طہورا
(کو حاصل ہوا)
کوثر تھے ساغر اپڑا صدقے امام ساقی
(سے) (حاصل ہوا)

(ج)

(٦)

ابرو کا اتم دیکھ سو عیدی کا ثمر ہے
او چند و کھت منج میں غلامی کا ثمر ہے

عیدی کا شدہا کرا دیا کرنہ کہو کوئی
او صوم تجلی کی گھرے گھر میں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر
کدھی تو تہی نا ہیں کون سترا اثر ہے

یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا
یا دست کی تاثیر یا عیسٰی سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراؤ
منج جام منے پیو کی نظر تھے سرا بھر ہے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں
پیتن گھنگرو ناو کے گرجن سوا نبر ہے

تج خیال ہمن دل میں سنے جب تھی جیا سوں
او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں میں تمارے سو تہا باز ہوا ہوں
اب باز منن ناؤں تو پچھیں کی نشر ہے

لے دیں کوں سناؤ نکو کوئی رمز رت کا
عالم منے وو خوک لقا مرد کی خر ہے

ن۱ ہ تم۔ ن۲ وو۔ ن۳ مجہ۔ ن۴ دو۔ ن۵ مجہ۔ ن۶ تجہ۔ ن۷ جیا۔ ن۸ ہمس۔ ن۹ تپوچھو۔

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ   آنند کا سرا پیو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند   شراب   (ق-ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا سٹایا عید
آسمان کے سمندر   ٹنے چاند

سو عشرت ہور انند نیاں پکڑ لے حد لیایا عید
اور   میں نہ ؟   لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
اسمان   بے ستون   اور بے   باندھے

نوا چند رو حجر کا طاق بندے سو بندھایا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرناکر
سب   دیکھ کر   اس

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید
نئے چاند   نیا   ۵۰۳

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس گج اُپر چڑکر
آسمان ہاتھی نیا چاند   اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ   میں

ن ۱/۱ مقفائی

جو خمخانہ کوں موند یا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی

بند کیا روزہ

نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید

نئے چاند کی کنجی سے پھر سے

رجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگاں

دل اور

نوا چندر کا چنگ لے چنگ میں چھندسوں بجایا عید

نئے چاند

جنت بن میں کھلیں جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے

کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید

گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں

گھس کی طرح

نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید

نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید

رخ پر نظر آئے

اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصالِ عید

ان کو

خرم خوشیاں سوں شہوے کی سیوں پیا بھری پریا

ساقی پلا پیالہ کہ آیا ھلالِ عید

تج خدا کا شکر دے منجے شیر خرمے میں　　شربت پلا ادھر سیتے کھلیا گلال عید
تو اپنے　مجھے　　ہونٹ سے

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر　　چُنری کی کستاں کرو آیا ہے لال عید
لایا　مے خانہ　سے　ہوا

طرے کے لال تار یا تھے چوتا شراب لال　　جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا ز لال عید
سے　ٹپکتا　　کی بھٹی چڑھاؤ

بوباں کے منج بہرتا ہوں اس ہونٹ باغ　　پھولاں پھلاں سوں بیچا ہے اُتم نہال عید
میں　جمع بوسہ　اس کے

رُستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کماں کوں　　پلکاں کے تیراں سیتی پھنکایا اچھال عید
سکے　کو　　سے

مکھ پر گمٹ چڑائے مکٹ کا گمٹ منے　　تو حسن بہار میں سُہے سو گگے کا ڈھال عید
تیرے　بہار　زیبا　خط ستر

ما چین و چیں ختا ہے پھندا چیں تھی باز　　نج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہے مال عید
بیچے　سے　منقوش　　تیرے　سونے　سے　لایا

تانے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر　　پیاریاں پریاں سوں ماوے اپرا ور مال عید
سے　مجھ　آسمانی　　وہ

صدقے نبیؐ کے سو رچند رتا اچھے گگن
جبتک ہے آسمان
نت میت سوں قطب کرو سو لک سال عید
لاکھ

(۹)

ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے
مے لیایا کرنے نیناں متوال موہنیاں کے
آنکھیں متوالی

شبہ خرما، قند، بداماں پستے، جیواں ملاکر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے
کے ساتھ کرنا

ڈھل کانوں تھے گلائی گالاں پہ لال لالی
لینگے چھنداں سوں موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے

کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جھلتے جوباں پر ستھ مال موہنیاں کے
ہار

لکھ لکھ الک سر کے سٹ دکھلائے فن سوں تِل تِل
زلف میں پیچ لٹک ڈالکر
تو سیٹرے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے
گرفتار ہوں کے پرند

سو لہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سو ہریاں
ناز سے چلتی ہیں
سن نادر سیج آئے خلخال موہنیاں کے
آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چپا تو رائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیسنداں سکہ چال موہنیاں کے
سیکھ کر

صدقے نبی کے قطب شاہ لال لال پیالے
بھر پیو لے پیالے کر لال موہنیاں کے　　(ج)
پی

(۱۰)

عید سیوی لیا نیا خوشیاں انند
اس انداں سوں کریں خوباں انند
لایا
رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ
کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند
سے
بہت
دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے
عاشقاں کوں نقل او دھراں انند
سے
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں
ہونٹ
جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
کی طرح　　سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند
(بیچ آفتاب جیسے سے — چاند سے بطرح بطرح)

تج تھاتا ہے سدا اے خوان عید تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند
(تجھے زیب دیتا — سے)

قطب شہ دایم علیؐ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند
(ہمیشہ — سے — (ج))

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں
(روزوں — بہت — اور بہت)

ساقی پیالا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں
(شراب — اپنے)

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اس ہیں خرما ہونٹ کا
(میرے لیئے — شراب — اور)

تا بات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں
(اپنے)

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا
(شراب — ہوا)

خوش بھید ہے مل پیوناں مد جو کے جانان سوں
(پینا — شراب دل)

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں
اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جاسوں

عید آکے مکھ جھمکا ئیا اب چونپ دل میں لائیا
سنگار میں اُپجا ئیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

گُن عید کا گاتیاں سکیاں پیو رُپ کیا راتیاں سکیاں
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو دھیان سوں

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سُکھ دن دن اچھے
جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش جج فرمان سوں

چاند اور سورج برہے سے (ق)



[illegible]

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے

خوشیوں کے ساتھ لئے لایا

خوشیاں اوپر تھے قربانی ہونے بکرید آیا ہے

سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم

یہ کی دیکھکر اور سے

انندان راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے ۵۷.

بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سہاتے ہیں

میری سے

کہ ساقی اپ نین پیالے سوں مد دے منج رجھایا ہے

اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں

خود کو جامۂ محبت سے

کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج متی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا

میری کی ماتی مجھے زیب دیتا

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے

اس

مینجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے
مجھے چاروں طرف　اور
تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ موئن منایا ہے
قدم　میرے دل کو
نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں سُہے جم عید مستانہ
زیب دے ہمیشہ
کہ میرے سیس اُپر دایم چھپتر شاہی سہایا ہے
سر
(ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید　　کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید
کی
کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں　　طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید
لایا
نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی　　اپن سُدبد گنوایا عید بکرید
کے غمزوں سے　مجھے　　اپنا
خدایا کعبۂ مقصود دکھلا　　دلیل رہ دکھایا عید بکرید
نہ کر غصہ شکایت عشق تھے بس　　خرم دکھ میں نبایا عید بکرید
کی راہ
جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او　　پرت میں اس رجھایا عید بکرید
جو کوئی　وہ　　عشق　اُسے

معانی کے چمن بستاں تھے یے گل
سخن کے
ہر اک گل تھے سُہایا عید بکرید
سے (ف)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید — کیا سب جگ کوں آباداں بکرید
دنیا کو

چتے شہ کے دنداں تھے جگ میں سکوں — کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید
جتنے دشمن

جنت میکی سو الواں نعمتاں سوں — کیا تازہ جگت کا جان بکرید
میں کے

ہوا بھر پور جگ کا من ہور تن — بچھایا ہر طرف یوں خواں بکرید
آنکھ اور دل

خبر لیایا کہ خوش شہ کوں دلایا — حیات و بخت جاویداں بکرید
لایا

بھرائے بزم ساقیاں مدمدسوں — کہ ہے مستاں کا مہماں بکرید
شراب

نبی صدقے قطب لک برس جی توں
لاکھ
کہ تج تھے پاوے نت جیوداں بکرید
تجھ سے ہمیشہ (ج)

(۴)

اُٹھ بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے تر بھون میانے

ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈولنے کوں گھن میانے

آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر

شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب منور ہوکر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں تہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

کی

کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے میں

اُلالیاں سوں جوانی کے تَوَل شہ سوں رلیاں آئے
نئے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلیے

کریں لک چھند بند تِل تِل تَمَن کے یک سین میانے
ہر لحظہ کرکے تن

مدن کا مے پلا شہ کوں حُمَن کی چپاکنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر

اد ک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پَوَن عشرت سہا وا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوا یہ دیکھکر

ملک حوراں چندر سورج رہے گم ہو اپن میانے
چاند

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتنؑ کی ہے دایم

تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دیہ کن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے

دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند نجے تج دوستاں سوں مل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ

جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۶۰۰
سے

علیؑ کا باک توں تج جھل جھلا ہور دھاک ہور ڈر تجے
شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے

گگن کے باک کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تجھ یہ

تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا آباداں ہے
روز بہ روز تک

جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل

جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور

تو موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا
تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ

توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سور ہور اسمان میداں ہے
تو تیرا گھوڑا سورج اور

ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم جم (۵)
(داود دسے ؟) تیری

انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق نج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
تیرے سکے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چا توں سلیماں ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعاگو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوئی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انند ہی ٹھار ٹھارا قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
تک
(ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحاں ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند جہان پر مہماں ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تاسے ٹکے لذت بھرے
باول
کڑدل چندا سورج اگن کا نور سو اسمان ہے
چاند آگ

بادل سے سفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں
کی
سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے
دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر
خود
تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اتیا مان ہے
اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتیاں دھرت پر
پھرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین
یا گھن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے
زیب دیں آسمان

کوئی گاتی، کوئی آلاپتی، کوئی ہنستی، کوئی ناچتی
کوئی بیٹھتی، کوئی پلاتی، کوئی سرخش، کوئی مستان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند
اپنے
جب لگ دریا میں نیر، ہور انبر اُپر چند بھان ہے
تک
پانی اور اسمان چاند سورج

(ج)

(۷)

نگار کر اضحیٰ اچپلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طوا کن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج
خوش عید عشرت شہ کے گھر لیایے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے
لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے

مے لب توں لبدا نے میں لئے بوسے تجھل بھانے میں لے

تیرا
مدپیالے میخانے میں لئے چو طرف میخواراں بھرے

شراب
چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں
مست ہو پھریں یوں شہ اگل سوراں کے جو بھاراں بھرے

۶۲۰

کے سامنے سورج جس طرح
تو قطب گھن زر کش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان
کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

پیو سات کیاں ہوا ہے جیو سات قرباں ہوا ہے
تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے باراں بھرے

حضرت نبی صدقے تھے بی یا قطب کیتا یو غزل
آنند سوں سن لا عید گل کے پر گہر یاراں بھرے

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ

جیسکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا نے
وو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ

میری خوشیاں کی بیلاں گگن منڈوے چڑ وکر
جبریل ورد لایا صلوات بر محمدؐ

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
حیل ہر ہر کو صدق لایا صلوات بر محمدؐ

دنڈیاں کی ذات کوں سب دھیر کوہی کرشہ
دُکھ آگ میں بھونا یا صلوات بر محمدؐ

صدقے نبی کے قطب خاں محل بیانے

میں

عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد

۶۳۰

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا مُون لیایا بسنت بکرید سوں

کے ساتھ لایا

سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکرید سوں

دل کے لئے

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے

میں سے

آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکرید سوں

کے پھول کے

سب بن ہرے انبر نمن پھولاں تارے کھل رہے

تاروں کی طرح آسمان کی طرح

زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں یہ جو نازک بھید سوں

سے

کرنے صفت سر کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں

کے لئے کے

تندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اس طرح نظر آتی ہے
سورج ستارا بل پر کرن باما بسنت بکر یدسوں

عشرت بدل امرت پھوئی چھڑ کیا ہماری بزم میں یا
کہ بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکر یدسوں

میرے
یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید عشرت وشٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطب زماں آنند سکھ پایا بسنت بکر یدسوں

(ق)

———(❖)———



(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل سب جالاں لے حضرت تھے دھایا

ج جگاتی جو جگ میں وجھل کا زمزم جھم — چمن جو گگن چند زمین جگ جگایا

م مدہر مد مستی میا سوں منوہر — مدن من کی مجلس میں غنچہ منڈایا

ک کدم کر سو کستور گنگم کلا کر — کنٹی کو یلاں کا مناگن گوایا

و ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سکی ہاتاں میں ہاتا سہایا — سہیا صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نو رنگ جوں کلیاں کھلایا ہے

بنداناریاں کوں کھل چنٹریاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

خُش رنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولا ے بھر گلالی لتس
خوشرنگ کے پھول دُھلا

سبز رنگی نہالاں نو رنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دسیں جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پہ
نظر آئیں شل

پرم مے پرلاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

تروتازے طراوت سوں کمل گلّال ناریاں کوں
سے

بنداون تا فتی ہر یک اپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی ہیں مو کالا جوں کے کویل ہو
شل

ہری ڈالاں اپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھر رہے سرون آہن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا یکبا ہلایا ہے ۱۵۰

کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی

محمد صدقے قطبا کوں اننداں سوں ملایا ہے

(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سوں یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگرواں بال پیالے منے مدھ بھر کے پلاوے
مینا

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گگن انچل سوں
آسمان کے
کو کلاں نادسوں چوندھر پہ کھنچنی پیاری نچاوے
کوئیلوں کی طرح کھنچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں
رودم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارن ہو نگاری پری تا ئیں
میری کے لئے
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبی صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی

آبِ کوثر خدا حضرتؑ کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ



(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا — تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں تارا
تم جیوں
نچھل کندن کے تاراں انگ جھونا ۶۶۰ — بندی ہوں چھند بندوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں — کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے پیارا
ہم اور ساجن
شفق رنگ چھینٹے میں تارے گٹ جوں — سرج کرنا من زرتار تارا
سورج کی کرنوں کی طرح

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری — بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا
کے قدم لائی
جوبن کے حوض خانے رنگ من بھر — سورو ما روم چرکیاں لائے دھارا
میں رواں رواں

بھیگی چولی میں بھیٹن نس نشانی — عجب سورج میں ہے کیوں نس کوں ٹھارا
بھیگی ہوئی رات رات
بسنت و نت جہد سو کندن گال اوپر — پھولا یا آگ کیسر کی بہارا
بہار

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ
رنگیلا ہور رہیا ترلوک سارا
(ج) عالم رہا

(۲)

پپیارے بسنت کا ہوا آیا — سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
(کرم خوردہ) — کہ جوندھر ہریا رنگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی
——— — کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا (ج)
سے

(۳)

(کرم خوردہ) — کہ کویل پرم ناد اپنا سنایا
محبت کا نغمہ
——— — سُرس ہور آواز جگ کوں چھایا

گالی رنگاں کے بربہو جنس سوں — چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقہ سے
نبی صدقے اے قطب شا اس بسنت میں — رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر (ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا — کسُم چولا ———
پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس وے ادھر پھُل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں ہت لے — سرون میں بہنڈیں گل پھول مالا
(اور) (ہاتھ) (ہاتھ)

کنٹھی کویل سرس ناداں بناوے — تنن تن تن تنن تن تن تنلا لا

گرج بادل نمے داد گیت گاوے (نغمے)
کویل کوکے سو پھل بن کے خیالا

سدا بیو اکر بن ایسی گسائیں (سے)
دلدر دور کر کرتا نہالا (بھولیں) ۸۰

نبی صدقے ہو اقطبا ترا جیت
دندیاں سینے میں سلتا دکھ بھالا (نحوست) (بھالا) (دشمنوں) (ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت
پھولاں حوض تھی چر کے چھڑکیا بسنت

بسنت باس چپ چن کے چنری بندیاں ہے (میں)
جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت (سے)

جو ین حوض بن نو رتن رنگ بھرے
بسنت راگ گاؤ ہو بھایا بسنت

رنگا نید میانک بندے گلسری
گلے گل لرلاں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کونلی کدم میں بھیج
پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت (محبت کے)

بسنت کی خماری نین میں بھری — ہنڈولے نین ول ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے یوں ہوں محمدؐ غلام — نوی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی — کریاں کسوت سکیاں سب آ رسانی
منگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے — ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی ۱۹۰
پھول — کو

کنول کے پھولے ہنستے ہیں او مکھ پر — کہ جو پھل پر ڈلے بھونرا سو گیانی
ہنس — پھول

جڑت چر کیا عرش پہلے بسنت جب — پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کو ہک کویل بسنت کے راگ گائی — کہ پائی ہے اپے رت میں سکھ نشانی
اس — سکھ کی

ہوا آ کر صفا پھل بن کوں تیوں دے — کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی
دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تائیں جم جم
کے لئے
سہاویں رنگ بھرے حسناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مند سعادت کا خبر لیایا بسنت

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت

شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہمانی کیا

کو

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے

میں

پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

پھول — سے

سور کا رخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت

اور چاند

تزنیاں چڑکہ تزنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چنڑی پڑ گٹ تاریاں کا کر آئے انگن
چیر کتارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
بجلی چڑکے ہات لے تھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چڑکیاں کے نیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے
اس گہرا ابراں کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
ن اس گہرا براں ستارے موتی برسایا بسنت

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم کا دکھلایا بسنت
برابر
ن سکھ

شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں
ن قطب شہ
نیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت
(ح۔ق)

دوسری عید

پوریوں کی عید

روشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
شہ درس دیکھنت ہوی حوریاں کی عید

شاہ درس سیتی گمتیاں کامیناں
دید پر ہے دید منظوریاں کی عید

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور
نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس
شہ کی بھیٹن سوں ہے متوریاں کی عید

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو
لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

عل خوباں بنب جب اُبماں جو پائے
تب تھے ہوی جگ میں کنڈریاں کی عید

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی پشت تھے
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید

(ح)

اتبار (اتوار) عید



قرباں ہوتے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کیے پروے لیا رحمت سوں شہ کے وار عید

کے اوپر ہے — منائی، چلائے گھر

گھر گھر خوشی ہور عیش کا سنچر ہوا بھوتاں سوں
ہے آج جگ خوشحال سب ہوئی ہے بہار ٹھار عید

اور کسی طرح سے — ہر جگہ دنیا

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

تو تب تجھے — غلام اور

مد شوق کے پیالے پیتے متیاں کو سب مستاں کر
دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

شراب سے — سے یہ

قدسیاں سبھیں اسمان کے مہماں ہو شہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

سب ہی — حیرت رہا نظر آتے ہی

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

بندہ سے میں — سے

صدقے نبی کے قطب کوں لیا لے کر اپنا کرے
رات — مائل کرکے

۲۰
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونسار عید

آرام سے یہ

(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوئے خنہ بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

سنوارے گگن سے رنگیلے محل — رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

سجن کے جشن میں سورج سے بھگت — دکھاویں عجب دیسے سوں چھند بند

سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں — پیخنتے ہیں اس ساز تھے جیو کے جھند

گرجتے ہیں اس دھن تھے ساتوں گگن — جگت رقص کرتا ہے مَن پیچ گزند

نہیں بزم اس ساز کا ہور کہیں — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس
کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

عید



عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں — سالاں کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں

فتح و ظفر ہو عیش ہے اس دن منے — نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

ایسی خوشیاں پر لکھے سرنیوا زماں — روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں — پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

جھاڑ سو کیاں کوں لگے پھل عید تھے — گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں — رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

قطب زماں کے سب گناہاں بخش اللہ

پکڑیا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)



(۱)

خدا کی نظر تجھے برس گانٹھ آیا
کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تجھے مدنا تک کریں
علی عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بند کر
حسن ہور حسین حسن حاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا
پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے
حمائل سو ہے حمد کا حق نپایا

تو ہی ہستی کا ہانس منج گل نیا کر
نبی ہات نا بات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سو
قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲) (ج)

نبی کی دعا تجھے برس گانٹھ آیا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر
تو شاہاں اپر مجہ کلس کر بنایا

مرا قطب تارا ہے تاریاں میں نچھل نہ چل
تو مجہ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور نمنے سو منڈپ اچا کر — جڑت سب تارے سو اُس پر جڑایا
کلس د ستے تمانا ں پر چند سوج — وو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکایا
سورج چند اپنے تال ہو کر بجیں نت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیاں گایا
کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلا کر — پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوایا
مراگلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — ۵۰ مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا
دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر — سو اسپند کے پاتراں کر نچایا

خدایا معانی کی امید برلیا
کہ جیوں سانت کے مینہو تھے جگ سب اکھایا

(ق)

(۳)

خدا کی رضا سو برس گانٹھ آیا — ہہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا

دعائے اماماں تھے مجہ آج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طناباں بندھایا

گل مصطفٰے سیتی سہرا گندھا کر — مجہ اس گل کا سہرا حمایل پنایا

دعائے علی تھے سرا جی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ باں مجہ پہ چھایا

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں — کہ تج بھاگ تارا شرف سوں نپایا

معانی محمد پہ صلوٰۃ کرتوں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا (ق)

(۴)

نبی ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا — ۷۰. قطبؔ فتح خبراں شہاں کوں سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گندے کے تھانباں — کہ سات سہیلیاں سوں منڈپ چھایا

گلالی پھولاں کا بندے سرکوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل نیایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ
اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو کیسلی نوا چند
سو اُس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا
فلک آپ منڈپ چھو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولا
فلک تال منڈل گرچ کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہو ریان کا
عطارد کے لکھنے میں ہر گز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی رو تاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں او گل نار منج ہت لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

(۵)

حبیب حق تے برس گانٹھ دیس آئے آج — علی کے گھر تے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو — منڈپ پھولاں کا محمد کے بیر چھائے آج

سو لکھناں سو لکھن گھڑیاں میں امرت بھر — سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا ہے محمد کا سر پیڑا ہیرے — علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صدر او پر پھول گیند جوبن کے — ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لے چائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا — سہیل ساقی ہو منج مد پلانے دعائے آج

فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا — چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

سو لال کال طبق میں سکیاں عل نہ بھر — سو تشہ سجاں کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں عج چاند کے سو کانسے دھر — کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

نچھل پول کا جھلک تو جگ میں لیو دیسے — کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے منڈل کر ملک لے سورچند نال — نچا نتار سکیاں منج کوں جم پہ بچھائے آج
بادل — مجھے

ندی روما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج
سورج — کی — ہاتھ سے

سدا ہے سو اس محمد قلی محمد کا — علی کے مہر سیتی سُک انند پائے آج
سے

نبی کے صدقے قطب منگ دو علی کن تھے — سو میز بانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج
کے پاس سے — لا کھ — (ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سُلکھن دیکھ اختر سوں
میں — مبارک

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہنر سوں

محلاں میں ہر یکس جادیا خوش زیب و زینت لیا
ہر ایک — لا

چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمند رسوں
مصور — تصویر آثار

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک نرمل چندر سوراں
چاند سورج

جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سومل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نو چند کا
نئے چاند
اُتر گگن تھے امنگ سوں آ جاویں لاگ کنٹھ سوں
آسمان سے سے
سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
آسمان رہنے والے
اپس سُد کھو کہ بچارے بجھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ
جھمکتی دور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر
دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علی اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے
گرہ بائے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف
(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں سا تو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لکہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پانے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چو ندھر تھے
بادل مل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ محبت سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
کرم اور سے کی طرح

(رج)

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشت سوں آیا برس گانٹھ — نیا سو برس کا نٹھاں کا خبر لیایا برس گانٹھ

اور   نظر سے

براٹی چودہ اِماماں ناؤں سوں منج ہند و سیرا — نبی دولت تھے عالم کوں مرہبایا برس گانٹھ

نام سے مجھے   باندھو سہرا   لایا   سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو — حمایل قرص چندر... دکھلایا برس گانٹھ

گلے میں   پہناؤ

او چاٹی پھول منڈپ پیار سو پیاڑیں نو ملیاں — دعا پھولاں کی خوشی جور سو ہایا برس گانٹھ

اٹھائی

بجاتے دِن دناں ترم ترم پلاتے گاتے چھند سوں — خوشیوں پاتراں انجل کوں نچایا برس گانٹھ

گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال — سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سو رہے کرنوں برس گانٹھاں انند سوں — شہا پیا نے محمد قطب لیکھایا برس گانٹھ

جب تک سورج

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ — سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

سے

جو امرت گھڑی دکھ دما مے بجائے ۸۱۰ — تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ

[illegible]

نگت موتی منجا بندی مانگھ سیتی — جگے جگ نبا تاں بنٹایا برس گانٹھ
باندھے
سورج میگھ انبر کت کریاں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سوچھایا برس گانٹھ
اوٹے نین میں رمل مول را کھے — او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ
نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لا کہ سالاں لیایا برس گانٹھ
لایا (ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ
ہے
جوبن کے طبل مل بجاو نویلیاں — سبد نال بر ڈنگ بجایا برس گانٹھ
رنبھا پاتراں ناچتے بر دیارہ — ...... ماراں نہایا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں — تو اب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ
ہنوں سوں نمی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتایا برس گانٹھ
صد ہے
نبی داس نن پن تھے ہے قطب شہ — شہاں بیل تے شکر لکھایا برس گانٹھ
ہے میں (ق)

جلوہ

اور

دیگر رسوم

پرم پیاری کا جلوہ گا و سارے ۔۔۔ اُسے چند سورسوں پریاں سنگارے
(چاند سورج سے)

سہاگاں بھاگ پھل منگ کھلے ہیں ۔۔۔ سہیلیاں آرتی تائے نوائے
(سہاگ کے کے پھول پیشانی پر)

رچاو تخت جلوے کا خوشی سوں ۔۔۔ کہ چوندھر جو تیاں موتیاں سوں سنوارے
(کیا تھا) (چاروں طرف موتیوں سے)

چڑاو تیل اب سُاتو سہاگاں ۔۔۔ مشاطہ ہو کے زیب ہت لگارے
(ساتوں) (ہاتھوں کو)

پلا شربت دیو ماتاں میں بیٹرے ۔۔۔ بندا و سارباں موتیاں کنارے
(ہاتھوں) (بندھاؤ)

محمد قطب شہ ہو اُس پری کوں ۔۔۔ خدایا رکھ جداں لگ ہیں ستارے
(اور) (جب تک) (ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں بلا و سدا ۔۔۔ سو عاشق و معشوق ملا و سدا
(اور) (ریکارڈ؟)

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں ۔۔۔ پرم کے ہنڈولے جھلا و سدا
(آنکھ) (محبت)

مری نین پتلی سدا نیر میں ۔۔۔ مہا جل مون میں کھلا و سدا
(آنکھ)

سو بالی با چوند گندی جاؤ سوں ۸۳۔ نشاط عشق ہت کھلا و سدا
حسین کمسن کو بھی گئی کیا تھ — کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیا رے سیتی — اپس میں اپے سب ہلا و سدا
کمسن کیا تھ — اپنے آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے — پرم مد حقیقی پلا و سدا
محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نو بلیاں سوں نت — وقت اپنا انس دن بلا و سدا
نئی — رات دن

(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا — تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار — گلے میں ہانس عشرت کا پنایا
ہنسلی — وہ پہنایا

رنگیلی مجبندی ہت ہور پانو لاکر — کندن کلیاں کے ہار خوش گندایا
ہاتھ اور پاؤں لگا کر

سہیلیاں سنا تو گل کنٹھ مال بایا — پیالے عیش کے سب کوں پلایا
ڈالیں — گلے میں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں
ہمیشہ
بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے
عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے

جوبن جوکی او پرم چو میوہ دل کا
او پد من کوں تبلا کرا چند لگائے

طنبورا و کنگری ہیں اپے ازگا کر
دو تن ہت سوں پیالیں مدکوں پلائے

سُنے کے طبق میں جوبن پھول گیندا ل
اُس او پرد و کچلے بھونر خوش ہاوے

سرو قد صراحی جوبن اُس کا پیالا
انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑکر سکے سو
نین متی سیتی پیالا پلائے

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا
تو اس عشق انگوٹی میں چند سور پائے

انگوٹھی چاند اور سورج والے (ج) قبولا

(۵)

.... ناقص الاول ....

ریچے جب عشق نوری میں سار دل کا
نین پھانسی سب کر موہن من ریجھاوے

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بچاوے
کاجل آنکھ میں — خطرہ

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تجھ راگ نہہ کا اوچاوے
کی طرح — سے عشق اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں — سو حسن کے گلے ہانس ہار (و) سہاوے
حسین ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سیتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی
ملی
کہ جس کے سو بھاو اجگت من کوں بھاوے
عالم کے دل (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جیو اگاو تم — اس سہاگاں کے سیند بجاو تم
کے

منجے بجو اداس میرے دل میانے — عشق چوکی پر چڑا بلاو تم
بے بجوار میں

نو رتن منج عشق کے چوکا بھرے — موتیاں اہراں کے تم بجاو تم

پھل ہنسی ہاراں کلی آنند ہے — جلوے کا شربت پلا سمجاو تم
پھول

دن ذنا گرجے جو بن بادل نمن　　کنگناں جھنکار منج سناؤ تم

کی طرح　　کنگن کی　مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا رتن　　خوشیں پاتاں کے طبق بھر لیاؤ تم

نے　　پان　بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو

خوش قسمت　نئے

نختنی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو　کے ساتھ نچاؤ　(ج)



مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
آبحیات ۸۶۰
قطب زماں کے تائیں بھوگن سینتی پلائے
کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سُہاتا
وہ
اوہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمعے لگائے
نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس
سُنتے کے سروجھاڑاں زیبائی سوں سہاوے
سونے کے ساتھ

زہرہ نمن محاسفے روشن ہیں اس انگن میں
کی طرح
یا سور کی ہیں کرناں جوناں سوں سراوچائے
سورج اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر

خوش رنگ بہت سے ملا کر

کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے

کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جامیں شہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ تائیں سہے اے خوشیاں

کو زیب دیں یہ

جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں رجھائے

سے کو

(رح)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نبَر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اُس پڑی تب

نوَیلی پیرت لاکے ہے ہیر نیَن منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب
کہ قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اُس کھب
جس طرح — سے اعلے

دو رُخسار اُس کے ہیں رنگیں گلالال — او چلنے کوں دیکھ ہنس دربانی ہوے سب
اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سہے نا سکا چھب
وہ مانند — زیب تاک کے

نیَن سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — اَدَھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب
آنکھ کمھلائے — ہونٹ نبات

نبیؐ صدقے کنٹھ مال جب پین آئی
پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اُس کے دو لب

(ج) — چوما



کسوتِ زریں

کسوت مکلل زر زری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُر تکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے
گوہر سوتن ملہ نور کے چوند صیبر جھمکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے میں پاس
یوسف صورت نازک نھنے، چو بھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکشاں وندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس
زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹوپے سو جوں تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُنن کے نور تھے
سے وہ سورج سے
دیکھ سب ملا یک دور تھے، حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کر من دھر لے دھاتکے چھند بند کر
(دکن۔ کان؟)
کو لاٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سو کے وسیں یوں تین تنگ جوں کا رجیبا تھونک (؟)
خط مرو نظر آتیں سطح آنکھ کے قریب (ہوں بھوجگ)
چنکیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں خیارے اہیں
چنگاریاں
بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
بوند ہاتھوں میں پتوں میں
موتی جھڑیں ہاتاں منے جھل تھے سمند کھارے اہیں
باتوں میں رشک سے سمندر
تٹوے کُلاٹی لاگ کے ات روپ نت بھو بھاگ کے
قلابازی کرکے بہت
پتلی کمر کج پاگ کے جگ من بھولا نہارے اہیں
دل بھلانے واری
سب مست گج گنبھیر جوں قدراست دھرتے نیر جوں
(گج۔ ہاتھی) گہرے کی طرح
آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے اہیں
پانی کی طرح تیزی میں ہوا
ہوتا انند خوشحال سب نٹ کلتے ناٹک سال سب
بجتے طنبورے تال سب منڈل کے دھمکارے اہیں
چنچل چتر بد ونت فنی لک لک ملک جس درسنی
جنکے درشن کرنیوالے
سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ق)

شاہی ہاتھی

(۲)

خدا کا ہست بہت جو رجھرتا — دندے دشمن کے سر پر پاو دھرتا

انکس اس سیس پر قدرت نواجند — کہ سُنڈ بھانسے میں دشمن نت سنیٹرتا

فلک کے دور میں دو کھانتہ تیرے — سینادنت سوں دُرجن سینخ کرتا

اندو جھلکار سورج نا دجلی — کیوں اس کا کلن نمنتے پہ چھیرتا

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے — کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا

ہتی سنکھ جو کوئی دُرجن جو آوے — سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا ۔ ۸۹۰

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سو کنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

(ج)

تقسیمِ اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑھے ہے او استری
وہ عورت
دوسری (میں)

تِسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں بیچ پیلاتی منج مدھ سیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وکپڑی نان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باماں سُرنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں ملکر بتدا و چیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ہیں گنتا ہو اب پہلا پہر
نہ شمار کرکے
کنولی کے کیساں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دوسری پہر دو پہری پھل اپ کن میتے بانی سکی
دوسری پھول اپنے کان تک بکانی
اے مد منجے کیں کام آوے مد پلاو و کوثری
مجھے یہ

تیسرا پہرا اللہ محمد ہور علیؓ کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبیؐ قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں مغبیاں
سے کسی لمحہ
۹۰۰
کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند سیتیں عنصری
باندھا

(ق۔ ج)

راگ

(۴)

ٹمکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے
ٹمکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گاکر منج صبا کے تخت بیلاوو
بٹھاؤ مجھے
دھنا سیری گاکے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نجاتی نٹکے گاتی سنکھر ابھرن
سیرے راگاں جو گاتی اِستری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الاپے گا ترا گنرا کماں بہوں کا چتراٸی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتنا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں زنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھول ہار بایا ہے سو ملہار

گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیرے رام کر راوان رجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

(ج) نبی دولت شعر میرا شکر منے جگاتی ہے

کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا

زندہ رہو اے راجہ

جم جم جیو وپت میت سوں آنند خوشیاں کا جے سدا

حضرت نبیؐ کا نانوں لے سب مجلس آرائی کرو

نام

حضرت کے نانوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

منجال ہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت

ہے اور

اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

۹۱۰

بارہ اماماں نانوں سوں اسکے طناباں باندے خش

کے نام سے خوش

اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا

سے شرمائے

ل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چپڑاو و تبل تم
یاقوت موتیاں کے طبق اس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں نے تیں
تھوا ہونا چے مشتری بہت زہر چنگ باجے سدا
ہاتھ زہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سوں
تم
(ج) صدقے نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا



ترانۂ عیش

(۶)

دُکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چووے اس مکھ تھے پیو جام
سے ٹپکے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیاوو
شمع
ہے سُور کے اَنگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا روا ہے
اُس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کتا باڈیگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِتنا نرخ شکر کا
کتنا
نزہ ول شکر کا لذتاں پا یہ ہمن کام
پایا

مکہ آیت تفسیر میں بےلجے علماں سب
جنس گئے عالماں
۹۲۰
عشاق سوں بجے ہیں ترے لٹ کے سرکے دام
پھنسے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاؤں
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تب تھے منج ایام
کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں
سے
کیا بوجھے نبی جگ میں کہ مشہور رہ ا نام

نا بوجھیں عشق منیھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

موبات سو جادارنوغہ سوں کیا ہینگلے کوئی
میری
او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں مور سام
وہ اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی
دن
دکھ بھان پیوے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ق۔ق)

۱؎ داروقہ ۔ ن ۲؎ قطب شہ ۔



کھٹیاں



چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش — پیو تھے بن کر دیے میدان خوش

بات چوگاں سیتی جوبن گیند کر — کھیلو اپ پیاں سوں تم سلطان خوش

حسن سوں نیہہ کا ترنگ چڑ کر بھیاؤ — تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش

سینہ ناریاں کا ہے میداں اسکے نال — دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں پھول — کھیلو چوگاں اک ہے بستان خوش

چھند زوروں سینے جینو نل منے — سو نہنا ہے تم ...... خوش

اب نبی صدقے قطب شہ شوق سوں

پیار سوں لیایا ہے اپ مہمان خوش

(ح)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج نٹکنی کھڑی
کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر نٹکنی کھڑی
کھیل

جو ڈھان ڈھکنی کے کھل کھیلن آئی دھن
مجھے — کھیل — کھیلے
نہ یک پھوکڑی پھو کھیل سکنی کھڑی
سیکھ کر

خوشی کے بنداں تھنے تھنے زرزری چیر
پسینہ — بوندوں سے
جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
جس طرح — بادلوں

سہیلیاں کے گندنے تھے چین گاس باندھے
گوندھنے سے
او شہ چرکیاں سیتیں بچکنی کھڑی
وہ — سے

نلی بن گنواری یو جھی اس کا تال
او چھند بند دھکارن لٹکنی کھڑی
وہ

سیتی حقیقہ بھر بھر نہ بوجیں سو عشق
ہو بوجیں ایس اپ لچکنی کھڑی
خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
اسکی محبت میں

(ق)

کھنڈی

(۳)

ناقص ردیف

عجب کھنڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھنڈی کی دولت تھے
اپن دل کے انداں کے کریں جگ سرواں کھنڈی

منڈپ دے عیش کی مجلس بھراعیشاں کی کرتے ہیں
گہر کھافاں میں ہور جوتی دراں بیچ سمداں کھنڈی

جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو وان پا سرتے
منگاں سوں کریں اپنے دلاں کمر تنج گھراں کھنڈی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اچا تل تل
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھنڈی

(ج)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن میں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور خلق کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنے کے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج　　ہری ڈال سر پھولاں نے تاج
رت موسم

مینھوں بُند کا لیو بہت پیالا　　روت نا ریاں جیں بکس تھے بک ساج
مینہ کے　بوند　بادہ ہیں　　　آئینے

تن تھنڈت لرزت جوں گرجت　　پیا مکھ و بجت بجلی کس سکے آج
ٹھنڈ سے　لرزتا ہے　گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی　　انجل باوک میں سہے اُس لاج

کیس پھول دسے نتارے اسمان　　اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج
بال　نظر آئے جیسے

چوندِہر گرجت ہور مینھوں برست　　عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
چاروں طرف　گرجتا ہے اور مینہ　برستا ہے　　　ہر چمن میں

حضرتِ مصطفےٰ کے صدقے آیا برس کالا　۹۵　قطب شہ عشق کرو دن دن راج
برشکال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تمارہ جگ میں آیا پھر کر آج　　رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج
سے　　　درخت سب　پھرے　کھلے

لال رنگ کمیلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش　　تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج
کمیلا　چہرہ　　　سورج　سے　شرم

میرے انتم سرو کوں رکھو توں سدا پرپ سوں — بار رحماں! آب کوثر سیتے دے اُس کوں رواج

تو / کو / سے / سے / کو

تیرے مکھ پر خسروی فرّ منور دیتیا — تو ہی نرکستاں کے شاہاں دیو نے تج کوں خراج

چمکتا / تب ہی / دیتے / تجھے

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہی عالم منے — رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

تیری تلوار سے / میں / تجھے

وو کھڑگ جھلکا ر بجلی ہو کے جھمکے گھن منے[1] — کڑکڑا پر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

وہ تلوار / آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپ لو چناں کے گوشہ سوں — کیونکہ تج شاہی کے دِشتی تل دسیں دوجے دواج

کمان ابرو / نہ چڑھا اپنی آنکھوں / سے / تیری / نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے نہ ترنگ — دور چوگاں میں جو ملتے گیند تیوں ملتے ہیں راج

بھنسے / جوں

اے معانی توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید — تج دعا با مدعا ہے کر محمّد سے نمنے راج

تو / سے / ہو چکا / (ق۔ج) تیری / کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ ۶۰ ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ

اور / سے

تمن شوق کا نین تھے مینہہ چوے — اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

تمہارے آنکھ سے مینھ برسے / یہ / سچی

---

[1] ن۔ جھلکے۔ ن۔ قطب ش۔

کہو دا کھ جھاڑاں کوں میہ اسلام — تمن آرز و دل ہوا شیشہ کا چ

انگور کے — کو — تمہاری

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں — صراحیاں اپر ساقی پیالاں کو اچ

سے — ہماری — سے دینے

کھلیا عیش پھول ہو باغ میں — نکو تن سٹ منے مو نجا پیچ

کھلا — کا — میرے — غنچے — میرے

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکاؤ و کماچ

لگے — غنچے کو

معانی علیؑ دم تھے خوش ہی ہوا — کہو مطرباں کوں بجاؤ کماچ

نے — سے — سے — ق

(۴)

ہبیلی ہے نیلی رت میں شو بی — گھٹا چھائے انبر نگار نگ نہانی

آسمان پر

سُہے سبز انچل دھو نو رجیوں گگن پر — مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی

جیسے آسماں — سر پر

پیاری کے خوی بند شاطا نگارے — بھواں کج سہیں پو جیوں اسماں سمانی

جسطرح

عشق کے بنے بن سو یک ناد گاوے — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن ناد سوں تال دار و بجاوے — جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی

سے

گلالی ہیں گلاں پیالے ملھاری — نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی

نبیؐ صدقے ایسے مرگساں نت نت — علیؑ کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سینتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال

فلک نیں گڑ گڑاتا مست ہے ہست — کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال

اُنن کے دفع تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اُس بیت پاتال

کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لامجوز کیے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر لال

نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

(ح)

(۶)

مرگ سال آیا پھر تھے مرگ نینی سنکاراں کر
آیا پھر سے نے اموشنہ
جڑنت مانک ہو بیاں لعل موتیاں ایک دھاراں کر

بدل ہوے میں کیوے جھنکڑ باں جھمکا و بجلیا جیو
بادل
چھپا کھونپے میں پھل تارے بدلا کے اندھکاراں کر
پھول　　بادل　اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کوئل کے کہکاتے
کو کو　　گلے سے
پپیہے نادسوں مد پیونت کدنا خماراں کر
پپیہے کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا پیالہ ہریا کسوت، ہریا جوبن
ہرا　ہرا　ہرا　ہرا
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر
ہرا

بنجھل مکھ نیر پوراں میں مچھیاں لوچن ترا چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جوبن گج گرجنے او پرلشاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی　　زلفیں

ہوا اپتا دکھا کر چونپ سوں کر سا ز ملہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجاکر جیو کتے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ رین ن لگے جھڑ جیوں

دو جیں ات بھوک گرمی تھے پسے خوی بند ماراں کر (ق)

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں
گر جن اس کا سہتا ہے ادا سوں

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر
سکیاں تن کوں لگاوو بہو صفا سوں

چوا چندن اگر پر ل سہاوے
سجن مجلس میں ہی رنگ بے بہا سوں ۹۹۰

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں
سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک جیت
پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

گوا ور اگ برسانت اس ہوا میں
سکیاں پیو کوں منالیا وو میا سوں

نبی صدقے مرگ آیا انداں کرو قطب ہاں اپنے پیا سوں
عیش کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں
وستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندکر مجھے باندھو
رنگ برہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کارت جگاؤ
آکاش رتجگا کرو؟
بر ونگ نمتے بادل بر ونگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی دارو ان کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید پایا ہے باس روں روں
پھولاں اتر گیا
۱۰۰۰
دھپ کا لے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
سے
دھوپ کاٹے کے پھولوں کی خوشبو
اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں
جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ
(ق)

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو گئیں دوشیزہ لڑکیاں
مکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں مثل بجلیوں کے
بکھایاں پھوی سوں چولے سب ..... کے بس ہنڈولے سب
بیٹھ
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں چھبیلیاں بالیاں
نئی شوخ
متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے
جوانی کے اُلالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن ابلا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کتراب سے

کھلاتیاں ہیں نبن یں تھے پھبیلیاں بوندیاں بالیاں
سے نیچیاں

پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے کے لگیں چمن پن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چمن میں نکلیں چمن چمن ہویاں بی باولیاں بالیاں
انمار متوالی ہر بچہ دوالی

بکس تھے ایک ہیں جوتی دکھیت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک والی دیکھ کر

خجل ہوئیں ڈھال کے موتی دیکھین جب جلبلیاں بالیاں

نبی صدقے قطب ساتاں ہیں مل دیس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات

(ج) لوین سکھ اپنے من بھاتا چھنداں سوں نرملیاں بالیاں
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جو اں قداں کن
کے پاس
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں ۱۰۱۰

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
پسینہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

اپنے
مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
نظر آئے مجھے وہ
جیوں سورا پر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
جس طرح سورج پر

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں
اپنے کی

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نہ راکھیں
سے قدم نہ رکھے
ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
ہونٹ
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں
وہ

محمد عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دینا
سب عاشقاں مجہ انگے ہیں طفلاں جیوں نتاں
میرے سامنے

روزی ہوا معانی تجہ عیش کا پیالا
تجھے
بھر بیٹے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے تمناں (ق)
سب ہی

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگارو آ وُسکیاں
سے آرائش کرو
پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگا وُسکیاں
قطرہ قطرہ
عطار باؤپن میں پھولاں کے کھول طبلے
مہکار آچا ئیا ہے پھر من میں دھا وُسکیاں
اٹھایا
جوں لال پھول ڈالیاں پرتیوں نڈاں پہ اپنے
باز و بنداں کے سر تھے پھندنے پھلا وُسکیاں ۱۰۲۰
پھرے

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سُہاتا
اور
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں
کرکسوت احمری سب سر پا تو لک مکلل
سر سے پا تک
سورج شفق میں جوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں
چمکو
یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے ہے محبت
ہونٹ
شاہِ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں
کو نئے پھر
تٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا متی کر
مست
شہ کے مندہر انگن میں نٹ کوں نچاؤ سکیاں (ج)
مکان کے

(۱۲)

مرگ جھینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں
ملائک
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرنے انگناں میں
سمندر

دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

یر بہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں بناں میں

کوکے چوندھر تے میوراں سے بن چوبراں دیکھ
نکھی رنگا رنگی تے ب ٹرن ست ہو چمناں میں

ہرے صحرا ہیں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں
شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں سبز رنگ انگ ناگ کی
بھونے بند چھند سوں لٹکیاں جم بنالے ہو بن میں

امرت او صف تجل سات ہنے ظلمات سوں بھیتن
یا تجل دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں

دیکھ عجب چھند دو نین مج سے حیراں ہو کہے بول
جو اہے کیوں لگناں ابر سوں کنچک کسناں میں

کرنے نظارے ہوا کے پیاں مے مست سہیلیاں

میگ ملہار بھونرگا ئے سوتن تن مناں میں

ہوے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں

نرل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں

سر تھے پگ لک جو مکلل ہو زر بینے منے سکیاں

من ہرن پچ لبداں گھنگرو ہور پینجناں میں

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں (ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کھجاؤ

جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ

نچ تن کے جوبے مبلنے جلوکے راگ سُہنتے

میں

رجنی کے ہٹ پیالا مے سب کے تیں لجاؤ

چُنری جو چُن کے باندھے اوچیرا اس کو سُہتا

بتیس برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول جھوبے

اپنے بالوں گوندھے

چھندسوں پیالا بتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ

سے

صدقے نبی کے عیداں جلوا تمن سُہاوے

زیب دے

تم کو

(ق) ۱۰۴۰ قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ

لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے

ملا بر بیا حیات ہور خضر جوں ون جالنے جھالاں کے

اور

مہے پر برسیں جوں باراں ابی سم میگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے

ہاتھ

سُرج شہ پریٹ سوں ڈھکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں روما لاں کے

. . ناقص الآخر . . . . . (صفحات غائب ہیں) . .

(ج)



مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال
دنیا میں سوں حظ پایا مرگ سال
ہنستی ہے

بدل کے منڈپاں چوندھر اُچا کر
مندان بجلیاں کے گرجایا مرگ سال
بادل — چاروں طرف اٹھا کر

زمیں تازی ہو ہنستی ہی خوشیاں سوں
عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال
سے

فرش ہر فی پہ موتیاں کے بچھانے
اپے فراش ہو دھایا مرگ سال
خود — سب

جہاں بن خلق کوں یک ڈھیر تھے
کرو کر عیش فرمایا مرگ سال
سے

انت آچھے میگ کا گلاب لیا کر
سنے پر جگ کے چھنکایا مرگ سال
سینہ — چھڑکایا

قطب مولود کرنا دیکھ امنگ سوں
سے
نبیؐ سہیلا اپے گایا مرگ سال ۱۰۵۰

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا — پیا بن سنتا تا مدن بالے بالا
(ستاتا)

رہن نا سکے من پیا باج دیکھے — ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
(رہ نہ سکے دل کو بغیر پھر)

اے سینتل ہوا منج گمے نا پیا بن — مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
(مجھے گزرے — گلے لگا مجھے نہال)

سجن سکھ شمع باج اوجالا نہ بھاوے — بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
(کی شمع کے بغیر — میرے دل کو وہ)

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے — کہ چند نا منجے نین نین سوز لالا
(چاندنی مجھے — میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال)

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
(خواہش سے — مجھے کے ہاتھ)

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مدپیالا

(ج)

محلاتِ شاہی

[redacted]

خداداد محل



خداداد محل کوں محمد سنوارے ۔۔۔ نو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ ۔۔۔ معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا ۔۔۔ سورج چاند تارے سو اس تھی سنگارے
سے زینت پائے

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں ۔۔۔ مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے بٹھارے
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت منے آٹو چھجے اُس ۔۔۔ خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں ۔۔۔ (دکھے) جس

جگت کوں حیاتاں بخشنے کے تائیں ۔۔۔ جوں عیسیٰ کے دم تس میں ہنتے ہیں بارے
لئے ۔۔۔ مثل کے اس

سرج چاند پیالیاں منے امرت بھرو ۔۔۔ بدخشی لعل سم کئے رخسارے
سورج میں آبحیات ۔۔۔ کے مقابل

اُن مکھ مین لب عقیق یمن جوں ۔۔۔ سو مکھڑا سہیل ہو کنے تابش سٹبارے
ان کے چہرے کی طرح ۔۔۔ ڈالا

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں ۔۔۔ سرگ اچھریاں پاتراں سورسارے
ہوا سے سے ۔۔۔ جنت کی حوریں سورج

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے
چنگوں
دیکھادیں ارت ہت نین سوں توکر یے فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے
دکھائیں ہاتھ کی
رنگ آسمانی چیٹر یاں چھبیلیاں سو بندکر سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے
ان
بھواں آسمانی کماں مس غلوں اُس دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبیؐ صدقے یارا اماماں کرم تھے ... کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
سے کے ۱۲ کے ساتھ
خدا کی رضا ہور محمدؐ نظر تھے
سے کی اور
علیؑ پیار سوں قطب کوثر پیارے (ج)
سے

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جان کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کیے ہیں منجہ خبر سُد

مجھے　چڑھا　سے　پھر سے

نین خماراں کا بھتّی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے　پھرتے　چڑھائی

کیس پیالے پھول تارے چاند سورج گُندے ہے

بال　میں

پھول کلیاں تھے دوجا اسمان سچلا منج دکھائی

بال　سے　دوسرا　سچا　مجھے

بھنواں پیالے نے روس بار گہتی پیالا پیو منج کوں

بھوں　میں　گرہ　ڈالکر　مجھ

نین ادھر کے نُقل سینتی مُج کھلائی ہے ملائی

مجھے　سے

گال گلالی اوپر طرا پھولاں کا گندہ دھری ہے
گوندھکر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہواہوں ہیں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے ہیں بائی ہے اپ
ڈالی اپنے
سو ہزاراں بجلیاں انچل چمک ہیں پہنچانی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبی صدقے گرو گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)



اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوشیاں مُہتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلاد سے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنچک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگ ٹ پھولاں سیس باندی ہے ساری زرزری ۱۰۸۰
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کرڑی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحر سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیپے سورج کی لالی بھاگ سوں

(سے) (تجھے)

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری

(بہت) (دیکھا) (عورت)

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا

(ہونٹ) (سے) (پیدا ہوتا) (زندگی)

اس نیر میں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا لشکری

(پانی کے) (رہیں) (ہو)

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو

(ہمیشہ) (رہیں)

جب لگ اچھیں اسمان پر چند سور زہرہ مشتری

(رہیں) (چاند، سورج)

(ق)



حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نُصرت طبل بجاؤ
کے زمیں

لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی
میری لا
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
کی میں

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھر و تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
کی گلے ڈالو

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پا تز نبھا نچاؤ

جہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچوں

شہادیں

۲۰۹۰ نابات دو دیتی اَمرِت گھڑیاں بَھراؤ

پدمنیاں جیتیاں مل شہ روپ پر بجلیاں ہیں

ان ہات قول بیسٹرا دیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبیؐ قطبِ شہ جلوے کے تخت بیٹھے

حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

بس طور کا سو ٹھارا مانند بہشت ہی
اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام
کے نیچے چھپا
اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے
جا نو جھلکتا واں شہ مردان کا اُجالا
دیکھ کر بھوک

بارا بروج پر ہے بارا امام دستی
تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا
بارہ کی نظر

پر
ہر اک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیمان
جو جگ پہ ہے رواں اُس فرمان کا اُجالا

(دکھن۔ آستانہ)
انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا
صحن مثل آئینہ

نظر آتا ہے
چند سورا نو بچارے بیتاب ہو دیں دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا ... ۲۱
چاند سورج وہ دیکھ کر

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا
اُس اَنگے متار نمنے ہے بھان کا اُجالا

قدرت تھے سور چند سوں بنیاد اس محل کا
سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں
جگ قبلہ ہو کے دِستا اس ٹھان کا اُجالا

ساتو سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج
جم جھلکے تس ہیں بیٹیاں جانان کا اُجالا

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں
ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبی کے صدقے آنند کر اس محل میں
بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)



قطب مندر

(۶)

شگن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں
سے سورج چاند

قطب مندر میں کینے مل دیکھ امرت منتراں خوشیاں
کرتے

ملا یک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے

دیکھت تاں فرش رتن کے کیے نوانبراں خوشیاں
آسمان

سکیاں چند سار راتاں میں پیالے مد پی باتاں میں
چاند کی طرح
شراب کے

کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں
صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ
باغِ جنت

سو تن کے نور تن تن پر کریں جیو ہراں خوشیاں

۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انند اں سب، سُر گنیاں سُن یہ چھنداں سب

رہیا ہو پسنہ خنداں سب، بھرا تر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل، محل یاقوت مرجاں مل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل، دُراں سوں سمدراں خوشیاں

آسمان — موتیوں سے سمندر

ہیلیاں جب بچن بولیں، نچھل نرمل رتن رولیں

بنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں

دلوں — دیکھ کر

سکیاں چمن بند مل بینیاں، بجاتیاں امرتیاں بینیاں

بین بجاتی ہیں

اُمنگ سوں باج ارت دینیاں، سرج ہوریں جنتراں خوشیاں

سورج

ہے

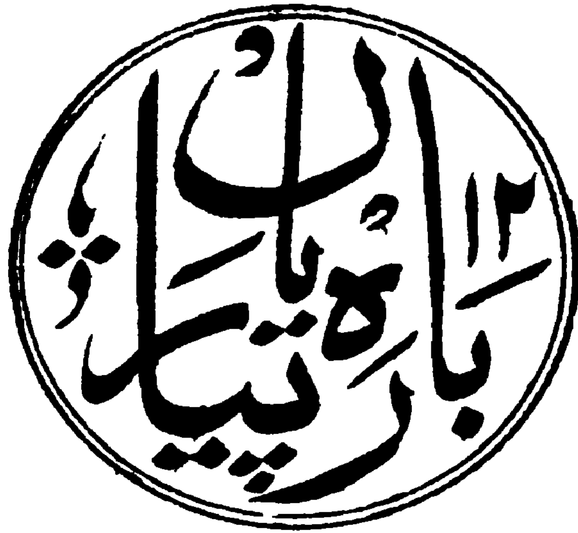
نبیؐ صدقے قطب جگ کی غزل صد ہور دو دس کی

اور — دن

کھیاوے گرہ کن اس کی، تو سن ہوئیں کن سراں خوشیاں

کھیا دے کر — کان میں

(ج)



۱

نھنی

نھنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب — مشاطہ پری ہونگاری عجائب

پیر سے خود عجب طرح

نویلی کہ قد سم سرو کد نہ ہووے — کہ نو کھنڈ منے ہی پیاری عجائب

کے برابر کبھی — آسمان میں

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سہے اُس کی موتیاں کناری عجائب

کے باندھی — زیب دیتی ہیں موتیوں کی

تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب

تمہاری مجھ کو چڑھی — (چشم دل)

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰ بجاتا ہے تانا و تاری عجائب

لئے

(ق)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں

کے ٹپکایا گوندھو

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

سے

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نھنی پیاری
مجھ سے وہ
چندا مکھ پر نو سے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں
نئے
کبھوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی
تیرے کہانی
کہ تج باساں کے مہکار سے مہکنے عشق جاں سیتیں
تیری خوشبو
مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیو لا
تیرے
پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھکن میں سہاوے بھید کاجل کا
لگے ناچاک ذو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں
محمد قلی بچپن سے
تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سقیاں سیتیں

(ق)

ebooks.i360.pk

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری تو نے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر رکھ‌سیسر ہلا‌کے قی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول سکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھپ سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی بوتی نغمی اپ تن اُپر چڑائی
اپنے
اے بوتی میں رُپے کا چندا دکھاتی منج کوں
یہ روپیہ چاند
خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
(ق) شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں
پھر سے

(۴)

نازک نغمی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز
کاجل
نہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سرا بھرتے نہیں
میں شراب
پیالی میں مد کرتے نہیں جم عرض نا مانے ہنوز
امید جم تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نمن پن کے کھیل مولاں نہیں امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں اپ ترخ تا چلنے ہنوز

ایضاً

قطب زماں کوں جان توں نہہ کے بچن میں آ توں

(ق) دے عشق کیرے دان توں کینا ابس تا مئے ہتوز

کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سبو یوں

سو کا سوں کر منس جو غصہ و ناز کی بات

۲۱۴۰

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوڑی جیو منگے اسکوں گمن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلے ہیں پھل سب جگ منے

اس کی باساں کن نپیے سب خطا ہور سب ختن
اس
کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گند الے ہی نٹ نٹ کا رسوں

او ہنکاراں ناؤ سن کرگڑ بڑا نے سب تپن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں

بھید اولے کر دکھاتے ہیں آرث اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبروباں روشنی

جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر لچھن
ہے

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جا چھپ
چاند

آ رتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نچھاوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفرین

سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن



منج اوپر کالے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیو اپنے ہونٹاں کا چمن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن (ق)



۲
سانولی

مری سانولی من نکی پیاری ویسے ۲۱۵. کہ رنگ روپ میں کونلی تاری ویسے

دل نظر آئے
سہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری ویسے

سکیاں میں ڈولے نہہ بازی گن جب اوکھ جوت تھے چند کی خواری ویسے

اُس کے سے چاند
توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں تھے ہاری ویسے

تیرے مقابل سے
تیری چال نکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پھل بھاری ویسے

پھول
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری ویسے

کہاں
نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا
سہیلیاں میں زیبا تماری ویسے
تمہاری

(۲)

پیا ساؤلا من ہمارا بھلایا ، نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا
دل

_______________ تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

کے / اپنے / سے
_______________ کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سُہایا

چمک / سے
رنگیلی دھڑی اُس اُدھروں سہاوے ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ نگیلیاں رجھایا
اسکے ہونٹ مسّی اس طرح / اپنے / سے
چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا
کے ساتھ / رات
ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا
سے
نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مدسجن جب پیے اپ خوشیاں سوں توگل بانہ بایا
(ج) گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

نھنی ساؤلی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ہمن من رووں بھید پایا اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز وو چنچل سنتیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر
(سے — دانت کی چمک — نظر آئیں)

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور
(تیرے)

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر
(اُس — سے — آسمان)

موتی رنگ کا نمتینی پہنے توں — دیسے منج نظر تل ہشتی سندر
(نمیشنی — پہنے — نظر آئے میری)

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰ توں اُس کوں کھڑے کا چکا دو شکر (ق)



۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں

لے بھکتی ہے جھلکنی میں پون جیون ہرن والا
ہوا

عشق یاساں کے سو پھانسے پاک کھینچے آپ دمن
آپ و

کیس میانے پچل جیتری چوٹی منے دوناو بالا
بال میں میں

کونلی مکھ پر بہوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے

عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اس ناداں کالا

عشق تباں تھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
میں سے

نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرا وجالا
آنکھ مجھے

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کمچ سیتیں
سے
اچھل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
آنکھ سے
نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی
جسم سے
چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے
ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں
(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا
سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہاکے کئے ہیں بن میں
تیرا (کر)
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا

پلکاں تمد تلکے کر راکھیا ہوں میں تکے تیں
رکھا
جو پوتلی و ہندی نکہ آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیے رنگ

۲۱۸۰

لے بیبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوے یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند گھن پر
گذرتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں
سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جو بال
تیری دکر

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں ج تھیاں سو بسر
تھیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُدبھولیا دکھن میں
کونلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(چ)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے
مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے
میرے ساتھ

کندن رنگ تپلی کونلی ہور سروپ ویوں نویلی
اور
سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین میں تیری سمدپور موج مارے
سمندر پورا
سُرج سے گال پر دنت نورتن مانک جڑی ہے
دانت
سورج
بہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل اتہہ
بہت
سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب شہ سلطان سوں مل ہت چڑی ہے (ج)
ہاتھ لگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

کونلی پیاری سہیلی باری ڈاوساری داوسوں
نین ناری رنگ دھاری مدھماری سرمنے

نیہہ دھن کا نارمن کا پاوں جھنکایوں سہے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے
ہو کر
لاک چاڑی لوج پاڑی مج کوں آڑی در منے

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے
بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

(ق)

۴
پیاری

سکیاں جا سنا لیا و پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا ہے سیس تاج
کہوبوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں — سنوارے ولے نا لگے تج باج
مدن آسنا تا ہے گرگیاں کوں — کرو داد ا بییں آ تا را ہے راج
عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اُس تھے سُہاتا ہے عشوباں کا ساج
توں خوباں کا ہے روپ میں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج
تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں — او یک جھن منجے سو برس کا ہے کاج
نبی صدقے قطبا تھے مجلس سدا
سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

۲۲۰۰

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم — جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم

ذکر کے ساتھ غرور — جائے گی

یقیں جان جگ میں آبات ہے — کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

یہ

جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا — کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم

سے

میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل — کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)

محبت اپنے — تجھ سے

چھنداں سیتی سنگار کر آئی دھن — سہے مکھ اُپر خوی کہ جوں پھُل پہ نم

سے — زیب دے چہرے پر پسینہ پھول شبنم

پنواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کوں — او جائے ہیں باں میں اپنا علم

پلاتے اپنے — اٹھائے

نبیؐ صدقے قطبا ہے تج نیہ تھے مست — سُہے سب بتاں میں توں اُس کا صنم

تیرے عشق سے — سہائے

(ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داونی لیاؤ بجاؤ عیش ناشاں سوں

لاؤ — (تماشا)

ترازو عشق چو کھی ہے پیاری آنکھ انکھ سینتیں
عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہے ڈاو ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری
عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰
نام

عشق گوہر چڑانی ہے اپس کی ڈاونی میانے
خود
میں
اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں
باندھی بازو اپنے

عشق کی باتاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
کہانی مجھے
پری پر میانے ہلجیا ہے مراول نہیہ پریاں سوں
پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاو عشق سوں سارے
اور
سے
تہیتا ناچنے گاتے بجاتے سب ناداں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا امرتے تیں مدبھری پیاری
(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں
کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں ہے تیارا
تیرے کو نہیں
دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس ہیں کڑوا
اور
او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا
نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے نمنے تج پاس ہوں تو لبوں
مانند تجھ
اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا
تو تن کی باس آتا سحلا جبا سنبارا

پہنی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہت میں
پہنتی باندھی ہاتھ
کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی کنوارا
اور وہ

تج بول میں نمک میں، تیرے ادھر میں رس میں
تیرے ہیں ہونٹ میں

تیرے کنک میں کس میں ہور چوٹی ہے اندھارا ۲۲۲۰
اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ ادھارا (رج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی بیتر موبھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دارو دینے کوں
محبت نہ سکے

صحت کیوں ہوے عاشق تین جو لب شربت چکاوے نا
کے تئیں

پیاری

پیچی نج رات کا یک رات منج سنوارات ہو دستا
نظر آتا
واقعی نیری

کناکس سیج رہنا میں جو توں سیج اپ بلاوے نا
کہنا
اپنے

تری اس آنج تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کلا
سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا
نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات
ریت رسم

دیتی جیکچ توں گالیاں دے یوسی دلاوے نا
جو کچھ
بوسے!

نبی صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خانا
کی
نہیں

تجے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجاوے تا
(ج)
مجھکو
اتنا



۵
گوری



نہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب ۔۔۔ او مکھ چند پہ چند کیاں میں لاجوں نقاب

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۔۲۲۳۰ ۔۔۔ جھمکتا ہے تو اس تھے سورج کا تاب

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی ۔۔۔ تو چونا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب

رسالے او دھر میں ترے مدبھرے ۔۔۔ سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب

کہوں زلف یا تازہ سنبل سہی ۔۔۔ او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب

تری چال مدمت تھے لاجیں گج ۔۔۔ نہیں ان میں اے بھید ہور اشتاب

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
تو گل بانہ دے اس سوں پیوے شراب

(ج)

حواشی (بین السطور): چہرہ کا — یہی چاند جب چہرہ پر چاند کا — نہیں — ے — تو — چمکتا — زندگی — تیرے — سے — رسیلے — ہونٹ — کے — کو — چاند — اس — سے شرمائیں — ہاتھی — اور یہ تیزی — یہ — سے — گلے — کے ساتھ

(۲)

عشق کی ہے پتلی ہے گوری رنگیلی — چھتر ناریاں میں دسّتی ہے چھبیلی
(نظر آتی)

نہیں تج پدنیاں کے روپ برماں — کہ ہے چند رمکھیاں میں توں رسیلی

زیب دیں تجھے
بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی

جسم سے — نظر آتی
برستا ہیں تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبی صدقے قطب شہ سوں او پیاری

سے
پرا واحسن کا کر آکے میلی — ۲۲۴۰

(ج)

ملی

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اسے پری
سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا — عشق سونتے میں منج اُپر جیت پھری
عشق کو پ سوں کھینچ باندی کمر — جو بن پیا لالے ہات میانے کھڑی
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات — پرم باغ میں سُہتی کسوت پری
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول میں — توں سیورائی ہوناں سنے ہی کھڑی
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
نبی صدقے قطبا کوں گوری ملی — ہلات اُس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

۶

چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

کے ساتھ لگا — بے چینیس — ہم کو

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا

جگہ — کرنے والا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا

زلف — پرندۂ دل

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

رات — میرے

نین بھری چھوڑی سو کہ ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

خط سرمہ کی — کو — بھری

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہوں نا کیا کرے عاشق بچارا

محبت — خود

نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ نہ ہو یک تل بی نیارا

رہ — بھی

(ج)

ے

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے مو جالا بلی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا

جن بن ہی آلا مو کر متوالا — منگے میرا خیالا صراحی پیالا
مجھے — مانگے خیال

نز ختا..... پورا منجے باج ڈھولا — ہولہے ابو لا مرا سائیں بالا

ادھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جاوے چھالا
ہونٹ

مومن تو سوں پھولیا گیا من تو لیا — برہ راز کھولیا توں دے اپ وصالا
میرا دل تجھ سے — اپنا وصال

میں گاوں پلا بلے من تلا ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ اہیں آگلے لا
دل اللہ (گلا)؟

نبی صدقے قطبا تو من یچ بسلا — بلا لیا بھولا لیا نو ارو ملالا
بھلا — ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دے پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سراکے مدنہیں او رس امرت ہے ادھر رنگ میں حیات آب لالا

بھٹی جوبن جوانی بیٹھنی سوں مودل میخانہ پیالا دیو گلا لا

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا چمن گالاں میں بیٹ دنت پھل گلالا

یوں ماتی پیالے نین کیتی تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا

ترے وساں تھی ہوتی رات کالی ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اجالا

نبی صدقے رہے تج عشق میانے قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آچھے لالا کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا

نجاو و پھر کہ آو میرے مندر ۔۲۲۷ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوبن کے لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی کہ دیتا ہے وو نہ منج کوں اُلالا

نین تج عشق کے دھوپاں میں پیاسی
ہوی ہوں منج پلا تج لب زلالا

تیرے مجھے تیرے

نہ بھاویں یات منج رتن کے ہار
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا

مجھے پیا کے ہاتھ

نبیؐ صدقے قطب شہ کے سو اوپر
اوڑاتی ہوں سکیاں ماوئے و الا

اڑاتی رمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا
تم او پر تھے واروں گی جوبن بالا

تم سے

منجے وصل کا دیو پیرت پیالا

مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے
تمارے سو با ہاں منجے کنٹھ مالا

تمہاری محبت تمہارے

تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ
برہ کی سو منج تن تھی جاوگی جھالا

میرے سے

۲۲۸۰ مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیو
محبت کے موتیاں کا گل باو مالا

پھول خوشبو سے گلے میں ڈالو

کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا
توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا

پی سکوا سے

نبیؐ صدقے دایم قطب شہ انند سوں
کریں بھوگ ان کے تن تن تلالا

ان (ج)

۸

لالن

چتر مانی کے ہت تھے لیو پیالا
نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہاتھ سے — ہونٹ

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
میں متوالی ہوں لالن متوالا
ہونٹ — مجھے

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھنر تے
اڑاو منج پرت کا شاہ نشالا
مجھے

بچن پیرت کے کچ نہیں بچھتی ہی تو پی
مگر توں ہے سکی ناداں بالا
کچھ — بوجھتی

(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاند ہیں دل رہیا ہے ہمارا
او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
آنکھ کے پھندے

اس او پر او ک سو ہے او زلف بارا
وہ

اس انگے دسے چال ھنس کا بچارا
زیادہ — وہ — نظر آئے

۲۲۹۔ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن
پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہہ بر کہ کوں
کہ جس رنگ تھے ہوتا پہ چمن کا سنگارا

(پھول — میرے عشق کے درخت — سے)

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن
(تیرے عشق کی راہ کے بغیر)
نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)
(کچھ اور مقام)

(۳)

مرا لالن ہے لیلی اہیں ہوں مجنوں
کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں
(ہر لحظہ — عشق — سے)

اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا
کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو (مضموں)
(اپنے — باندھا — عشق کا — تجھ پر اور — طرح سے)

میا سینتی کرو چک سار میری
کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو
(محبت سے — اثر کر گیا — تمہارا — جیسے پروئیں)

تجے دیکھن تھے پاوے سکھ موتن میں
کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں لو
(تجھے دیکھنے — سے — میرے)

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا
نکر چالے جتر چھنداں کے مسوں
(اثر کر گئی — میرے — چالیں — (فن سوں ۹))

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں وہ

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

غلامی سے اپنے

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں ۲۳۰۰

(ج)



۹

موہن

اہو مانی مدن موہن پیارا — پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگیتا لجو کندن کے میانے سنپڑے — سو دوں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

(نگینہ، درمیان، اسی طرح، مجھے)

پیا کوں پاودوں پر جینیا مناوو ل — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

(پانے پر یعنی بعد، وہ، کہا)

یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں — کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

(مجھے)

نمیں منج تو لجاتی سیج اوپر — ولے دیو وا ادھر کا منج ادہارا

(تم، مجھے، ہونٹ، مجھے)

نبیؐ صدقے کہی لیلی ہیں قطبا — کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا

(تمہارے عشق)

(ج)

(۳)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندہیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنونت ناری سوں
باندھا

امیداں کے انجھو موتی کے راساں ہائے ڈھکر ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چندر مکھ کوں

سہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

اجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاناں بساں میں انگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ تیرے جسم کی قربت کی

اجھوں گھلتی اہیں تیری نین رین کی خماری سوں
اب تک رات ۲۳۱۰

سجن کیے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں کوں رنگ رنگ سیتے

سے

کہو

نہ کو ساجن کی دوری کی بچن نہہ کی دکھیاری سوں

سے عشق

کہو

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لایاں کے اوپر لا با

مجھے

کیئی ہوں نہہ کا سودا قطب شہ نہہ بھاری سوں

(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں پاوے سو اُس دھن کے
چکھ فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
ولے میں نا کروں ہم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی منن نکھرے نہ ہوئے نظراں جو لالن کے

یکیلا میں نہ الجھیا ہوں سو اُس زلفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں تیر سحر اُس وو نین جادوے پرفن کے

اُسی تھے گل کوں چ پھر تھے چُبھے کانٹے سو تن رنگ کوں تیں
جو تیری باس سنگ کرنے کئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کرمیں تجے آتے ہیں سب گھن کے

کہ کرنا یک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں
گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تجھے پیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

۱۰
حیدر محل

حیدر محل میا لئے نابات گھول ساجے
دن رین انند سیتے طبلا مدن کے باجے

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نورتن کا
عشق کے پاتراں سب اُس کا س دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دل میں ہے عشق پھول جلوا
پتلیاں نین کیاں ہیں مَن میں انند سو کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پیشانی اوپر
جو پھیر نورتن کے تاراں منڈل سو باجے

چادر عشق کا وو ڈے جوں بر بہوٹی دیسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لا جو باجے

ماوے سو بر و بنکر بر داں سوں ناچے نرسن
ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے بر دباندے ۲۳۳ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پنچھے نین سو کاں سوں مو چپت نت پھاندے

سنے جالی منے من میں الجھا ... عشق ناداں سوں نت آنند تھیں دے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبی صدقے ملی حیدر پیاری اے سیویاں میں چپت سوں چپت باندے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب داواں سوں براں کا س باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میا تے جلوا عشق کا گاوے گا

یزدانی تانت چوندھر رنگاں سیتیں بجاویں

اب بات میں بندی ہے جلوے کے، نادنگن
سے، ماندھی

نیناں کی ہے پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
ستاروں کی طرح

عاشقاں محبناں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........



نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱

محبوب

دل چمن میں اوپری ناز سوں وستی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

وہ مست

پھُل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے سر بسر ہے اُسے مُنج عشق کی مستی محبوب

مانند کو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب

سے سے

اے نوبلی نہ پوچھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا استی محبوب

بہت میں

نبیؐ کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجھتے ہیں
سو کے کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب
(خط سے کے ... سے)

تم
ترا حسن یوسف سوں کرتا ہولا وا
تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر ہو گل ہے تسبی
(میرے گلے کی تسبیح)
مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب
(میں)

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی
(سے)
۲۳۵۰
نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب
(ج)



۱۲
مشتری

نین پتلی ہم سوں کری ایک بات — نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے مجے مشتری — عشق انت ادھر میوہ تج کوں بہات

سے مجھے — ہونٹ تجھے

عشق توسے جوبن کی ساراں کرے — ادھر نبیرے کوثر کا پیالا پلات

ہونٹ — پلاتے ہیں

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں — ادھر چو منے تھے سو لاجے نبات

سے شرمائے

اچپت چاند بہتے ترے دو دو دل — ترا مکھڑا پرم کہانی سنات

سناتا ہے

چتر ناریاں میں چتر پن سے تجھے — کہ آپس کے من میانے منگوں متات

نبیؐ صدقے ماوے چتر قطب سیں

کہ راباں منے قطب نارا جنتات

شاہوں میں

(دق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیسے تجھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہستی اسی کا ناؤ ہے تن میں جیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ باصفا ہے

تیری سے

اسی ستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دل میں

بہت دن ۳۲۶

ہزاراں شکر سجدے کر کہ تج سوں مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوادے میں سجن کا نور دستا

گہوارے

سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع بیٹھیا ہے زحل تارا

سب

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں میں منگل کیسرا جھا ہے

نبی لت کر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی
(ق) کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے
لاکھ




دو پیاریاں

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حُسن ملک میں نا سُہے تج باج

تو چُمنے مِٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اُس مکھ تجلّی سورج پکڑیا لاج

سچی اِس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیں سُہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول بیڑا دے کرو تم سلاج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گُندنے ہوئے مشّاطہ ساج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا
اَدھر نُقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پیاس
عشق تاراں سوں تم بجاو کماج

ہے سرپانوں لک توں کُندن کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

نبیؐ صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کے خوشیاں سوں توں راج

(ن ج)

۲
حاتم

ناری سہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ــــــــ
زیب دے تجھے — چال
سنپولی اپر بھونگ سٹیا چپ آم — چھوٹے آ لکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے اَدِک دیپ ہوٹاں پر — ادھراں کے اپر جبے ڑ سو لالا
سے — ہونٹوں — لال
دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلا چھند سوں پیالا
چاندنی — سے
دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا
عورت نے بال — رات
ناریاں میں جو ناز بھاگ اچگل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے ادھر تھے پیالا
سے

۲۳۸۰

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نیں لکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت

آساں اساں سا تھے سب ہوتیاں سو کھے ہیں تج نین
نیں ہی صواب پانی دیتا تمن ولایت

اس شہر کی سو بتاں کن نا دکھیا نہ سنیا
ناکو توال قاضی نا کس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر اتر بہت نہ دے کر
ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اساس و لکا راہ خیال باندھیا
اپ ناز روشنی باتا مجکوں ہو نثرایت

تو انت ہیں جیو کا دوری کہ جس انت پڑنہ سکتا
تج حسن کے چھجی کا کوئی نا بوجھی بدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش میرا سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مو مور رمنے موتن ۲۳۹۰ اب ناکریں تو ہم پر ہور کب کریں عنایت

تمہاری سے اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی تپر بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق ج)



۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے توں رنگ بھریا ہے — سگھڑ سندر سہیلی گن بھری ہے
کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے — وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
کی طرح — اس کو زیب دے — وہ — لڑکی — بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں — وُ تن میں توں سورنگی جوں پری ہے
چاند جیسی صورت والی — اتنوں — خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آمیں آج تج سم — کہ توں بالاں میں سب عنبر بھریا ہے
آسکیں — تیرے مقابل — بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی — او شابی تجھے سدا تج سروری ہے
پیدا ہوتا — سے — جو — جوانی — اُس — کی وجہ سے — تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے — او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے
آسمان — وہاں

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اسلئے

۵

پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑ بُڑا پُر شاب سوں

وو بُڑ بُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اُس
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
میں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کمانا روس کر
ل
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپُ ناب سوں

جب ناک میں مکر اسہاگن پہن آئی جلوہ میں
وو قفل وے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

ملوا جو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں الجھا ہی منجے اس کمر کے قلاب سوں
مجھے
قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح
ہنستن سنکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں
وو پدمنی مل کر سہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ
(ق)



۶
سُندر

چندر مکھ تج، لعل لب ہیں، وسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل
کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے
اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں
سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ
سرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو
ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ
کہے دیکھے کرشمہ کرو وسندر نازنیں منج کوں
مجھے وہ
تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں ۲۴۱۰

سورج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دیس مج یوں

کہ جوں منگتے سندھر کن اوگدا ہو بہت پیارے ہیں

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں



سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا
تماری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بنتی سا جن دیا سو لیا
گھڑی تل تل تمن پر میں بلہیارا
میری آپ بیتی عرض حال کرم سے
تم
بلہار

مرے تن من میں نس دن یو لبسے شہ
تجی سوں جیونا میرا ہے سارا
رات
تجھ ہی سے جینا

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے
سورج چندا دیوے مشعل ہمارا
تمہارے چہرے کی

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں
جوں اسکندر کے درپن جگ سارا
تمہارے چہرہ آئینہ
جس طرح
آئینہ میں ساری دنیا

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا
تجھ

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری

کرم خوردہ

(ج)



رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیا لا پلاتی ہے
۲۴۴۰ خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے
آنکھ میں
مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں
آواز سے
رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے
ٹیکا مانگ نئے چمکاتی
نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں
نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے
انچل جھلکار کی چونیاں چندر سورج نمن جھمکیں
کی طرح
ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں بناتی ہے

مدن کا تھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے
پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
رنگیلی بیر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبی صدقے محمد قطب سوں مل اِچ گڑی اب توں
(ق) چندا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے



۹
نور کی مورت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند انکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہتے جوبن گج مست ہو چلے
ہاتھی
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا انکھ جام چندر ہے سو ہت درپن سکندر ہے
ہاتھ
ولایت حُسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
۲۴۳۰
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لنکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر خم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سر ہیں تج
لالات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے
تجھے دیکھ کر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں
جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں نا جام جم پکڑے (ق)
کبھی



کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم   بوند

کیوں چھپائے بی نہ تجبیپ سے نیر زلال کا جواب
بھی   کے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے نکہہ اوپر سرح صحبت کا بیاں
ناخن سے تروا۔ چہرہ کے

آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج باحساب
آئینہ

طرح صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
کرتی   نئی وضع سے

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے وشاب
ہے تو کچھ   سمجھ گیا   چالیں

پیتی......سوں مد تج کسبنا ناوں ہے
نام   سے شراب تیرا کسبن

جیف میری عاشقی تج جیف معشوقی کے باب
تیری

مج محمد ناوں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا   نام   سچ

آو خوش یا نہ آو خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

نازؔ

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
عورت کی
تارے چندر رسن یو خبر رین میں ہے گڑبڑا
چاند کریہ رات

سو دھن کا مکھ جھلکاوتا رین میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں رخ جھلکتا رات جاتا
دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں

ہسیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو پھول سے
بوند پسینہ کے
دیکھت چنچل نینان چپل بجلی تو جاوے کڑکڑا

نیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ بھرنا جائے کر
نیچ پانی
باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا

دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جوں تارے جڑے
خط ہرہ
سر اسمان
حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں بسے کیتے شکارو سب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو

خونی نشانی سچ دسے عشاق لے چنگ سنپڑا
نظر آئے

صدقے نبی کا داس ہوں میں داس اک راس ہوں
غلام

قطبا علی کا داس ہوں پکڑ کھڑا او لدل کڑا
غلام پکڑ کر

(ج)

(۲) اسرارِ شباب

(۰)

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی

نگر وتا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر

بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی چین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
نہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی بیقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی چال، ہاتھی کھلائی ۲۴۵
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
جوانی لائی

اُودھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جُھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہت لے آبِ زندگانی میں

بچن ہور نہوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں

(ج)

(۳) انداز شباب

یوں سینے ہت راکھی ہے اپ کمر — سورج چند نین جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر — چاند کی طرح وہ

میں اس نور سوں لبدیا ہوں کیا عجب — ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
سے — نے ہے

تو دوری ڈراوے منجے دو رتھے — وو کیا بوجھے وو دل میں ہے تو نگر
تیرا فراق سے — تیری سمجھے ہیں وہ

نہ ار دھنگ سوں سیس اپر بائے انچل — کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
ہے دھے جسم سے سر پر ڈال — جس طرح سورج اور

اچھوں وو را کرنا اچھو فرق نہیں — وو موت ہے میری نظر کا بصر
اسکی

کہتے لوگ جو کچھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے کا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا — کہونا کہو ہلچیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے — نہ پھنس گیا ہوں

۲۴۶۰ مکر حیلے کی دار و نہ بھاوے منجے — وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھ — اس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چاکھے لیے ہے نمک سوں شکر
سے — جو

(ق)

(۴)

چنچل نین

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دو دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے
دو مست شوخی سوں تہنے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے
تج نین چنچل ...... کان کر دو زلف سوں
کھیلیں جو دھرتھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے
یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ
یا مکھ نورانی جوت بھر ہے نین کیرے شاب میں
آنکھ روشنی
ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلیح کلا کرے
آنکھیں
کوئی ریس تس کی کیوں کرے یو ندل کرے اسباب میں
اُن

نینوگھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

ل سیج میں ریجھاؤتی چوسار توں ہر بات میں

چاروں طرف تو (رج)

ماہ ابرو (۵)

(❖)

تج ابرواں کے چند تھے دستا تجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

میری تیرے

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواوپر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوات بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع .... کا

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوشیاں سوں سماٹ
سے
تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قب جاوید کا

کوئی آج لگ بجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں
تیرے
معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا
تیرے کبھی

پہچاننے
تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
میں
نا بج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا
بوجھ

تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے
او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا
نہیں

تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں
اور نہیں لمحہ کبھی
شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو وعید کا
مجھ
(ق)



کعبۂ رخ (۶)

(※)

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سُہے تل حجرالاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سو مکر اڈول جوں پانی سے بند موتی چوآئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہٹ قطب کے داعی دعا کر کر بلائے ہیں

چنچل کی نین تھے حج کوں نشانیاں خوں کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

منا، عرفات، دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے

اے عورت اور

کینتے قرباں کرکر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں

۲۲۸۰

دل لہو

دیسے یوں جالے موتیاں کے بچھل جوبن پہ چنچل کے

نظر آتے ہیں

کہ جوں طنبو دو تھانیے کا پَوَن سوں کس دو لائے ہیں

(ق ۔ ج)

سرو خوش قد (۷)

سرو خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

دیکھا

اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب

(سر کا) طرح

سَروَرِ سَرواں مرا سرا اونچ ہے سورج نمن

سربلند

او سورج کرناں جھلکتے مجہ نین کھن میں عجب

اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
کے

باغ میں سب...... سرواں ڈولیں حیران ہو
سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سروکوں
کی طرح کو
چند سُرج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے
لذت اُس جھلکار کا چھپیا ہے مجہ من میں عجب
چھپا میرے دل

یارب اُس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم
کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا

تر تڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اُپر
نچھاور
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا اکھوں معانی یاو تی دو تن نشاں
جہاں ابھی — لکھوں — پالیتی خیر —
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ

۲۴۹۰ (ج)

(۸) چاندنی اور سجن

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوٹے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے شا کی
چاند سے
تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھلکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلا لا

دیسے جوں دو دو چندا اس میں ہو من
نظر آئے
ہہتیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اس صفا میں نرالا

چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اون عکس دیے چند رتھے اپارا
(چاندنی — ناز سے پیا)

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی
پن اُسکی پرت کچ نہیں اُس پیارا
(ان کا — کچھ — سے زیادہ)

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے
نکرے اُسے ہور مستی اُتارا
(دل — جس نے — کچھ)

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے
اوسے مائیں نہہ پنت میں جگ سارا
(جو کوئی — سے — نہ کر سکے — اور — مانے عشق کے مسلک)

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں
کہ جیوں نور تھے ہے سرج آشکارا
(میرے — سے — سورج)

سکی پیو جنتا لگیا ہے ہمن کوں
سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا
(ہم — کے)

نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا
(تجھ سے لگا — اپنے دل — کرتا)

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بُج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ اَدھر تے مج ۔ ۔ ۔ (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نورا و سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھر پور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرہ آ چُرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈ کر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت مُنج مُنج
پیا
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں
اُس
کینتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی
کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں میں ۲۵۱۰
کیوں ہ
رہوں گی
حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سندور ٹیلا پیشانی راکھے تل تل ریت لادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تیری

دھری ہی کان میں مندرے چڑائی ہے ابو قی تن
کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو بجلی پتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی

امنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں میں خوش

چڑھ کر

انچل ارد ہنک ست پکڑے اونا کا ہت ستی ریوا

ہاتھ سے

پرت جھنتر سوں آئی ہے سکھی اب دو دجوبن پر
نین ال کھلا کھینتی صراحی نہ سرا بیوا

شراب

میرا امرت انچل اوجھل لذت منجکوں دکھائے ہے
پساریا ہات میں آساں سوں او آس منجکوں تک دیوا

آس سے وہ

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسوں
قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا (ق)

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
گھر پاکاں میں تجے بیجیا گھر ۲۵۲۰ — عشق کا جنیتا سو امید ہے
عشق حرکتاں میں سو حرکت اہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی سیتے بوسا دے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند اُتار — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میں سزبانی گناے — عشق کے نشاں پر مراد ید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سروَن بھی تپنتے ہیں مرے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

...... تج دُرا دھر تس میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھرا دھر منگتا ہوں میں آثار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی منج رخ اہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش ۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج باہنہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج باہنہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے تیں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو توکچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سوں

اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے رومادلی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ و دھار عیش

رواں رواں تیری گنگا کی دھارا میں

ٹ وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو سیلی بھی کہتے ہیں۔

دُوتا بھی دُو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں
دو من تزادو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
نج منج کمر کے کٹ منے بیرت بکٹ سنپڑیا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دا یم مدن کا بھار عیش
میں
نیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ تاگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد
(ج)

عیش وصال (۵)

(✢)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتر اں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل
کہو چند سور کوں جا جو یکا یک آج نا نکلیں
چاند سورج کو
۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہنہ اِراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جا سے
اور کے بغیر مجھ سے رہا
کہ یو وو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
تجھ سے
کہ دو تن بھٹ پرے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسا تھی
دل کے سمندر میں (برسات میں)
بچن کے موتی..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے بِن قطب شہ خاطر آیا ہوں
کہا سے

(ج)

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات
اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھل ڈالی ہو تارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہوشہ مد سوں متوالی
انچل ہر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

دسن کے داغ گا لاں پر بھنور جوں پھل گلالا پر
(پھول)
دیسے پھل جھلک با لاں پر سو جگنا رات آند جھاری کا ۲۵۵
(نظر آئے پھول)
سو لکھن چھند بھری چنچل پپ کھاسے سیس تھی انچل
(عشوہ) (سرکائے) (سر سے)
متی ہوئے مست جوں منگل سو مدپی پیو کی پیاری کا

نبیؐ صدقے قطب راجے طبل آنند نت کا جے
(راجہ، شاہ)
سدا اچھل گیند گنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)


افسانہ محبت

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی — کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بال بالا — کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دِوانی

تمہارا — اثر کر گیا — بھرے بال بال میں — تمہارے عشق — میں

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے — بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

نہیں

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا — عشق پنتھ میں آس کوں ساجا کہ مانی

محبت — کرتا — جو — راہ

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں — جیون پھل وہی پا پیا کریں جانی

جو کوئی — زندگی کا ثمرہ — پایا

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں — جنے نیہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی

جیتا آرام سے — جس نے عشق

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا

دنیا کی قیمت

سوا دو عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی

وہ — سے نہیں خوشتر

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

محبت کے پانی جو رہے اور — وہ

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا — عشق معنے

جو اپ پیرت کے تیں دو جگ تپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اپے نینہ پچھانے

اپنی — جو یہ راہ

عشق کا جن نوجے ان نگٹ بھاؤ — پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے

جو — وہ بہت

ہمارا بھید نیں بُجھتے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

نہیں پہچانتے نہ — اور

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

فراق رات

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب توں ال پچھانے

(ج)

رقیب

(۳)

اے دوتن تراسی توں ہے سر بسر غلیظ
چر چر کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کرے غلیظ

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہوسے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے ناؤں کوی ترا
تج ناؤں لینے تھے ہو ویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چیتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چیتر چترنے تھے ہوگا چیتر غلیظ

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا بشت چھاؤ
لک گا نو تھاس جاوے گا شیطان ڈر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کہ کر
اے دوتنی تراسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں پچاتی ہے
ٹسک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کینتا کو اکی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دند کی بساتی ہے
دشمنی

پنوا کی توں کینتا اپسے للن سوں ملکہ لے دوتن
مِلکر
دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے
کیوں

رہی ہوں جان بج کر میں پٹے سب عشق کی بھی منج
پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دشت جن ناری پہی تس کیا اٹاکی توں
مگر حور حیل چھوڑے توں بھڑ اس کیا آزماتی ہے
نہوے باتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں ریجھاوے کیوں
ترکماں سوں اُن یکیاں ہے جتی کنکر نہ بجھاتی ہے
سو اُس ہیلی سیانی کوں تہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سو اُس شہ کا ہنس ہنس و قتاں گماتی ہے
کہی پیاری نبی صدقے محمد قطب شہ کوں توں
ایسے او گن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی
واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

اونارنا پہ چنچل گل لال گال پھل پھل ۲۵۰۰ کھڑکی منے تھے اچپل سر پر تھو سر تھے ڈالی
ڈھلکائی سے میں سے
تارے چند ا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی
پڑیا نظر یکا یک ہلچیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چکمک حسن و ہمن طلالی
جم اس لگیا ہلاوا و تن سو دیکھ سہاوا اس گھر میں لائے لاواں گستاں سو جا اچھالی
تن عقل اس ٹپری کی ساس آئی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی
بوڑھی
بعنواں کوں گانٹھ باکر جم کوں نپیٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی
مکھ پر بدھی کی جھڑی کو شان کی ٹل کی جھڑی سو چندپ کرنا ترڑی او پاکنی ہے مالی

قطبِ زماں معانی بس کر بدھمی کی کہانی
شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)
جلائی



عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اس واں دکھایا

محبت، پریتم

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

خوشبو — نہتے

سبھی عالماں آپ پڑن جاہیں — نہیں کوئی پایا اے پیرت کا مایا

مایہ

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر — پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل — وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی — جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی
(پہچانا اُسے)

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے — شہاں میں سُہاتا اُسے...... سلطانی
(سے جو بہت باندھو) (زیب دیتا ہے)

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا — کرے کام ساجے اوسے کامرانی
(میں) (سجتی ہے)

دیو و جگ کوں بہو جن اُو بخشش کرو جم — کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پیشانی
(جو، وہ) (چمکے، سے تمہاری)

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر — اپس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی
(کے یاد کے) (سے)

نبیؐ ہور علیؓ سوں قطب کی ہے پیرت
(سے، اپنے)

۲۶۰۰

سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی
(اور سے) (اسی وجہ سے)

(ج)

مُتفرّقات

فتنۂ دکھن

ہلجائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
بل اپنی کو دلوں پھانسے
پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
اپنی آنکھ کے کی طرح
کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
مجھے سے مجھے چہرہ کہا
کہئی اپن گھر آ منجے، یو سُدھ ہوا اس جاب میں
کے جواب اپنے
سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب
(جیسا) شرم سے
دیکھت سو اُس کا جوت چھب طاقت نہ رے مہتاب میں
رہے دیکھ کر
کیا چلبلی سودھن ہے توں، ہر فن منے پرفن ہے توں
میں نازنیں
ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سرزور ہر یک باب میں
اور

صدقے نبی قطبا سوں مل کر تے لیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قندا بیں
میرا پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی میں پنت تج پیم
تیری محبت

منجے جیو دینا ہے پیم میں نیم
مجھے دل دینا محبت میں دھرم انعام اصول

کرب سوں میں نیو حی تھی پیا کوں
نہ پہچانی

کہ یک تھا مج نین تل کو ہو تیم
میری آنکھ میں

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ
ڈھونڈا

بہوت جو یا ہوں نیں پایا ہوں میں ٹھیم
نہیں

پرم پیو کا ہمارا جیو سنجو
پیا کی محبت کا

پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
راہ عشق اصول

نبی صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی کوں بولیا ایم مر ہیم
زباں ہندی میں ایم رسے ایم (کیا رے کیا)

(ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا مج مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین موتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نیں یوں رہیا جیوں نوح کشتی میا
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلیا یا ڈروں ناں میں پری جن تھے
ہندو پاتر سنپڑتی نیں نچکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکار وساں سوں چلے ڈگ ڈگ کوں پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق میں دیکھن کے بچن سنے کرن پتلی

نبی کے صدقے بھر تھے جینتیا نادان بالی کوں
انندا سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گوشاں پہ اپ تسر کھایا
اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

(جو — اپنا) (اُن کے ہات سے)
مرے سیں موہن سیرا سو ہتا ہے
تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

(سہرا — سجتا) (اور)
فلک ما دے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ
پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

(اور — اسکے نیچے)
دما مے سو باد ل کے کھن کا چہ ہے
کلیجا سو تن دشمناں گڑبڑایا

بریاں نظراں تھے اسکوں اسپند اُتارد
نہ حیدر نگر اُں انداں بھرایا
(سے) (کو اس نے آنند سے بھر دیا)

محمد قطب شہ بندہ ہے نبی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصّہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱	الف	۱	۳۱	۲۳۱
۲	ب	۳۰	۱۱	۸۱
۳	ت	۴۳	۱۲	۹۹
۴	ث	۵۶	۱۱	۷۷
۵	ج	۶۶	۱۰	۶۹
۶	ح	۷۵	۸	۵۵
۷	خ	۸۲	۴	۲۸
۸	د	۸۵	۱۰	۸۳
۹	ذ	۹۴	۱۲	۸۹
۱۰	ر	۱۰۷	۱۷	۱۴۱
۱۱	ز	۱۲۳	۲	۱۶
۱۲	س	۱۲۵	۶	۴۴
۱۳	ش	۱۳۰	۱۰	۷۱
۱۴	ص	۱۴۲	۵	۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

(۱)

ولا منگ خدا اکن کہ خدا کام دِویگا
(مانگ — کے پاس — دیوے گا)
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا
(تمھارے دل — مرادوں — دیوے گا)

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بُجھاگا
(آگ — سے — بجھائیگا)
براہیم نمن تجکوں سُکھ آرام دِویگا
(ابراہیم کے مانند — تجھے)

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
(دروازے)
جے کوئی نبیؐ نام سوں دل رام دِویگا
(جو — سے)

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
(جس — نہیں)
اسے خون جگر دارُوئے ناکام دِویگا

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
(تو)
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا
(میں — تجھے)

اپن بخت جفیرے تھے کدیں دلمیں نکر غم
(اپنے — سے — کبھی)
تجے دارُوئے صحت سوں شفا جام دِویگا
(تجھے — سے — کا)

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ توں نکر غم
(سے — تو)
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِویگا
(پھانسی)

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا
(تیرے پیارے — ہے وہ ہماری)

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیا وے پکھ پھول کا تمھارا
(آنکھیں آنسو، تیرے دھوؤں قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو لاوے تمھارے)

بتخانہ نین تیرے ہور بہت نین کیاں پتلیاں — مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا
(آنکھیں اور کی — میری آنکھیں مشرب)

اس پتلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے — رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا
(کوئی — دروازہ)

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
(تیرے عاشقوں)

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کدن جاوے ہم سر تے ٹک بہارا
(تیرے ہمارا سے — تیرے پاس وہ کبھی سے باہر)

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادہارا
(تو لکھا اپنے — تجھے سہارا)

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جا ہی کرن سکتا — نوا یوں نو جوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا
(مانگا سکتا — نیا سے پورا کر سکتا)

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا
کہ تو جلوہ فلک تجھے ہے سوتا ماہی کرن سکتا

چمکا آئینہ سورج

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نینا بھر یا دیکھے
کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا

تمہارے چہرے میری آنکھیں کسی کی تمہاری مقابلہ

لکھا سورج کتابا تجھ نوا خط سو لکھایا تو لب
اسی خط پر سبی عاشق سو یک نہ اہی کرن سکتا

تو نیا سے سبھی ہمراہی کرنا

کتے دن تجھ پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھا ٹک
الف پڑھنے ہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا

کتنے سے مجھے کتنا پڑھا نہیں پوچھا ہزار

تمن جو آہن ہمن زردی نپایا مکھ بیچارا ہو
دکھے عاشق شفاخانہ تمن لاہی کرن سکتا

فائدہ

تمن مکتب میں نہوا داں یرہ بحثاں سدا کرتے
سکاون علم شیخاں کوں نچھل کاہی کرن سکتا

تمہارے بچے فراق سکھانے شیخوں مشکل کیوں

دم عیسیٰ کِتے مردے جلاون ہی وتیرا لے
دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

کتنے جلاتا دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نکر غم جگ
پیا لاہت پیا کے ہوتوں جگ شاہی کرن سکتا

دنیا میں اندھیرے سے

پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا
دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نابات باسے نا

سکی نہیں آ سکتی اے دیوانی کبھی نبات نہیں رکھتے

خبر ہوئی شہ ہوی سو ایکایک آئے مج ٹھارا — نپوچھے ٹک پھرے بھار تو اب ہا سکا سے نا

باہر — فراق سہا نہیں سکتا — تو ار

کہوں آپن برہ جس تن اگن شعلہ پڑے اس تن — سو مشکل ڈ اتیا مج من ہمن دکھ کوئی سنا سے نا

ذرا — اپنا فراق — کے پاس

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس سُرج کا مکھ — اندھاری نین پاویں سکھ تو مجھ پر کیہ دکھ ہا سے نا

رنج ہو مارو رہونا — سورج — اندھیری آنکھیں

معانی ٹھاوں توں جانے غوص ہو کر تن پانے

جگہ پر — موتی — لئے

سو خالی سیپیاں لیا و وحیال سم تجکوں آسے نا

اختیار — برابر

(۵)

مکھ مین نقشہ رنگت بلا کا نور میں توں پائیا — جیوں سیام رنگ چند ال سول سب جگت چاندنا چھائیا

بل — تجھ سے پایا — چاند سے — چاندنی

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے — امید کے خانے منے گو ہر کے دیوے لائیا

درمیان — چراغ — لایا — تیغ — میرا — میں

کُنتل مین کیوڑے بھیس ہیں لوگاں کہیں رین دیس ہیں — مانک اجالے سیس ہیں منتر سو لیں ہلجائیا

زلف — متاثر ہوا — رات دن — سر

مجنوں سو میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام ہیں — اس مکھ الکہ مجہ دام ہیں یک بیسچ میں گل باہیا

مجھ سے — جو نظر آئے — گلے میں ڈالدیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر — یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کا ئیا

تیرے — پھول اعلیٰ — زلف

مج خیال ہیا تون سچ گیان دیوا تون دسے
کتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتا ہی تیرا ہی

بریا معانی ہل اہے اس کا ولا مج دل اہے

پھل سنگ تیاں ہل اہے کیوں بی تو دہن بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا
مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

سہارا

تپلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے
اسماں میں اٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح مجھے بھی آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے
او چشمہ منے میں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی میں اس مانند بھی مقام

زاہد جو ترا اکھ دیکھت جیو دئے ہیں
تج نیر ٹھڈی کی پچھی ہے عیسے کا بارا

دم تیرے آب ذقن

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے
کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا

چہرہ دیکھکر بھی

کرتار تیں کیس میں توں پھول نع گوندا
قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں منہ مہکارا

برابر پھیلائے کمہلا

بن تیرے تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں
ٹک آکے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا

بال بالوں تمھاری سوکھ ذرا

سب مالی کچھل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا
دیکھیا ہوں ترے مَن منیں صنع خدا کا — تو ستر نہانی سوں جھلکتا ہے پچارا
عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا
پایا ہوں اماماں کی دعا تاجِ شہانی — مج تاج میں ہے نورِ الٰہی جھلکارا

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا میں تو اہوں ڈگلیا
یو علم ہور یو کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا — عالماں بیچارہ دکھ کر اس کی تک میں رہے تھکیا ۵۰
سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات — چکھنے جا کر میں ڈراں ستی رہیا ہوں تک دیکھیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میا باندھی بڑ بڑے
بڑ بڑا ودنیہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

توں اندہارے سینہ میں نا منگ روشنی اغیار تھے
روشنی تج دیوے کوں قدرت اُجالے کا لگیا

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے
میں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا
میں اپ کام اُس آرسی میانے پایا

تری یاد سوں نکلے مو دل تھی لالی
کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں چھایا

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں
گدا گنج پا کر اپس کو پنسوایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں
سنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا

نہ پنچو منجے مشک نافے کے نمنے
ازل تھے گرہ پاکہ طبلاں بجایا

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا
ہم یہ

کہے ظلم کُتوال کا شہر میں ہے
معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا
کو تیرے نپایا ہوا

(۹)

کل مو تو نور دیدہ یسو نشاب تاب تھا اُس مکھ شرابِ دشت مرآفتاب تھا
مجھے تیرا بعد دولت انکا چہرہ نظر

تا دیس اُس تماشہ مکھ سور نور دوست میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
دن (دیکھ) تا وہ

مجلس ترا ہزار پر یخانہ سکل جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
سورج تمام دل ہیں

اور ہر ڈنک نینو جو پیئے گا نیں سو دہاک دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا
وہ آنکھ سر فراق سے

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ سنک تب ہر طرف تھے کا ر رقیب اضطراب تھا
سے

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا
میرا سے میرا وہ

او کی بِنت جیا کا نہ سکے دیکھن سو کوئی او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا
اسکے بغیر نہ دیکھ سکے وہ مجھکو کے چاند جیسے

تسبیح زاہداں کر و نقل و مدہوا ، تیسی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا

تسبیح ، میں

ساقی تو آہ کرم معانی کے تھیں نرج

سے ، ریخ کر

اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آ گا اب بکنعاں غم نکھا ، گھر ترا امید کا ہو گا گلستاں غم نکھا

آئے گا

ای ہمایہ دُکھ دکھیا سو خوب ہوّرل گا جا تج ، من کا چنتا ہوئیگا پھر آ کہ جاناں غم نکھا

اے دل عشق کا ، دیکھا ، تیرا ، دل کا ، کے

برہے کہا وو دودن تھا دور اپنے پیو تھی ، وایم یک دھا توں نہ رہسے کارمیزاں غم نکھا

سے ، رہ سکے ، تخت

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آ گا باغ میں ، چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا

تجھے پھر سے آئیگا ، آسمان کے پھول کھل کے

ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب ، کبا اچھگا پردے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا

کوئی ، ہو گا

او جنگل میں شوق سوں کعبہ خاطر رکھ قدم ، تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا

اس ، تجھ سے ، چبھیں ، سے

ای چھیا سو جا تھے نا ڈر منکا بھا نا ہوئیگا ، تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

اے دل موج سے دل کا

بات تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا ۔۔۔ شاہ را آیا تو ہے را آبا ہیں زر ابان غم نکھا

(راہ) ۔۔۔ (از)

حال میرا دوی نادان ہور کوپ رقیب ۔۔۔ سب تو پوچھیا ہے خدا ہور شاہ مُنزان غم نکھا

(اور)

قطبؔ شہ اس کنجِ فکر و خلوت و بیتی منے

(غصّہ) (میں)

تا اچھے ورد ت دعا و درسِ قرآں غم نکھا

(جب تک رہے تیرا درد)

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بندے موتیں پیا ۔۔۔ دو تِن کی بات پکڑے ہے یکرو سیتیں اپیا

(میرے دل) (مجھ سے) ۔۔۔ (غیر) (سے)

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں یاو آتنہ ٹھاؤں ۔۔۔ پکڑے کمان آپنی ابرو سیتیں پیا

(آتنا جگہ) ۔۔۔ (اپنی)

قربان جاؤں نا میٹھے یا طِل کے سحر پر ۔۔۔ سب جادو پکڑے نین کے جادو سیتیں پیا

(آنکھ)

مشکی خطا کا باس بچپارہ دیگا کاں ۔۔۔ پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اب بو سیتیں پیا

(مشک) (خوشبو) (دکھائی دیگا کہاں) ۔۔۔ (خوشبو)

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر ۔۔۔ جوڑے ہیں سر تھے یاری او سندو سیتیں پیا

(اس) (سے)

داؤد و راگ بچپی صراحی کے نادتھے ۔۔۔ رنگیں کئے ہیں بزم کوں داؤد سیتیں پیا

(طرح سے) ۔۔۔ (پھر سے) (سے)

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں بھی لا انجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی ۹۰
دشت تھی منج شوق کا مینہ پڑکہ ہوا سب ہی ہوا

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے من تھے
نین و دل بحث الس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بختاں سوں پلاوے ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا بوجھا یک دیکھیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر دوا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یارب
کرو آمین نبی و علی تھے اس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمنا سیتیں وفا
یک تل نہیں ہوا کہ کرے سیر تھے بھی جفا
وہ ہمارے ساتھ

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ
جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد بے دوا
قسمت کا لکھا ۔ ظلم ۔ از سرنو

مارے پنکھیاں مو دل کا کبوتر تو نیتھ میں
دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا
کچھ ۔ تیرے مسلک ۔ جو ۔ کہے

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل لیں اوں
کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا
تمہارا ۔ میرے ۔ تمہاری ۔ (۱۰۰)

ساقی وو تن کے رشک نین ناز پیالہ دے
۱۰۰ جم کوں نتھا ای پیالہ نیں اس تائیں ریا
ہم ۔ کچھ ۔ کے

جاسوس سیدھی باٹ دکھا نیہ پنتھ میں
رہ باٹ میانے ہور نگر سب سوں ہاجرا
غیر ۔ آنکھ ۔ جمشید کے پاس یہ ۔ نہیں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا
راہ ۔ عشق ۔ راہ میں ۔ اور

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا
لیدیا جیا پنکھی جیوں اس جوت کوں ہارا
وہ ۔ کھنچا ۔ دل پروانہ کی مانند ۔ مائل ہوا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر — جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا
(تو — ہم کو محبت — اپنا سمجھ کر ؛ جو نشی سے نگر — پھر سے — ہمارے بارے میں)

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی — چھپتا ہے شمس کوں جیوں چھپیا دیس تارا
(اور ؛ تیرے چہرہ)

اے دیدواں تعدی نا کر مُنجے نہیں ڈر — نیہ شہر میں ہے قاضی کو توال سیج کارا
(سونے — رات — جوں — دن کو ؛ عشق کے)

اب انکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر — طالع لکھے سوں انپڑیا اسکوں نہیں ہے چارا
(مجھے ؛ آنکھوں سے ؛ حاصل ہوا)

زاہد ہور عالم ہور جوہری صراف — نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا
(اور — اور — اور)

نیہ بُند انجھواں تھے جاتا پھتر تڑخ گل
(عشق بوند آنسوؤں سے — پتھر)

حیران ہے معانی او دل میں نیں ہے ٹھارا
(اس کے — قرار)

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا ۱۱۰ سلطانی جم مدام لیتیا
(جو کوئی — میں — لیا ؛ لیا)

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تے...... جام لیتیا
(جس سے کہ ؛ لیا)

سر....... کام راکھو — اے ۔ ھا ۔ سوں نظام لیتیا
(یہ ؛ لیا)

.... موں یارکن بھتے رام لیّیا

باہر تو اَدَھرتے ساقیا نا اس دورکنے کہ کام لیّیا

لوچن تیرے شیوہاے مستی او دِشٹ چنچل نمے وام لیّیا

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل پوجن سو صبح و شام لیّیا

موں سینہ داغ درد دوکھوں رو پوں نمکی تمام لیّیا

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان

تو حسن دو سو غلام لیّیا

(۱۶)

زلف کی جدول میں اِلجیا ہے دکھو بادِ صبا

الجتا ہے باو ایسا بوجھو وو کیا ہے بلا

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نیہہ میں

ہم مکھی کوں چاپکھتا ہے او میٹھائی سب روا

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اچھت
سے تو جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہر بی باتاں بے ریا
سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کاز بر
سُرمہ کا خط

جزم ہور ہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا
تشدّد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں بیلا ہوا ہے سب گیا
انھیں کہ گیاہ

کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب سکی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کیتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے سر کھینچ
تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا

سیدے کر منہ ان ستی دکھلاتے اس کا نور سب
تو سیدھا سے

نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا
سے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر

میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رُقا
باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم

اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچا وواے خدا
کے سے مجھے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے

وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں

۱۳۰

دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے مُنج مُکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے

شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دُعا
تیرا سے

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُد ہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا

لے آیا — پاس

خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے

دل کے آئینہ — تیرے — نظر آتا ہے

کرے او خیال منج دل میں نشانی زرفشانی کا

میرے

چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر

چیتا بن کر

لیا ہے جھانپ سوں آہو مَن دل منج ایانی کا

چھپا — مانند — بھولا

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں

تیری — سے مقصد

ڈنڈے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا

سامنے — مخالف

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں

پیچھے

پلا دو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو تِن انسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچھ نہیں ڈر ہے
غیر کے کچھ پھونک سے ہم کو
ہمارے دیوے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ مُنجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
سے راہ ہم
لگیا ہے داغ مُنج دل پر سو اُس ہندوستانی کا
لگا میرے

پڑے دنبال ہیں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا
۱۴۰

(۱۸)

کل جج کوں نور نین لبسوتا بے تاب تھا
مجھ
اس مکھ شراب و شیشٹ مرا آفتاب تھا
اسکا چہرہ نظر

متا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
صبح تک چہرہ سے
میں عیش میں نتھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
وہ

مجلس ترا سہاتا ہی خوباں کے حسن سوں
مج جیو انہی کے روپ سینتی کامیاب تھا

میرا دل   سے

اس مَن سُو کا سینتیں پرت مج کوں یو پیا
دو جیاں کا دل ہماری بِرہے کیاب تھا

آنکھ خطِ سرمہ سے   محبت مجھ کو   اغیار   فراق میں

(۱۹)

سلیماں کن لجاوے کن خبر منجھ مور بک بارا

کے پاس لے جائے کون   چیونٹی کی   بار

کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا

جگہ

عجب سحرے کہ سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ

سے

او لب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا

ہنس   نثار کروں   اپنے کو لاکھ بار

بِرہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ

فراق تپش   سے   مجھے   تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا

تمھاری   سے   ہوا

نَمن راوُت لئے سُو کی کے نیزے ہاتھ غمزے سوں

آنکھ   خطِ سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منجہ دل میا پیارا

سے   میرے   وہ

صنماں سب ستاں کے بھاگ گئے تج خسروی فرتھے
تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا
تیرا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
دل سے کو

کیا زنار ہیں تسبیح دیکھن روئے زیبا را
دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
قسم کو

کہ میں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا
سے اپنے

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اُس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ وہ

اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

نوادروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں

تیرے مجھے اے سائیں

کہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا

میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج

مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا

اپنے وہ

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جیغہ

تیرے عشق ہوا سے مثل

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا

جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں

تو نہ شمار کرے مجھے

گنو یا نا گنو تج بات ہے سب حکم خاتم کا

تیرے ہاتھ

پیا بنج بند میں الجھا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے

تیرے گرفتار مجھے سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا

کو

(۲۱)

یاد مج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو تمنا مج خواب میں افسانہ کیتا

مجھے — کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا

آنکھیں مجھے — وہ ہمارے — بالکل

کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا

میری

شمع ہماں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغ بسمل مجھو نکر پروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں لِ — عقل و ہوش و سُد مرا بے گانہ کیتا

دل — عشق — سدھ

مین نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت — حُسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا

کیسی ہوگی — کرتا

مجھے

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں مج

معانی — پوچھے

قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا

کو — اسکے عشق میں — سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرے خانے کا

سے — (دل) — مجھ — آپ ہی

وصل کہہ یا دوری ہے دونوں کا معنا ایک ہے
یہ معنی
نس میں جگنا شمع پروا کیا شمعے پروانے کا
رات شمع کو

سب ہی کچھ کوں انت نیں نا نیم حرف کو انتہا میں
کچھ حد نہیں حد نہیں
بھوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انت نہہ افسانے کا
بہت ڈھونڈھ نہ حد عشق کے

عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے بادے تھے
پیے بادہ سے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
تنگ تنگ سے باندے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آسان کام نیں
سے نہیں
بن محمد کوں پیوے سو اس پیمانے کا ۱۷۰
بغیر محمد قلی کے پی سکتا

(۲۴)

پیا باج پیالا پیا جائے نا
نہ
پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر ایک لحظہ نہ

کہتے تھے پیا بن صبوری کروں
کیسے بغیر
کھیا جائے اما کیا جائے نا
کہا لیکن نہ

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
جاہل
کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا
کبھی بیٹھا نہ

قطب شہ نہ دے مج دِوانے کو پند
کو مجھ دیوانہ کو
دِوانے کوں کچھ پند دیا جائے نا
کو کچھ نہ

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلا دو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندرِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکو لے مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھر یا سو چندا ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سو رچند ہے
جنکو سورج چاند
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس تجارت آیا
چیونٹی
۱۰۰

اس شوخ دید تھے یوں ایماں الپس سنبھالیں
سے اپنا
اوس حر کما ندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں داس اس شہ کا جم فیض اس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سودا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
ہے عشق بھری
سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی

مہن کو پ کرتے ہیں اپ نازسیتی
موہن غصہ اپنے سے
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات

سنتاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
سجن کا میا نیہہ منج دن (دل؟) نپاتا

مرمی چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے
اسی تھے سدا برہ کوں میں سنتاتا
محبت میرے
سے (بھلائے) فراق ستاتا

دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی
گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا

(رقیب اور بل کھاتی … میں … رات)

سدا مانگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں
کہ اُس بن دو جا میرے من نے سماتا

(جان اور … سے پیا کو … دوسرا … نہیں)

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا

(سے … عرض … تمہارے)

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا
کہ پر سیج پر سائیں پرسنک گماتا ۱۹۰

(ساتی سہیلی … اوروں کے ساتھ مشغول رہتا … غیر کے سیج پر … پیا … عیش و عشرت سے بسر کرنا)

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کر وٹ
پکڑ دو وتی کا من ہمن من ستاتا

(یار … ہم … سے … ناراض … دوسری … ہمارے دل کو … ستاتا)

پیا تجھ سوں یوں مل کہ جھل کھا دو تن
میں ہوں تیری ساتی تو ہے میرا ماتا

(اے پیا مجھ سے اس طرح … جل … رقیب … شیدا)

حکایت پرم کا نکو منج سے تے پوچھو
پیا ہات دے ہوں میں سب من کا بھاتا

(عشق … نہ … مجھ … سے … ہاتھ دے چکی ہوں … دل کی پسندیدہ چیز یہ)

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے
کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا

(فریب خوردہ … عشوہ طراز یاں سے)

نہیں امن خاطر منجے وصل بیانے
کہ ہر دم منجے بزہ سائیں ڈراتا

(مجھے … میں … مجھے … فراق … یار)

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے
دیوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی تد ماتا
پچھ گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا مُنج کو بچھو لڑیا مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا
عشق مجھے زہر چڑھا
میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن تمیں کرنے بارا اُتارا پیارا
تیرے کرنے
جو دیکھی ہیں اُس روپ و نتا سجن نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
تم ہی والے
آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا پھچٹر کے آویں گے من ہرنا ۲۰۰ لگوں گی آج پیا کے چرنا
دلبر قدم
سنوا نری ہوں میں صندر سینا تو تیں موانگن میں توں پیا پگ دھرنا
سنواری سینہ تیرے لئے میرے صحن تو قدم
رکہ دیو و مُنج کوں اثر تم لُلتا کہ تمیں من کے میرے ہیں پرنا
مجھے تم ہی دل قول قوت
دو تے کا کوڑ کپٹ دو تن کوں نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
غیر غیر کے ساتھ عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہے دہن — چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
(خاموش — آہ نہ کرنا)

نبی صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی ناؤ سکی جپ رہنا
(چاند مانند کرنا ؟)

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤ تا — مندر میرے سمجاؤ کر لیا ؤنا
(تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ — مکان سمجھا لاؤ)

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا — پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
(دل کو بھانے والا — بات بول)

پیا بات میں ہے مرا اختیار — منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
(کے ہاتھ — مجھے میرے دل کو بھانیوالا)

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آؤتا — النکار سوں سائیں مسکاؤنا
(مجھے آتا — دیور سے کا مسکرانا)

جلانا وو تن کوں اگن رشک میں — ستانے وو تن منج سوں راؤنا ۲۲۰
(غیر آتش — ستاتے غیر لے راؤ ؟)

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں — دو تن دیکھتے منج مندر آوتا
(بلا کر بے وقت مجھے — رقیب کو دکھانے کو لئے میرے مکان میں آؤ)

نبی صدقے قطبا توں اس چھوکری
سجن کی سرک میں سو ہلکاونا
(بستر کروٹ پھانسونا)

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے مُنج کوں دکھ گھنیرا — نہ جانوں کب ملے کا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں نہ ور لیاوے — تو بھاگا گیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے — بھاگا فراق

پتر رخسار کر سُوک کے قلم سوں — کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
خط سے — کاجل سے لکھے گہرا

اپیں سائیں سوں یک چت سوا کرنا — اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہو کر — ہلاح نہیں

صبر سوں کام دونہ جگ کر تو اپنا — اتا لا دیو گن کن سبھر دھیرا
سے دونوں — اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر — محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے — کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا اکھتا تر کماں — کہ مُنج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتیں توں مُنج کوں ۲۳۰ — کہ میں باندی ہوں تج سوں حب سارا
اپنی سے مجھے — باندی تجھ سے محبت ساری

۱؎ سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے سنٹھ کریں گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے
یک چیت ہو مِل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیا سے جو تشی

صنعت انو پراس

خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
سے
خسرو خماری ہوئے خوش یاں کے خیال سوں خوشبوئے تب

خ

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لاجاں کرو
سے
رنگ کے رین ہیں رنگ کر رُخ ہوئے رنگیلا خوی تب
رات

ر

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا
پلکاں کے پینگا بیں پگا وہ پیو کوں پَل ہوتے تب
پلکوں کے بیچ بہنے گا

پ

سائیں نگھر کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سہوں
ناداںنیاں
س
سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمنا نا سونے تب
سجنا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لا چڑا لی چُنت سوں
جسم نثار کر دیا فکر
چمک
ج
چنچل چپل پیت میں جھو لانے جھو لنا جگ جوئے تب
دیکھے دل

صدقے نبی صدقا قُطُب ہی صدق سوں صاحبقراں
ص
صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی او مکھ دیکھ پینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر
فرح بخش ساعت میں لینا شراب

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں ۲۴۰
سے خیرات
او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
اُس سے

تری نین مستی ہو روں روں چڑی
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی
پرت مے بھر یا دل کا لینا شراب
عشق کی مے سے بھر ہوئے

رعشق ساز کے تار مطرب بجاؤ
کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبیؐ حب قطب پیوتا
سے حب نبی پیتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیہہ) عشق میں گذارتا

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
دل آنکھیں
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بے بہا سے
عشق جھلکاراں دیاتا میرے خواب
روشن کرتا

میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
رواں سے غم کے بادل
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبیؐ عشرت سوں قطب
رہے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا ابی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے، مُی لعلے اد ہر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بلحظہ

عنبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکی صبا بار اخبر لیا یا

ترنّائے ترن تاران بجا کر دل چھپا ہے اب
چاہا

جیا جیوں پھل پلے گلے باندھے گئے تیوں توں پچن باکر
تیرا

پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دو اد ارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منگیا توں سو خوشیاں کر و الیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اسے زاہد

ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لو چن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
نڈر شوخ شوخ آنکھ ہمارے
انجھاون مل کئے وشٹی سوں سنجر کار یا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں ہن میں سب
غلام سے اپنی سب
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے و امی دے اس لعل شراب آلو داب
قرض
یا ہدف تو کرا و تیر نین شاب آلو داب
وہ

ہنس ہنسا شیریں زباں توں سوں دیو منج گالیا جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں جہرتاب آلو داب
تو امیدیں

دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
۲۶۰ چنپا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کیں لگن آسرو تیوں پھل بیچ عرق راکھے سدا
تک پھول
او لبجاں خوی کینہ لیلات نقاب آلو داب

اس ادھر انگے معانی گٹر کے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے مانگنا
منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب
گالیوں کے ساتھ

(۲۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب
مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر سے
تند کامرا میٹھائی بے حد اتھیا ہے ڈرتا
اس دن کی مار کر تو جیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف نہ لکھا
دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر
اس سات ہلچا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں مشترد
سب کنکرے ملا لاں جگ میں دیائے طالب
چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یار ہیں
مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تمن تپنسلی و وتن کو بالیبا
کہو کہتے ہیں غیر
او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب
وضع سے رات کو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں
رنگ سے وہ
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
سے چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچپائے تو رخ
سے اٹھائے
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب
اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
ڈال
نہ پیا لا مو پلا سو آنند پائے طالب
عشق کا مجھے

۲۷۰

(۴۸)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت وَرزُ و ورتا اب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مدجن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے ناندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو
دو تن کچ کو نمے ہے غیبت کشش بل دو ورتا اب
رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چپکت دیکھو بھوں ساجن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر پونک کر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دتا اب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل

تری خوبی پہ کھل با زار میانے سور دتا اب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دِ معر نکہ رمز نہاں ہیو کا
کسی طرح پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا سر مست ہیں بن دیک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سد امستی کی واب
وہ کون پئے میں دباؤ

تم بہشتی کر ندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہور اے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک داں تھے نمک دیو کہ ہوگا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
تیرے پاس
نرخ ہمارا نا تو ڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تمہارے سے

۲۸۰

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
تجھ
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندے ہیں میخانہ کے در
شرم سے
عیسوی دم موسوی فر یتھے ہمارا کھول باب
سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
اور کی
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب
تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی سا قیا منج بزم میں
سے میری
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نینہ رباب
اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای متجاب
کے
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب
سے اور اپنی

غم کی آہاں واٹیاں تیہہ کا پانی چھنک
عشق — چھڑکنے سے

دا کھو کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور — مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آب ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدار و کا ادھر تیرے خوشاب
ہونٹ — مانند

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینۂ رخ — سے — میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی — کو — تم ہی

نٹوے سدا کان لیتے ہیں جیوں پون نت ناٹ کا
ناچنے والے — مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں و کھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں — کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہی حاجت کچھ سلح سنجو دسوں
کے لیے — ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے — ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ بلے
پانی پاپھ

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک — کے — نظر آئے

(۱۴۱)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب
دو دو جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا
مت پٹیں گے کس اوپر تم آب تاب

مستحقِ عشق کوں دیو زکات
تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن
کس سیتے اِی شیوے سکھ کرتے کباب

نینہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار
میں پھروں پروانہ ہو دیو و خطاب

عاشقاں سب جلتے ہیں پروانہ نمن
کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں
بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نینہہ ب

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے
غیر کے باتاں نہ سن ہیں بے حساب

دو نوجوبن ہیں ترے قصر بہشت
دو اوٹھ تیرے ہیں جیون کوثر پر آب

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے
آب نینہہ میں رہ پلا کوثر شراب

حلقہ نیہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب　　عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا　　سے

ہور کھولے روزہ شیخاں باس تھے　　آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے　　میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں　　سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

تُکر و تُنکر و شُکر لا کھاں شکر ہے　　میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
میں بھی

ٹھارتے کیے نیں بوجھو چند سور کوں　　ہور کیے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو　　اور کیوں زمین کے چہرہ پر

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو　　ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تاروں کو　　ٹھہر کے

آسماں کہتے کُنہہ مشکل بہوت　　گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب[۴]
راز کا　　لیو

تج نین تل میرے دل تل تل بسے　　ایک تل انکھ تا اوچا چوتا شراب[۱]
تیری آنکھ کی　میں ہر لمحہ　بہت　　ایک لمحہ　اُٹھا

[۱] ایک تل انکھ کھول تا پچووے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

قطب شہ بندہ گناہ گار ابے
سے

سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست
بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست
بہت اچھا برتے گا میرے ہاتھ

پھر سے
نین غمزے سیتی پیاری گلے میں یاے زنجیر
آنکھ کے سے ڈالے
نجانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہانس تھی رست
طرح ہنسلی سے چھٹکارا

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں سو بسریا
چہرہ سے جتنے علم بھول گیا
پڑن ابجد پٹے سب عالماں مکتب میں خشت
پڑھنے

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سو شیریں
کنگھی بال
کرے اس باس تھے میرا دماغ باور رست
اسکی خوشبو سے دیوانہ

سے
وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب
کی خواہش کرتے ہم
وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا ہے نہ برست

ب ن عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب
آہوں سے

درد تیرا ڈر آتا ہے یکیلا دیکھ کر مج
اکیلا مجھکو
کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جا و تا پست
سے باتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
شاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جاں و دربار کے بند دست
بس

(۴۴)

یوں کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست
جوانی کو لگے
صبا کا باو لیجا عرض میری دست بدست ۲۲۰
ہوا (جھونکا) لے جا

اوبال پن میں دیا جوبناں کا ملکا سخت
اس کے بچپن نظر آیا جوبنوں کونپل
او توں سیتیں موں دل بھانڈہ کاچ کا شکست
جلد بازی اتاؤلا پن سے میرا برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر
نہ مجھے
کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
ہم ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاق ابرواں کوں نماز
تو طاق ابرواں کوں جن نماز کیتا و جست
تیرے جو کرتا

دلیل پایا ہوں توں زلف سیتیں آب حیات
سے تیری
اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ست
ہے پانی

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت پنکھی
پرند
تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل مو جست
تمہاری کی سے پیلا

۱ آہ ۔ ۲ مقابق

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری — کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہے بوست الست
(پرند، غرور، بغیر بال و پر، سے)

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مو رنگیں — کہ میرے بھاگ لکھیا ہے اے عیش و ذالت
(تمہاری، نہیں، میری، حصہ قسمت لکھا، ہے)

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے
قطبؔ شہ شعر نزا تو لکھے ہیں و بدست
(ن معانی)

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سرا پیک جو دولت — میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت
(بولتا ہے)

انچل تو بکیا رن گنا موتی سو تارا — نا ییک و پیا موتی تریا نم جھولت ۳۰۴
(پیکر، رنگ)

دو جوگ ٹلا موتی کنٹل بکھرے تارے — مکھ نور کرہ جوں سورتا ریاں کوں سو رولت
(پچکا، بکھرے ہوئے، تفرح، سورج، روتا ہے)

ابھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت
(آنکھ میں، شراب پیکر، گلے، کھول کر، کہتا)

ساقی تو اُبار یک ٹکا مو پہ سراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا ایک سو سولت
(ہاتھ میں لیکر)

دو نین تور کھے وشت نیٹ میرے خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت
(غیر، نظر، فراق، لکھ)

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
رہ
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولت
فراق طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چپن سوں سگ کام دیت — خوش دل ہو ہو گا تِت سو اُبار ی کا جام دیت
مجھے — سے — میرا — دیتا

تو نانوں یاد دل تھے سبھی یاؤں تھوں دھوت — وو نانوں رد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
تیرا نام — سے — سے دھوتا ہے — اس نام کو — دیتا

یک چھن سوج کوں صبر تیرے مکھ بِنا تو ناہ — کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مونہ رام دیت
مجھ — مجھے — بغیر نہیں — طرح — مجھکو

ٹک دیکھ اب تو حسن ملکاؤں تو اُسے بِچار — اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں دام دیت

شکیں کرنگ دل میں سدا رکھے کر ب خیال — میں دام کس دضا سو پچھاؤں کو فام دیت
باہر — رکھے — وضع — فہم

کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند وصال — عاشق بیچارہ کیا کرے کو نا پیام دیت
کہو

کیا تا ئیں توں غم کرتا معانی انند کر
کس لئے تو
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

لہ قطب شہ ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست ۔۔۔ ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست

عشق کا دیوتا، بادل، تازہ انداز ۔۔۔ ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست ۔۔۔ مکھا مست سدا مست سُہن مست پری مست

چہرہ، سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اودھی مست ۔۔۔ گزک مست نقل مست بچن مست پری مست

وہ

پری مست پیون مست سُرا مست ہوئی مست ۔۔۔ ملی مست کھجی مست رسن مست پری مست

شراب ۔۔۔ زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست ۔۔۔ لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست

پھولاں، کاجل ۔۔۔ زلف، آنکھ، دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست ۔۔۔ شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست

ٹیکا ۔۔۔ چومنا، ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست

کنول

قطب مست کری مست یون مست پری مست

جوانی

(۴۸)

مکھ تیرا دیکھ کر میں آج مست ۳۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست

چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب
میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست

(چہرہ کے / چہرہ کی)

والکھ وانے انگلیاں کی بوٹ ہیں
رنگ بوٹاں[1] میں مے عناب ہست

(انگور کے)

زاہد اکیا پند کہے اے بے خبر
رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست

میرے آکھر میں لکھے سونا پھرے
خوش لکھے ہیں عشق سطراں رست رست

(حرف)

جانتے وارو حکیماں ورد کا
نینہ دوا ہوسے نہ ہرگز ان کے دست

(عشق کی / ہوسکے / ہاتھ سے)

ہر یکس میں مستی ہر یک[2] دھات ہے
قطب معنا[3] مست از روز الست

(ہر ایک / طرح طرح)

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گہر تھے سو نور پایا بہشت
عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کشت

(سے / تمہارے کے)

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہی مغرب میں
گلے میں طوق سو دکھ چاند کے مرا یہ سرشت

(سے / دیکھ)

[1] بوٹاں۔ [2] ترکماں۔ [3] معنا۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں تجا تو خیال | نہ حک تھے جائے نہ آب نے لال تھا او لو نشت

تیرا | سے وہ تحریر

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے | شو اس نہال کوں بسلانے باغبان نشست

تیرے سے میری | بھلاتے

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا | پھولاں سے باغ میں تج باج وستے ہیں زشت

خوشبو | تیرے بغیر نظر آتے ہیں

سے اپنے

نہ کر خیال ہمیں پی شراب مست ہو لے | کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں منے بہشت

خودی | سے

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتا

سپند جالوں لگے مت او سے کسی کی دشت

جلاؤں تا نہ لگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہی بت پرست | سب خیالاں اپنے ست کرتا ہی میرا خیال دست

مجھے بنایا

وو طلسما خال تج در بند ہے مینج جیو کا | کس نظر اس حال پر پڑیا کہ ہیں بند تھے نجست

وہ تیرے میرے دل | سے

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار | میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست

مادہ کان | کان سے

۱؎ سو اس نہال کوں بسلانے باغباں کا ترت ۲؎ قطب شہ ۳؎ جوں ۴؎ او سی مت ۵؎ کدہی ۔

جن چہرے چاڑا وو دانے کا اچھے عمورب — دایم الایام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

عالماں سب جنضر کہے تج سبز خط تھے لکھیں — جدّلاں اُس زلف کے میرے دل اوپر نقش بست

علم کا عالم پڑھایا نہیہ کی آیت منجے — آیت اس پرکار کا پرکاری کوں منج دل نشست

کس کمر باندھے من لہو رنگ انگے یک تل — ۲۷۰ اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بیں بست

نین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بُنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست

[redacted]

قد الف ساقی توں ہت لے جام و منع وآں کا — ہے من قد میرے کون سید کریں توں اپنے دست

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — بے رقیباں دیکھ کر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ جست

اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب
کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب زر ست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں تج سبز خط آگے چنپا کا حاجت

اختلاف نسخ

۱؎ کا ۲؎ نون ۳؎ بے قطب شہ ۴؎ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

ہمیں نیشکر نمنے بلجے ہیں بند میں — نہیں ہور ہمن[3] کوں جالا کا حاجت

خماری نین تھے کھلے پھول جیو میں — نہیں ہو کو دونا و بالا کا حاجت

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

تو کہنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — معلے ہے نین کھول کہنا کا حاجت

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کر نیں ہے اعدا[4] کا حاجت

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ غوغا ۵ قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا یں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
قسمتوں نظر آتا عشق

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہوٹاں کا ہے او نیر منج جنت
پانی میری وہ

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زباں سے
اے باتاں سن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
تمہارے پرچھائیں سے ہم یہ
اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو

۲۹۰
کہ رگ رگ بھید یاے دیوانگی کا اُن کوں سب علت

چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے

منجھے پانے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے

کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایہ ہوں ملت
سے پایا ہے

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں
ہم سمجھ کر سے

علیؑ ابن ابی طالب انن کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے

معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں
تمہارے

کھولو دروانے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

۱۔ قطب شہ۔

سو ہونٹاں کا پھسی برہ آگ پر | آگ سرنا او جائے سب جنات
(اٹھائے)

چھاوں انچل بٹھیاں نین کی پتلیاں | ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
(بیٹھی ہیں آنکھ)

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں | میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
(فراق) (مجھے)

قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال | پایہ ڈول تجے دو جگ لمعات
(اور) (سے)

زلف سحراں ہیں طالباں بلجے | باطل السحر نیں ہے اس ابیات
(کے جادو) (بھنسے) (پایا) (نہیں)

نین دریا ہیں اُبلے ہیں موتی | عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات ۴۰۰
(آنکھ کی)

حسن کے دعوے ہور کی کرتے | اس دئے ہیں ازل تھے حسن برات
(اور کیوں) (اسکو) (سے)

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
(تے) (پلاتے)

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات | ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
(کی طرف) (میں) (سے ہر ایک کو بھول جاتے)

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں ہیں نوراں سُہات
چنگاری سے یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس ہیں ہور ہمنا میں راز — کیوں کہوں نیں ہات میں ہے اس کا ہات[1]
سے اور ہم — نہیں

میری آہاں جوت سے تھے یو جیتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہونے صحات
سے بجھتا چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اُدھراں سیتیں شاخ نبات
تو — ہونٹوں سے

داکھ کے تھنوا دیتے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کرسدا دو نوسرات
انگور گچھے اُگے

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجھات
لکھے — تجھے رِجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے — ۲۱۰ کیس کے پچھاں نیں پیچے ہے رات
جتنا

بال ہے میں
تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے
ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے ہات میرا اس کے ہات [2] قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اونار احداث　　مٹھائی اپ اَدھر دلدار احداث

آپ ہی وہ معشوق　　اپنے ہونٹ

اَپَیں مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے　　کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

اپنے چہرہ　　سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے　　کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

جو

سلونی روپ وَنتی جیو کی پیاری　　ہَمَن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

طرح　　خوبصورت

بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں　　کہ ہے اُس بات میں گلزار احداث

مٹھاس　　برابری　　اس کی

خداوندی اُسے سُہتی دو جگ کی　　کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

زیب دیتی　　اپنے　　سے　　دنیا

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا

کے　　سے　　کرتا

محبت حیدرِ[۲] کرار[۳] احداث

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاویں بعث
اپنے سے پتال تو زندگی
سوکے سو پھل تج دشٹ تھے تازے ہو کر لیاویں بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے جمیں
تیرے مثل ہو جائیں ۴۲۰
موراں، پپیہے، کویلاں، تج شوق تھے گاویں بعث
تیرے سے

تج نین تھے، سکھ چین سب، پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور
امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساویں بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور ابلوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راوین بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں، تیر پلکاں، ساند کر مارے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیر سوں تو لاک جیو سو تن میں الجھاویں بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اپیں دونوں جگت سب جی اٹھو
تو نظر خود
تج نین نرمل روپ سوں تل تل کوں دکھلاویں بعث
تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں
صدقے نبی قطب زماں، عیسیٰ نمن بولے بچن
مانند
چوندھر تھے جیوَن کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث
چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث   منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
غرض کو   مجھے تیرے کو
پیا مٹھے بول تھے، ہور اس ادھر تھے   ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے   ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے
نین تیرے کے کیتے دشٹ چار ڑی   چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں   پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
دل بھول کر   محبت کی شراب کو
بچن بولے رنگیلی سے جیسے موتی   کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے
کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں   ہوا ہے اس تھے اسے پرواز باعث
عشق دل کو   سے یہ

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں
اوپیو جے چھند میں ہے ور ساز باعث

(۵۸)

گنوانے دین کوں تیرے نین بتخانہ ہے باعث
پئے مرم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث

موآہاں کہ پیتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو کر
توں ناں دیوے تو کن دیوی وو تل کا دانہ ہے باعث

پرو شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیج میں نیہہ کے
ہر یک پھولاں ورق ہیاتے پرت شاہانہ ہے باعث

نین کی چلبلائی تیرے دل کے بن منے بنچیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

نہ ماریں دم ہیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکولیا دو گھڑوں موتی مو یک دُر دانہ ہے باعث

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۴۰، ساقی دے منج پیالا جاوے صبا حوادث
(مجھ — نے — مجھے — دل سے)

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو میرے تن پر — آسان اُساساں تھے دل میں لیا حوادث
(کے بھالے نہ — امیدوں کی آہوں سے)

کیا کام آوے منج کوں اے لال داکھ مستی — موسر منے چڑھیا ہی نہہ مے پیا حوادث
(مجھے یہ انگوری — میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی)

باتاں کتے ہیں لوگاں وشواری ہور غم کیا — غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
(کہتے اور کی — اور)

تم ناز حسن سکہ بے دل اُپر ہمارے — رقیباں رقم نہ بوجھیں ہی اے جیا حوادث
(تمہارے کا — یہ)

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے — کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث
(نہیں سکتا — کھول کھول کر)

او طاق ابرواں دیکھ مو پی معانی فرنیت
(وہ)
بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث
(جینا)

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث — عریضہ اپ بندی کا آنگک کن دھر سنو وارث
(دل کی — ہو — اپنے — یہ ذرا — کان دھر کر)

تمہارے عشق کا بیں وو دن تے پیا جیو سوں | منجے سب عاشقاں میں اب ترا ہے کر گنو وارث
وہ وہ بچپن سے دل سے — تجھ کو شمار کرو

نکل سکتے واکن عشق درداں کا کدیں ہرگز | طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث
کے کوئی کے کبھی

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے ۵۰ | منجے ڈر کیا ترا اون ہار دریا کا ہے تو وارث
ابلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے — ترانے والا

تمہارے نور تھے پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب | رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھے تم رکھو وارث
سے راہیں — وجہ سے

او در امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں | او در کا حلقہ کن میں باکے ہیں تیرے انو وارث
وہ تو سکو دل — اس کان میں ڈال کر

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے
منجے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث
وہ خوشبو

(۱۶)

تو حسن کا جھمک ہے جیوں کی دلیری حارث | تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث
تیرے زندگی — تیرے قدم کر کہا

اپنے نین کی کِدَ تا باتے کمت دکر گل | کھینچیں نہ اپ طرف کیا اُن کوں مولا ہے باعث
اپنی

مسجد نمن کیا ہوں اس ابراں کوں سجدہ | میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خباثت
مانند اُن کو

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا ....
مانند تیرے

دیتے ہیں خوبریاں سب کے نین مِن جلوے مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حواوث
آنکھوں چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث
آنکھوں سے کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

۶۰ ۴

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس مِن ناجث
کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں، تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث
وہ میرے لئے چڑھا ہے وہ

میرا شد بد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جدا

اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث
آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا
اپنے دل جو

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث
دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو نمنہ کا لشکر تمیں
اس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کرو تم سے غیاث

میں پلک او پر پلک نا مار کھو تا عشق باٹ
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منتے او ہے غیاث

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نخن پن تھے پیا
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے غیاث

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے توجی لے لے غیاث

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ تو ں عقل کرتی وو دوئوں کلام بحث

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

بوسے کیے نول سیتی نہ آئے اے جیو سسم ۸۰ ہر کن کرے وو بحث اہے اس کا خام بحث

دل مقابل — سے — وہ

رستم ہے تس کا ہٹ اپ نیہہ فن منے کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث

ہمارے عشق کے میں — میں

لازم گناہ کرنے ہیں کو تو ال و قاضی سن میں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث

سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ مجتے دل اس رکھو سنبال لاگیا ہے ہم تن کوں ازل تھے مدام بحث

کو سنبھال — سے — تم کو — سے

دیکھے اعجب معانی کے انگارہ تج رقوم

لکھے ہیں

کچھ ہور باد آوے تو وہ ہے حرام بحث

کچھ اور

(۶۴)

اس کے مشکیں خط کا ہے دل اپر لکھو لو حدیث عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث

ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث

کان دھر کر — میری

تیرے طاقِ ابرواں کا کن میں پایا حلقہ سن اب مجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث

کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب گاں میں لاف تو نین کے جام کا ہے پیکہ پڑتا اد حدیث

تیری آنکھ — پیکر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث

کہو

شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا — رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث

مارا سچے

تمہاری قصہ اپنی سے بولا — تیرا مجھے

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس یاد سوں

بھی سے

نقش کر اپے دل منے توں دو جہاں سوں حدیث

اپنے میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث — زلف پھاندے منے الجھیا ہوں منجے دام عبث

جو پیئے اس آنکھ سے — کے پھندے میں پھنسا میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث

تمہاری سے ہمیشہ — دل باندا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث

دل کے آئینہ کوئی تم کو — نام

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں — دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث

سے جیتا — وہ نظر آتے آگے

تمہارے عشق میں جیوں موسی گگن لگ اپڑیا — اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث

آسمان تک حاصل کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تے جھگڑا کریں ال خاص بھی ہور عام عبث

سبب سے اور

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
(تو / محبت کے)

قند نا بات مٹھائی اہے تج کام عبث
(تیرے حلق کے لئے)

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج — کہ دارو مدد بھیتر کا یو نا بوج
(میرا / نہ پہچان سکے)

ملن کا سد دیا بوجک ستارا — ۴۹۰ ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج
(وصل کا یاد دلایا / بتلانے والا)

کوں شعلہ تھا کینا رخ جو مج من — کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
(کیا / مجھ دل کی طرح)

وہاں تھے باس خوش بار الے آیا — ولے مجھ باس مخفی تو او نا بوج
(سے / میری / اسکو)

گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا — ادھر پر چین دانتاں کا مو نا بوج
(خراب گن / غیر (رقیب) / ہونٹ / نشان / میرا)

کہتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیا مج مست — جنوں تھا دو ر پیراں کا سو نا بوج
(کہتے / دیکھا مجھے)

نئے طبیباں ناڑ میری دیکھ نا بوج — دیویں دارو جھٹیں مو دریو نا بوج
(نا سمجھ)

معانی[۱] مست تھا او نرگساں نس

رات کو

موباتاں عرض کی تل یک دونا ہوج

میری

(۹۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مج آج
دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج

کے مانند نظر آئے   مجھے   کہہ کر

تمہارے مکھ کے پھل جل میں مچھ عجب ترتی
خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سرتاج

صاف پانی   مچھلی   تیرتی ہے   تمہیں   حاصل

ترا او دن سو دیا نور حور جنت کوں
بھوں[۲] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج

چہرہ

تمن دو ادھر مکھ ہے نگیں سلیماں کا
طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج

تمہارا   چہرہ

ازل تھے عشق کے پلڑے کنیں کئے مج بٹ
فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

سے   میں مجھے

ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت
سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج

تمہارے فراق   سے   فراق   اپنے   سے   میرا

نبی کا داس معانی[۳] ہے عرض خوب منو
غلام
سکل شہاں نیتے شاہی کا منج کوں دیو دواج
تمام   میں   مجھے

۱ قطب شہ ۲ بھونک ۳ قطب شہ۔

(۶۸)

دن ازل تھے جیوتاراں سوں بنیا ہوں خیال تج
روز سے ان کے سے بنا تیرا
نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج
میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں
آنکھ
نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا مو گال تج
عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات
آنکھوں میں
کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج
پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
کی
جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج
وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح
تیرا
ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج
لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے

خوشبو سے دل

ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں میں ترنگ کا نال تج

اور گھوڑے کے نال جیسا

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار

ہر لمحہ

نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج

محبت پھول

(۶۹)

چندا مکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ

چاند جیسے چہرہ سہیلی سے

۵۱۰ غصے سوں اس پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ

سے کچھ

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے

تمہارا آنکھوں باندھ دیا

تجے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں انگے نہالاں کچ

جو تم کو کچھ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا

کبھی وہ

سہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالنے و چالاں کچ

زیب دیتے ان کو اور

۱؎ جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

حمائل تمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ

اور — مالے — کی طرح : الے

گنوائے غم گیا میں باغ میں دیکھیا عجائب کچ

دیکھا

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ

کچھ — کے لئے

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں

اور — تمہارے کان

اُسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ

سے — صاف

معانی[1] عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب

سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ

سے — کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
توں اپ پائیں سوں اچھ آن تھے نکو رنج

دیکھو — اپنے کے ساتھ رہ سے رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
کہ عاجز ہوں منج اوپر نا کرو رنج

نہیں — مجھ پر

[1] قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں　　　کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے　　　مجھے　بہت

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز　　　پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج
اپنی صنعت سے　کو　　　نہ　کرے　میں رہے

منگے عاشق جو او پھول حسن سُنگنے　　　کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
چاہیے　اس　سونگھنے　　　دل کی

ازل تھے حسن کا دل کارخانہ　　　کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
سے

معانی[1] کوں تمن غمزیاں تھے نیں ہوش
کو تمہارے　سے نہیں ہے
نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج
اٹل　بندہ　نہ

(۱۷)

او چشمۂ حیات کوں نا لا خدا توں رنج　　　اُس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی پرت کا گنج
اس　نہ دے　تو　　　عورت سے　کو ملا　محبت

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے　　　مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
میرے　کرنے کے لئے تو　　　میری　کبھی

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا　　　ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
میں مشہور ہوا　اور　　　مانند

موئیں اُپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی　　　نیناں کے شہر میانے بندے ہیں ہنجے سنج
میرے سر پر　کیوں　　　آنکھوں　میں باندھے مجھے

---

[1] قطب شہ

تو نازکی سوں جانو نا کس کا بھلاں کے دل | پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیو سُرنج

تیری سے بھولے | اچھے رنگ والا

مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا | اس یاد میتی پیالے پلا ساقی چار و پنج

میرے میں چڑھا |

تونین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے مست

اس کی ہیں

تیری آنکھ کا

اب نیہہ کی ترازو میں کھکر توں اسکوں سنج ۵۳۰

عشق تو تول

(۷۲)

مُنج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج | غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج

میرے دل میں | میں

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے | روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج

سے |

عشق تم

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یا قوت رنگ سرنگ | سو رنگ بھرے کوں نہیں اہی پاناں کا احتیاج

تمہارے ہونٹ سے اچھا رنگ | کو

تونین وشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار | تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج

تیری آنکھ کی نظر سے | ہے پان

| تیری کافر

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتی گھڑے | ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج

میری | سے

سے | وجہ سے نہیں ہے

مونین میانے جیس کے بھی کے نہ آوتے | مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج

میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے | کو

لہ قطب مشتری

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیا لا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
وہا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو مجھ پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
موتیوں سے
پیا آرتی تا ہیں ہو کوں بلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
مسیحا من آپ دم سوں جلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علیؑ مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں نیں ان بن ولا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زرباؔ مولک کچ   سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب نہ رہسے دَچ
بخشش قیمت کچھ   سونے جائیں گے دیکھے دو مرتبہ چیز

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سولیو کونپلیاں ایت   تو اس تھے مدعا پاکر دسے گا عاشقاں میں کچ
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں   سے نظر آئیگا

ترے قد سدرہ طوبیٰ من سچلا سہاتا جو   لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکوں او دو کچ
کے مانند سچا زیب دیتا   تب تجھے وہ پستانیں کچھ

سنے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں   کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہیں سب پچ
سینہ   سامنے سوکھے ہوے ہیچ

اُمید آب باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب   شکر کر میوے کھا کر تو نکھ اپنے جیو تھے او لچ
کے مجھے   تو بیج دل سے نکال دے

بنگی شاخاں اُپر پالی رکھے آرا غصے سینے   رکھے گا سید ھی شاخاں پر اگر آرا تو ہوگا لچ
ٹیڑھی

سمومی باو اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں   ۷۵ ہمارے باغ کوں نیہہ باو لگتا، باو تیرا ہیچ
باد سموم ہم کو سے   کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج   مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر   مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے   اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج
کی خاطر   نہیں ہے میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
جو میں — محبت کا سر

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
جس نے عشق — نہیں ہے

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
محبت سمجھکر ہے — تو اگر بوجھے تجھے

پرت تج کوں کرے گر نیسر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس ناں میں آماج
محبت تجھے کی بارش — تو کے لئے آماجگاہ

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر درۃ التاج
تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہے ٹیلا اوٗنے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگادیو تاکہ پاؤوں نجاح
تیرے ٹیکا لگانے جائز — ٹیکا نجات

او جن کی پتلیاں کے تبخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
آنکھ

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — ۵۶۰ جو سر تھے بائے پھر اکھو تپہ مکھ دسے اصباح
بال کے لئے تو نظر آئے — پھرسے چہرہ چمکے

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے — کہ مرتے ہوؤں جوان اُس تھی پاول و قوت راح

پھر سے — سے

بھواں کماں نین تیرے تھے کنیں نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

کمان ابرو تیر چشم سے کوئی نہ بچا

تمہارے ہجر دریا میانے بایا نہیں کشتی — ہلیا ہے ذوق کا یارا نہ جانے کن ملاح

کے — میں ڈالا عشق کی — طوفان نہ معلوم کون

پیا کے مکھ میں وسے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح

نظر آئے — کو تو

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ مَیا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

ہم سے — کے

محبت

معانی بھید پایا اُس یاد نور تو دل میں

تیرے

اُسی تھے دستا ہے رول رو ترا کہ جیوں مصباح

وجہ سے نظر آتا ہے روا روپ

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

مجھے خواہش — غیر رقیب چغلی سے

سائیں کا راز مستی تج پر چسٹریا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

کی تجھ

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح

سے — نہ نظر آتا

یاراں عشق کیاں منج یوں وو لگر نہ پوچھو ... غم کی بیا ہی دھویا یک چھن منے صبا صبح

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت ... جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح

میرا خمار توڑ دو اپ حسن کی نگہ سوں ... جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کو سا

...... گدا کا حاجت برآیا ہے کو صبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھی سنیا ہوں بات صحیح ... عالماں اس کوں نہ مانیں تو ویں سب ہیں قبیح

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیر کے توں ہیں ... کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور ... تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تجے پیا ... ہونٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح

زندگی نیر اُپر میل نہ کرسوں ہرگز ... مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — او خماری چڑی منج سر میں صحیح ہور صحیح
(ہوا — چڑھی ہے سر — اور)

تو کنک مشٹ تجھے ہوا ہے معانی سُنا
(وہ)
(تیری ترچھی نظر سے سونا)
نہیں حاجت ہے نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح
(آنکھیں — ہم سے)

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں — اُساس آہ کی باتاں تجھے دیسے رات صریح
(آنکھ — کو)

لوچن اُپر بند ہیں نم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہے دھات صریح
(تیرے — آنکھ — باندھے — سے نظر آئے — نیا)

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح
(تمہاری — جسم)

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مچھ ہو — کہ سبھی ..... میں تو منجھے دکھات صریح
(آنکھ پانی تیرے مچھلی)

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہی نجات صریح
(بہت — ہیں — رقیب — بڑی ذات)

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
(سے)
توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
(تو)

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح
او ییک قطرہ اہوتا ہیں توڑیا توبہ نصوح

رات

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب
کہ مر تجھے ہو واں جو اُس تھی پاو قوت روح

وہ ایک

تہمارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ۸۵
سنے جو ییک چمن او عرضہ ہو منجکوں فتوح

تم نے عرق بھیجا سے

تمہارا حسن دیکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید
تمہارے ذکر تجھے پایا ہو عمر میں جیوں نوح

بھیجا ایک تو وہ

نظر آیا مانند مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
کہ رات دن دسے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں لوح

سے نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائی قدح
کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

تم

خبر لے آؤ تمیں میرے تیں پرت جاسوس
کہ میرے سر میں رہیا ہی اچھو ہوائے قدح

تم قبول ہو نی

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا
تہمارے ہونٹ انچھنگے جیسے بجائے قدح

تم پاس عشق کے رہا اب تک
کے ہونٹ کے حسن کے لئے

شراب خانۂ صر انتھے چڑھے نہ مستی ہنج — ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی تہیں نیر بے پیالے تھے ساقی — دو ناؤں سیتی پلاتا ہو ویں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صرائے بحر تھے

کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوائے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور باس تھے سمن مجروح — کئے ہیں بیر پہ جو پھر تھے کانٹے تن مجروح

تھڈی کے خم تھے پلا وہیں کوں لعل مد — ہمارے ہونٹ ہوئے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا — نہ دیکھوں نورسوں مست نینگے پکن مجروح

موتن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے — انجھو تھے پا کنتہ کرمالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں — دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر — ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

معانی کوں نہیں ڈر غم کی موج طوفان تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کرسکے کبھی ہم کو

(۸۲)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح ہونٹاں کے نادمیا لئے ہے دوا روح
سے دل مانند دریان
نگین نمنے ادھر کوں جبین پکڑے نجانے جبین میں او جبین کا بہا روح
کے مانند ہونٹ نشان اس نشان قیمت
شکل بن آرسیاں تگ کیا ہو میں صاف دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
آئینہ کی چہرہ آئینہ میں نظر آتے
پیا کا شغل مستی کس نہیں سر انوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
جھکے سر میں نہیں و ان سے بیگانہ
نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
آنکھ کی بہت
ہوا درپن سکندر تم تھے روشن کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح
آئینہ سے کا

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ — جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہو اس کا سنگلاخ

پڑھوں طرح قصہ شاخوں پر — جو یہ قصہ

بات وو تن کی تمن کان منیں ہے محرم — آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

غیر تمہارے میں — سے تب

جب کنگھی ملیے تمن کیس منے ناداں سوں — عاشق او نیس کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

پھنسنے تمہارے بال میں مار اپنی — وہ

مصطفےٰ اٹھانوں ازل تھے دئے ہیں حیدر کوں — جنے شک لیا وو پکے جیوں کہ تنورِ طباخ

کی جگہ سے — جو لائے جس طرح

نار کے نور کا پیالا دے منجے ساقی توں — جھکنا اغیار کا دیکھ کڑیا ہو دل نفاخ

تو — میرا

حال تمنے وسوں ہیں عاشقاں ہیں سب تھے پیا — بات چوگان لیو و نیہہ کا میداں ہے فراخ

کے مانند نظر آؤں — لیو عشق

سے

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو

رہے — سے

اس کی یاداں سیتی جنتا ہے عشرت کا کاخ

سے جیتا ہے

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈلتا گستاخ ۶۲۰ جب رکھے کان اُپر تو دسے ہمنا گستاخ

چاندنی — نظر آئے ہمکو

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
تمہارے بال میں
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ
اپنی سے تمہارے بال

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پہچانتا
یے معما میں دو تن بات کوں سننا گستاخ
یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پانے ہیں پانی سیرنگ لعلی کا
تمہارے ہونٹ سے خوشرنگ لالی
وو اُدھر باج اودھر ہور ہے چُمنا گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہو رنگ رنگ سوں
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سُنگنا گستاخ
سونگھنا

سے
مرگ کا نافہ تمن باد تھے ہوا خوشبو
ہرن تمہاری سے
سے
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چُننا گستاخ
میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
سے
مجنوں آگے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لبوں تمن نام ہووے میرا وہن تلخ
تمہارا
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں
وہ
میں قلم بال ہوا ہوں کہ گرد مو پہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوئے ہیں سب
کے کے سے
بجھ
جن کنکر جوت نہ پاوے اہیں اُس کے سوچھن تلخ
چمک ہیں

پھول کلیاں کیئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ۶۳۰ دسے یک بیل کوں یک پھول میٹھا ایک سمن تلخ

نظر آئے

عاشقاں کئے ہیں منج کوں ہد پو پیت پریں بن تمن تیر ہے منج کوں دوجا تیر دکھین تلخ

مجھے پیا کی محبت بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے سنگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ

سے نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تہار مکھ مٹھائی کا

چکھا

تو اودھر تھے چو وے مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ

تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہو آج نوا تلخ پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ

آنکھوں نئی تلخی ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ

ہمارے تمہارے میں نغمہ پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہو آپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیسا تلخ

تمہارے کی سے تیر میں اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ

عشق سے مجھے سامنے شراب

شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں صندل کھو سر پر نکرو کدھی میا تلخ

شاہوں میں شمار کئے میں مجھے کبھی محبت

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گنداں تھے ہوا ہے سب ہی فالمخ

میں — رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی

سب دنیا — ہمیشہ سے

کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ ۹۴۰

کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند — کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند

تو ہم سے دشمنی — سمجھتا

منتر پڑتی ہے دوتی پیو دِشٹ پر — کہ زیبا دسے اُس نین اپنے چھند

غیر پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چالے نا کر مو پیاری سیتی — کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند

چال نہ میری سے — کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اُس کنے میں پیو اُنگے ارجمند

عشق پسند ہے — رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں — سجن قدّ ایسا سرو کوئی بلند

کسی کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دِسے یوں اُنن ہت میں جیوں سور چند

کا کر کھڑی ہیں — نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

محمدؐ غلامی تھے قطب زماں

کی سے

سکیاں گل میں بایا ہے اپ نہہ کا پھند

کرگلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیر باں جوں کہ چند — اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
تیری چاند

توں سوالہ سنگاراں کوں جب پن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند
تو کو پہن — تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند
تجھکو — تجھے سکھلائے یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند
بہت سے جمع فتنہ سے — اسلئے کو

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اُس نور کی تیلی سوں مل انند
زیب دیتی — سے ملکر

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے — کہ عیداں ہو باں اُن تھے سب ارجمند
ہوئیں سے

نبی کی غلامی ہیں ہے قطب شاہ
صفت اُس کے ہے ناؤں کی ہچاروں کھنڈ
نام

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دو نوکوں اس غم تھے آزاد
ہم سے کو اُ سے

سٹیا تیشہ کے تخماں میں یں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد
ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو باد صبا سوں منج کوں ٹک شاد
میری تمہاری خوشبو سے سے مجھے

لبو رنگ کا بسنت لیا وو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد
لاؤ ہم ہیں اور تو ہے

خیال اس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد
کے پیسے دل سے لگا بغیر سے ذرا

نہ بوجھے آدمی اس نار کا ناز — لکھن وو ناد نا آوے کس او راد
لکھنا اسکی طرح نہ

کہتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرتا منج دل آباد
کہنے کہ سے نظر آتا وہ میرا

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پینا ہوں میں شاد
اور

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد
ہیں

اُتاساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قد شمشاد
اُہاں اُمید سے برلا

معانی بے خبر باتاں توں کہنا
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(۹۱)

موعمل بنیاد ناجانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تب نا ہوے فریاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے ناپکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھی دھو گیا ہویا علی منجکوں کر آزاد

مستی کی باتاں کہو یا رات کی باتاں کہوں اب
دونوں قصہ کھول کہتا چوکٹ شتوتم ہیں اُستاد

اے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اُڑتہ ہی توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیبھ کی باواں تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار
اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں امداد

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتاباں
تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا دسوں میں سب ارشاد

صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کیتاباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہووے گا اُن آباد

بے نقط اعراباں سوں کرتا ہے تعلیماں منجھے اُن
میں اگر چہ کوں گا اس میں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد

اے معانی سب کے بولا دہر تے ہیں شکر و لیکن
بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خداداد
کے مانند میں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد — اُٹھیا فریاد از حد یو نمک ہمناں کوں تم داد
بال
ہم
نین تپلیاں چنچل چابک اران جو کے منج — جنا و رین ہیں تیر ہمارا توں ہے صیاد
آنکھ
تو
سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہیرا قوت کا دانہ — کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھی آباد
اس
تیری
لٹریں مدلگاں کا تج نین تپلیاں میں ہلجیا — بیچ رہ کر ہوا ہو میں تو اس کاماں میں اُستاد
آنکھ کی
پھنس
الف ہور میم و عین ین جگ منے ہور کچ نجا و پیچ — کہ میں موں خاک تج رہ کا کرو سو خاک آباد
اور
بغیر دنیا میں اور کچھ
میری
اپن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں — کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑا سوں جو لڑتا ہی فرہاد
اپنی
ہے جس طرح
بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اں — ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد
تیرا
بھول
کمینے گھانس پر توں چھاؤں مت اپنے کرم سوں — کہ جیوں ہٹتا ہی چھاؤں اپ اگھانس پر وو قد شمشاد
سایہ ڈھل
جس طرح ڈالتا سایہ اپنی وہ

دنیا کی دھرپ آیجاں تھی معانی توں نڈر تل
جمع آنچ
دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد
سے تجھے

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد / جو کوئی قدم رکھے کچ باٹ میں سو اُن افتاد
جو — راہ — جو

تمہارے کام میں مو کام کا نفیر بجیا / پڑیا ہے کن میں وو آواز سب آواز آں باد
میرے — بجا — پڑگئی — کان — وہ — وہ گرا

تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک / او باو گانٹھ کنے عقل تھی کدیں نکشاد
کو سراہے ہوا سے — وہ ہوا — کوئی بھی — سے — کبھی — بعد

گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا / او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد
تمہاری — سے

گدا ترا ہوں کروں میں گدائی کس ور کن / سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
کے پاس — وہ — اس — سے

وال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو / ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد
کبھی — سے

کہیں معانی کوں نھنواد عاقلاں سارے
بچہ
۶۹۰ ہجے بسرا ہیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
بھول — پھر سے

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ہے نور پدید
میں نجانوں تمیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا
کس کی مجلس کوں معطر کرے موئے کس کی رشید

اس چوپن تھی مو چومن دور خدایا نہ کریں
کہ حیات آب و لب ہے مرا دل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے
پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

نیند بھانے سوہن جب تم ہی اپنے مونچے
ساحراں کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

کیمیا وشٹ دم عیسیٰ ہور بھاگ ہیں فتح
ایسے در وانہ کرے ہات میں میرا سو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس
ہوئے انجان سو یو جانوں کدھیں اپ نشنید

(۹۵)

ہوت ون تھی ہیں منگتے داکھ لیے ساقی کہ ورد
چکا کراپ نین تھے لعل مد میخانہ کوں پر درد

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہور پایسے
غوطے کھا کر ہوویں حیراں غواص انیں کن ہو مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کیے وھر کہتا بہوت مشکل
اگر آکہوں تو ان کیے جیو میانے تھے اُٹھے گا گرد

پیون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی
عجائب نیمخنی میں کھیلتے آپ حسن سینی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں
سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویراں کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں ساری عالم میں
انداز اکیا ہے رستم کا کہ کہو سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں
نہالاں نہہ کے پنجاں دو کروں گا دکھ کے پھولاں لا سرد

جے کوئی آپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں
دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکے مکھ کے دیوے زرد

رقیباں اپنے تارپود میانے ہلچے غم سیتی
خدایا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چنا عیش ہے وانتاں کے چمیے سوں
وو چنپا نا دجن نا فہمے اس کے دل اچھو سو درد

طنایاں تمنے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھنچ نا
ازل تھے نہہ تمہاری جب معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں آ و صورت ہی انکو ہے آنند   دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند
عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام ۱۰   ای جزو کوں نکر دہور جز سیتی پیوند
بنی مو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن   کہ تِل تِل اسکوں نہ کترو ان تھی ہے خرسند
جی کوئی کہ عید کے دن پچھو یک پہ اکھے ہاتھ   ہر روز ہر مہ ہر سال اُس نہیں مانند
زاہد کی باتاں مکر کیاں ہی مے پلا ساقی   کہ ایک دو پیالے پیکر ہوں سو آر نہہ کا سمند
شراب فائدہ نیں کر کتے ہیں لوگاں سب   مجے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند
جو عالماں نہ رکھیں مدرسے تھے بہار قدم   سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند
قلم کے نینے جینے ہے تمہارے فرماں میں   پلاؤ چاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب
سو اس کے نیہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی اودھر کے پھومی سیتیں باندھیا ہی گلہ قند
یک چھن ہنسی تھے نیشکراب کیتا بند بند

گر منگتا ہی کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند

طوبیٰ کا پھل نہ آوے اودھر پھل کے سم کدھیں
اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم
اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہی فوج
تل تل آتاروں ترڑی نو اوڑ گا ہور سینہ

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج
او فرض کوں ادا کر ہور نت کریں انند

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
پیارے کا پرت پیاری کے بچپن پن تھے من تعویذ

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک ولیس چاکے تھے
کے آبحیات ون چکھنے سے
سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو ایک میری زبان

پیا نکھ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ وستی سونٹالی بوجتی ہے کیا
میرے نظر آتی پہچانتی
دسے میرے اودھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج نانو میں پیاری جو سن نے میں
تیرے نام سننے
سکیاں بھل جا کر لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
کو سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ

میرے
پیا کا نیہہ لگیا ور زر در منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
کہ کچ پر جیت نا ہوسے ہمن پر اپ تمن تعویذ -۳۰-
کچھ موثر نہ ہوسکے ہم تمہارا کو

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھے　　　مجھ　سے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جانوں کیسکوں اپ نیہہ پھندیں سنپڑانے منگتے ہیں

کو　اپنے عشق کے پھندے　پھانسنا چاہتے

سُنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ

اپنے　ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نہیں سر تے دیوانی ہو

مانگی　کے پاس　عشق　سے　ہو کر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے　لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو منے جتن کر کے ہوں تعویذ

کو　دل کی طرح احتیاط　ہونے

بسا تو برس لک قطب زماں ہے جگ منے جتیں

تک　جینے کے لیے

ازل من تے دیئے لکھ کر دیا تجے بخشن تعویذ

سے　کرم سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں
وو منج تھے دورنا ہوئے تیوں کیا مج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے
بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور ناز اکا
عشق عورت اور
بہوت پرچیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ کو مجھ کو کچھ
کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی و لے منج کوں پتیارا نیں
عشق مجھ نہیں
پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چوستے

وبروا ییت کٹرا ییت ہور چالاک اچپل ہے
اور — شوخ

نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
کسی — ایسے — کو بنا کر

محمدؐ ہور علیؓ کا ناؤں لے کر قطب شہ جیتیا
اور — نام — جیتا ہے

سو چنچل کے دو جوبن گرد تس اوپر کے بھی تن تعویذ
شوخ — تنگ

(۱۰۰)

تکی دیتی اَدھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی — مجھے

ہوا ہوں مست میں اُس ناؤں تھے جم — منجے دیتا اہے او نام احناذ
اس کے نام سے — مجھے — وہ

ہزاراں شیخ کوں اَت شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ — سے — تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد — تکی کا کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے — اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب وغیرہ کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے مُنج علی کا نام احناذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ — سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا — ہی تیری

ادھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت — اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ — اُن کے تحت

ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت — ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دلوں کو — سے

نیلم ٹیلک ترا تل حجر الاسود — ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ

عجب معجزا ہے تیرے بچن میں — کہ ہے تیرے بچن دل کا ن انفاذ

خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں — اُنَن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں — ان

نبیؐ صدقے علیؑ کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سندر کے ادھر ہیں شکر تھے الذ
ہونٹ سے
ترے بوسے نابات تر تھے الذ
نبات سے

چندر تو اہے جوت میانے لذیذ
چاند
ولے مکھ سکی کا چندر تھے الذ
(پیے) چاند سے

دکھاتی سکی جھلک کان نین میں
آنکھ
ترا بی (ابے) ہنر سب ہنر تھے الذ
سے

گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھبال
بالوں
دسیں نیر پر کی لہر تھے الذ
دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہی لذیذ
کنول
ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے الذ
چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ برن سم سو کنچن نہ آئے
رنگ مقابل سونا
ترے کیس ہیں مشک تر تھے الذ
بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوی
تیرا آب خضر جو پیئے جیئے
ولے تج ادھر ہیں امر تھے الذ
تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہی رنگ ہور جوت لے
اور کئی
ولے تج دسن ہیں گہر تھے الذ
دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ
پستان خاوند کے ناخونکی لکیر
سہاتی بچتر چیتر تھے الذ
عجیب تصویر سے

سو رنگاں میں لے لذتاں ہیں و لے
اچھی رنگ کی شراب کئی
تری دشٹ ہے مد اثر تھے الذ
نظر شراب سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ
تجے دیکھنے ہے خبر تجے الذ

نبی صدقے تج نیہ شہر میں ہی قطب
نہیں کوئی شہر اس شہر تجے الذ

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ
چمن کے نقل سوں پلا منج نبیذ

جیا کوں دیا ہے صفا نیہ شراب
دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ

مرے نین جوں سور پر نور کر
دلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر
دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے
بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ مینے مُنج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاف
میں مجھے ہے خالق — جگہ

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکرِ خدا — تو ہے منجے جم احمدؐ مختار معاف
مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — مُنج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاف
اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف
مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ امام
اور
یو سب اہیں قطبا کے سو آپا ر معاف
یہ ہیں اُوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک موی جوبن کے سمن کاغذ
اگر لکھا رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پرچوی تو نیں ہی پرت کے راز منناں کے — ... دو حرفاں ہن جو دستے ہیں اسی سیب ذقن کاغذ
نہیں محبت آنچھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج یہی بس ہی پرت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ
مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہارسیاہی کاجل انکھیاں لے — اچھور تج حسن کے اَس موں سفید سو من کاغذ

آنکھ لکھنے والے کا — حروف تیرے آنکھ

توں حسن کاغذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا — جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں یو تجو تن کاغذ

نقط — وہ (بھی) مثل

لکھنے تا صنعت کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں — سو اُس تیں لیکھے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ

لیے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کا لک سیتی

کو — لکھا — دل کے قلم سے

تو اُس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سورج رتن کاغذ

زیب دیتا — کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ — لاگے تو قد سرو کوں سو جو بن ثمر لذیذ

سے تیرے ہونٹ — لگے

امرت چشمہ تھنڈی ہے ناسک چمپا کلی — تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ

آب حیات کا ناک — نہیں زلف بھونرا

سنگ باس چنپی کا رہی مکھ موڑ الک بھونر — پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لذیذ

سونگھ زلف

پنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپی کا — اُس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ

پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر — متوال ہو کے جھلتے ہیں وو بے خبر لذیذ

چہرہ ہیں فریب — وہ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپا سے ماسبد — ہے ناگ چوٹی تاگ سہے ناگ سر لذیذ
بیڑھی

گھمتے ہیں بھونر ذ سور سو سراں کی ہراں پکڑ — مکھ دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذیذ
گھومتے — سورج — آفتاب رخ

وا نے تلان تنتر کہ اگھیٹ مار گاڑے — ونت چھند اودھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ
شکل — دانت — ہونٹ — حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے

امرت ادھر پلاتے قطب کوں سندر لذیذ
آب حیات ہونٹ سے — کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خذ
سے میرے ہاتھ سے لے

اپنے اودھر امرت میں منج لب نقل کے ٹھار خذ
ہونٹ کے آبحیات — میرے — کے

تج سات مدل پینے کوں بھودن تجی دھرتا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر — کو بہت — سے

اپ نہہ مد پیالے کے تس منج ہات تھے یک بار خذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو — میرے ہاتھ سے

تج سنگ میں جب شوخ سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں — فریبی

کچ سنک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خذ
کچھ شک نہ چاہیے مجھ سے تو تین

منج من آتالا ہے اَدِک اے نو رتن سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری وصل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں تج بانہہ کے گلہار خذ
بہت محبت سے میری باذو گلے کا ہار

عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تج سے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لیے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں آیار خذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آب حیات سے

عشاق کتے ہیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خذ
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس

اجھوں کتے ہیں کے منجے منج زلف تھے زنار خذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو

منج نِل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خذ
میرے

صدقے نبیؐ کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اَدک
کے اور زیادہ

قطبا پنی سوں کر لیتاں ہور خطای چوسار خذ
کے ساتھ عیش اور

(١٠٨)

سکی تج زلف ہے جیوڑاں کے آخذ
تیری دلوں
دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں انتر سب
آنکھوں سے نکلے
ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل ہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر
سہے سب عاشق درواں کے آخذ
زیب دے درباں ؛

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو
بھلائی دنیا کو
نین دوست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق
ناخن تیرے
ادھر ہیرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ بوسوں

علیؑ ناؤں سو کہیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ
علیؑ ناواں ہیں سب کااں کے آخذ
کے نام

(١٠٩)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ ۔ ٨١٠ ہمن من کوں اوسوں کیتا ہی تعذیذ
تیرے — ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیری تلے
تجے اپس حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے اپنے

کیا لکھ نور چیارا منج نین کا — وہی منج نین کوں سہتا ہے تعویذ
رخ، میری آنکھ — میری آنکھ، تو، زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

نیال کوں سوڑں پکڑنے کوں ہیں اس پیکر — پتھلی کے تمنے چمکتا اہے مو دنشٹ کے گھر
بمانند، میری نظر

شوق کا جالا سٹیا ہو سو سمند عشق میں پھر — آس بند صیا ہو و جالے بن تھی کیا ہوئے منظر
ڈالا، سمندر — اس، سے، ظاہر

سر چڑھا نیہہ کی مستی منتی کج چتڑائی — ان بیکا د اسکے اپر پڑکہ دموں میں صرصر
عشق — پڑ کر، دم کروں

عشق کا کچھ سبے ہیں بھید سوں منج راہ منے — پنتھ یو بوجھو ہیرے پنتھ کا سوا ہی توں داور
مگر کچھ، سے، میری میں — راہ

ہرن بک ناز کا منج ہیرتے ہیں دل میں مرے — کہو کس ناز سیتی باندھوں موجیوا سے سرور
سے، میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق — باور شکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
تخم — چمن چمن، سے — سے، ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
تیری
مرتضیٰ نور تھے یا رب کریں مو گھر انور
کے، سے، میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا ایک بار — دکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل — کو — ایک — اپنے دکھ
سمند ناز کا گردش مت کرو — کہ انکھیاں دچلنے سو ہو وے قرار

اُساس آس کا باٹ باندھیں ہیں سب — نزاکت چپل چلبلی نین نار
آہ — آنکھ
کہ جیوں ذرہ یک پف سیتی بند ہوں — اگر پف کریں سب ہیں ہوؤں گا خوار
مثل — سے
کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق — دلیلاں ہیں بلجے ہیں عالم ہزار
کون — سے — گرفتار
جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر — نمک چاک کر ھم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار — سے — تو — چک
کرے بھوں کا تِل تِل میں بیل دہمن — وو تل باج غصیں ہو رتل موا دھار
ہم کو — لحظہ — اس کے بغیر — اور — پیڑا — سہارا
کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن — وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار
سے جو — اس — سے — کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں
سے
اُسی تھے دیئے مصطفیٰؐ وو اتار
سے — وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں تھے گئے ہیں باہر ‎ جیوں مجنوں ہوا مرتے بی تمہارا ذاکر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سو طواف ‎ لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہونا ناصر ۸۳۰

نین پیچاں سے بلجے ہیں مرغ سب جنگلی ‎ خانگی مرغ نہ بلجے تو کرو اس وقت اصر

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا ‎ کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

دو انچل ناز میں جب ہات چڑھیگا میرے ‎ او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کری زندہ ولے ‎ تو نزیک آنے میں مردے ہونے ہیں سب ظاہر

تیری یاداں سیتی کدآہ نہ ماروں ہرگز ‎ آہ ماروں تو کہیں نہہ میں نہیں ہی صابر

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہوت ولے ‎ گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کرو بیے ناز معانی کے جیا میں تیرا

کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نوبہار
مے پلا ساقی ہوا ہو سر تھے میں بے اختیار

ویداو پر جب وید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی
سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے وو گھڑی منج کوں شمار

کیس تھی ظلمات پنچے مکھ کے پانی تھے حیات
یک دو بنداں تجہ کرو تم کام میرا خوشگوار ۴۰

میرے جیو کا دھاگہ اس کے موتیاں باندے ہیں کھینچ
دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت منجھے یہ روزگار

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک صنع سوں
کس سوں دل باندھوں کہو دو ل تو تھے ہوں میں بے قرار

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی
عاقلاں میں دستے ہیں س تھی اوں سب شرمسار

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اس کا خمار

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہووے کم جو کرے منج پر نظر
ذرے سب تیر سو مکھ نور تھی ہونے ہیں قمر

رازبھوسال کا میرا کئے آنجھو ظاہر — کیا گنہ انجھواں کا ہیں دریا ابلیا دِگر

طوفان آنسو — آنسوؤں آنکھوں کا اُبلا

موتی انجھواں کے رکھیں کاں ہیں صبا تجنہاں — صبہ کر راز ترا لکھتے انو دھر سرسر

آنسوؤں

تابو جبین بھید ہمن جا سوسان کا مورکھ کد — کچ نہ بوجھ بھونٹے کوں پکڑیا کپٹ سیتی وو در

نہ پہچانے ہمارا نادان کبھی — کچھ نہ سمجھ کر دغا وہ

کیوں پڑیا گرد چمن کا نرے امن پہ پیا — نہ ہلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھی بہر

پڑی — اس آنسو آنکھ سے باہر

پھول سم ہونے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب — باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

کے مقابل سیکھے

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب — کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

مقابل

کلک قدرت تجھے لکھے حسن ترا اول تجھے — کس قلم سوں نہ لکھے کوئی لکھیں تیرا چہر

سے سے

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں ہو ظاہر — عاشقاں حسن کا گنوائے ہیں بھی آپ خبر

سے تیرا

عشق کے پنتھ منے ہلچے ہے ماہی منگل — عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر

راہ میں پھنستا — ان تو

درد میرے کوں طبیباں کا دوا جنت نہیں — منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہی سرکوں اثر

کو بھی — تیرا سے چڑھا

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

دل سے

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم حشانہ خانہ کر — عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر

ای وضعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم — او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر

جے دشت عشوہ کا کہ زنیناروان کرے — اول دل گستہ میرا یگانہ کر

لے چابکت ابر شت لے ناز کے سوار — منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے — او چشم ساحرانہ ترا ٹو نہ ٹانہ کر

پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کا فر سلاح سجک سرا بیک آیا بہار — صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

جیتہ سو حو ہراں کا وضا ییس پر رکھا — سو جیتہ لاکھ مجنوں گندا بیک آ[illegible]

عاشق ہنے ناتواں نہ کرے بادے وفا — مجکوں لبار کرانے سار یک آ[illegible]

بعقل [illegible]

دکھ دینا ہے وفائی ان کا تو عادت ہے
عادت ہے کہ مست سرا پیک آیا بہار

اس کانٹے کے جفا سوں معانی نیک ہو رہیا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

(۱۱۷)

نبیے جو کاہ سو گہے ڈوبے کیا ہے ڈر
مکھ سور ہو نور سدا دیپے جیرے طور

سج مکھ جھلک کی سات نے رب چند اسوج
ٹک مکھ دکھاویں سج تجھیں نور تے سر

تد سی للے ہیں ذا میں تن نور کے برن
جھلکا دکھاو تل میں تجر جیقہ موج پر

سج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو ہن
سو باس نا من منے نا شک و نا عنبر

طلعت سو نور کے لیا یا ہیں چاؤ سوں
آرت ستارے سور چند کرنے تج اوپر

ہیں باغ کو بہلانے جا ہیں دل
کیا بوجھے بھول نا ان مگر بوجھے تو جھومر

مکھ سے تبسنک سار کر چلے
سونا و سنگ مت منی جب میں ہار ڈر

ہستن سکیاں سو گھنٹ سنت گرڑبڑا اُٹھیاں — باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر

ہنسنے والی گھنٹہ گھنگر اُٹھیں اصلیت پہچانی

قطبا تو دکھ بسار بحق علیؑ ولی

بھول جا

لے ہات کھڑگ مار کمر خارجی جنسر

ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلّی تھے پایا نور — تمہاری چھاؤں تھے چند اپنم ہوا سنپور

چہرہ سے — سے چاند پورا

تمن پرت کریں پچھاں پڑے ہیں اب دل میں — ملائکان مقرب سندر بہشتی حور

تمہاری محبت

میا کی دشٹ سوں یک ون لٹک عدن میانے — مریاں جلاؤ ادھر کے زلال تھے بھرپور

محبت نظر سے نازسے آ میں — مُردوں کو ہونٹ سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوتِ روح دسے — ہمن حیات سو جاگا کیا باذنِ غفور

صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے — ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد — اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دوندے چور

دل سے — دشمن تلوار سے

تمن خیال منے میں نہ بوجوں مسئلہ چک — ۸۸۰ پڑیگی عاشقاں میں مسئلہ حل کروں مشہور

تمہارے میں

بچن معانی میں گوہر کے دل جو اول تھے

سے

سجن نظر کی کرن تھے سدا پے جوں سور

کی سے چمکے شل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب شہ کرے مجہ جان لیے آرام کر
نابات مصری معرقوں میں شاوں اسکے جام پر
(سے)

ساقی اُبار یا جام دے ہی او مجھے آب حیات
پی کر او جھوٹا میں کروں نہ قاصی جنت بام پر
(وہ)

نیناں کے پانی میں سدا مجہ دل ترا آوے نیں کر
کوڑیال تپلیاں کوں چرالے جائے استہغام پر
(آنکھوں)

میرے سرامنے تجھے کہو آن کیا سرپا جائیگا
پایا ہے اوپر ورش جنات کے احکام پر
(سرہانے — سے — آنکھو — سراپا — ہے — وہ)

قصا ہے جگ میں لیلےٰ و مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر
(قصہ — دنیا — اور)

گالیاں ستے او ناز میں مجہ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
(کے ساتھ وہ — مجھے — سنا)

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد
ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر
(ہم کو — نہ کہہ — ہمارے — تجھے — اپنے)

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاؤ و ترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
(سے — نہ پہچانیں — ترانہ — رات)

شعر معانی آن بند موتی ہیں جگ میں حسن کے
۸۹۰
ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر
(دل کی — نثار کر — کے)

(۱۲۰)

سورج نمن پیالے میں ساقی شراب پور کر
موغم دبر پیالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے ستی عشق اپ چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ پیسر من آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جانو نجانو کھیل کچھہ کھیل پیا کے سور کر

باد سحر کتا کرے بیہدہ یہ دوا دوی
یک دو خبر خوشی کی لیا موں جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا
برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر بروں کرے
خاص و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مست نگاہ پیو سدا اس بت نازنیں اپر
مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سرو نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں
باوں اساس دمبدم شوق سوں ہات جوڑ کر

صبر نہیں ہے نتیجا صبر توں نیک جھن وکھا
اب تو معانی عشق سوں دردو جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ۔۔ ۹ ابھالاں آہ کے دنے ہیں منج سینے منے در کر

کھیا عرضہ سنو مین ناز سوں کبھی کام ہے منجکو ل غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زر گر

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم مدن کانٹیاں پہ پوتا ہو پیا توں دیکھ سر بر کر

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں تو کریا ہے بند مسا داغ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں وگرنہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر لر

غباری خط سوں اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنچا ہے سو پڑنے اُس ورق نازک ہے ہے بت جوہر ہر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر کہ جیوں نمرود کی آتش ہیں ابراہیم سُردر کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانی آپنے دل ہیں علیؑ کا مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار
ہنر داراں میں دلیسیں گے ہنر دار
نظر آئیں

طلب کر تے سو نیں ہے منج نظر میں
نین ہوتے ہیں اس تھی مونیاں بار
آنکھیں

نینن میری
نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے
تو بیٹھے ہیں شہاں سب بیّے بیّر دربار
سے
تجھ

دنیا کا پھول اپجیا ہے جناسوں
پینہ میں رکھ خدا یا منج اس آزار
اُگا پناہ

سے تجھے سے
محبت مے دسے اس مکھ صفا میں
ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور
ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
اور مجھ ہم کچھ

صراحی کے او پر پیالا اچھا ہے
کہ اس چھپتے بغیر چھپتے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نینہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار ۔ نین پانی میں تیرتا دلدار
میری کے ۔ آنکھ کے
پلک پر میں پلک جیتا موندوں ۔ ووں بھی نکلے بھرا یہ پیالی مار
جتنا
قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج ۔ منجکوں چوندھر نماز یک قرار
راہ سچا ۔ چاروں طرف ایک
سامری سحر میں جیتا کہ کروں ۔ باطل السحر ہے بچن در کار
جتنا
دارو کرتے ہزار وضع طبیب ۔ توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار
تو سے
غم کے خواراں میں نین بند بھرے ۔ تجھ سنتا ہوں تا کیوں آوے یار
آنکھیں موند ۔ ڈوالتا
عشق ناگر کیا زمیں دل کا ۔ سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دبار
گراؤں آنسو
یار دے میرے جھاڑ کوں یا آز ۔ پھول و پھل ہووے تا سبھی گلزار
دے کو

ہے معانی گناہگار بندا
رکھ محبت نظر سوں تج دربار
کی سے تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تجھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہونا ہے سرور

ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رو اجال — کہ بتخانہ نمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سینی کرتے — ہمن جینت ناسک وو کرتا ہے غرغر

میں اُستاد تعلیم تجھے سر نہ کھینچیا — جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند — جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تجھے کمتر

بلائی منج او نازیں مست ہوکر — سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر

کلا قند وتا بات کا کیا کروں گا — سو مکھ چھوٹی تجھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تجھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو وندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ — ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

معانی کی شاخاں کوں نا بات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پرکار
چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار

منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسروان میں سردار

قرآن کی ہے آیت سب بیتی راجوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلمان
نا جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار

اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پہنچیا ہے ریت تمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

اپنے رخ سے ٹپکا — ہمارے
پیا مکھ تھے چوتا شراب منور — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

سے مجھے — کے ساتھ بھول جاؤں گا
چکا نقل ہونٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

شمع تیرے — سے
شمع بے شرم نور میں ہے دھواں تج — نپٹ کور دل اس سوں ہوئے برابر

رکھا — مجھے
ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر

کوئلے کر سکے
منجے آگ کوئلیاں کی کرسے نہ تاثیر — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

سونا سکے مقابل — گھڑا کے سونے سے مجھے
سنا نو نبی کا ہو سے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر

پھر
براہیم کا قصہ پیچھیا ہے جگ میں — نکولیا وو بھی کوئی کہانی آذر

پر روح اور دل سے
عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز لکھ پر دمیا ہے سبزہ ہو امستی خیز — آرزو مد چو وسے منج جیو منے تھی جیوں گلریز
کی شراب چپکا میرے دل میں سے متل

دایرہ تا دحریفاں پکڑے ہیں دنبال — ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج نیہہ خونریز
کی طرح — سے رکھ تیری راہ

کیوں چھپا ہویں ہیں مے پھلاں گلزا امنے — کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم پھولاں میں

دل کباب آساں اماساں تھے ہوا ہے میرا — لھو سیتی دھویا گیا پیسرہن لھو آمیز
آہوں سے — لہو سے

دنیا کے پھول میں تو ن بان فاکا نہ ننگیں — کہ سبھی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز
تو مانگیں — سبھی

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر جمشید — دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُرو گوہر ہے معانی سب میں

۹۶۰

شعر حافظ کے سراو پر ہے تاج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُہنہ کہ میخانہ کا ہوا در باز ۔ کروں گا شکر گزاروں گا سو دُگانہ نماز
شحنہ ۔ دوگانہ

بجانے سو بجنتر کیا کم آوے گا مج کوں ۔ ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز
مجھے ۔ وہ ۔ سے

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات ۔ سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیاز
ہم ۔ نہ دے سک ۔ اس

مو دل کا بات کھیا نیں کدھیں کسوں ناکس ۔ نہیں ہی کہنے کہ حاجت عیاں ہی انکوں راز
میرے ۔ کہا نہیں کبھی ۔ ہے ۔ کی ۔ ہے ۔ اُن پر

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا ۔ ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
کوئی ۔ میری ۔ مثل

برہ کا درد کرو سینچ پرت کی باداں سوں ۔ اے دو نوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز
فراق ۔ سوچ ۔ محبت ۔ سے ۔ یہ

سیئے ہیں میری دونوں آنکھیاں بہری کے نمنے ۔ انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہوا شہباز
مانند

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے ۔ نہیں ہی حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز
تمہارے ۔ جو ۔ جانے

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پانتے ہیں جیت کے نین اُمس
اَستُت تری کرن کرتے پل پل بچن اُمس
(تیرا، دل، آنکھیں — تعریف، کرنے کے لئے، ہر لمحہ، بات)

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر
کرتا ہے رقص مستی سوں پا کر گگن اُمس
(تیرے — سے، آسمان)

جس دیس تھے تج دیکھیا اُس دن تھی بے سُدھ ہو
بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیو تن اُمس
(دن، سے، تجھے، دیکھا، بے ہوش — پھر، تجھ، سے، کے لئے، دل، و)

ہے بے بہار تن سکی توں نو ترے اُپر
آپس کے تئیں نوار نے کرتے رتن اُمس
(اے سکھی تو — اپنے تئیں، نثار کرتے)

تیرا اُمس سکی کدھیں جا سے نہ منج سینے
راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس
(کبھی، جا سکے، مجھ سے — رکھا، حفاظت کی)

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا
پانتے ہیں تازہ ہوے کہ سب پھول بن اُمس
(تیرے، عرق سے)

صدقے نبی کے قطب سدا عشق بازی
اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اُمس
(مجھے)

(۱۳۰)

اے نار موہی نار ہے تیرا سریں درس — جس ہین پر جو دشٹ کرے ہوئے او پرس
عورت ریلا درشن — تحقیر نظر وہ پارس

دل لوٹے باج تل رتی نہیں شوخ سندری — دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس
بغیر نہیں — تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منتر اہے — لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں سکے اپس
تیری دید — تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہی توں و خسرو شیریں ہی تیرا ناؤں — فرہاد ہو کے جیو کرے تج سیری ہوس
تو نام — تجھ سے ہو جانے دل

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا — تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا لکوں کس
تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں — نا آ دو تن ہمن منے تیرا ہے منگ لبس
اور ہم — یہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے

او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس

وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کرا کاس — دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
تیرے چہرے کے آسمان — چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر — چندسور کا سو بابہ لبے زر کمرا کاس
تیرے باندھا — چاند سورج ڈالا ہے

بہر خدانہ دیکھ تجھا آسماں کدیں — تج نین دولتی ہونا زیر وزبرا کاس
تیری آنکھ دولت ؟

تو میری بائں ہے سکی ہور تیری باس میں — پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھرا کاس

اور

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر — ہر سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اترا کاس
تیرا درشن سے — تیرے قدموں پر

چندسور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں — لایا ہے نور نین تھے بچھڑا کاس
چاند سورج سے تجھے — لئے پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناوں تج
نام سے

990 توں داس ہو رہیا ہی محمد کے گھرا کاس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سینتی اے نار بوس — ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دوتن چار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ — جگہ مجھے عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے — توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس
نہ آسکے — تو

مستی میں سٹ..... کے بوسے نہیں دیتے منج — مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
سے گرا کیوں مجھے — سے مانگا کتنے بوسہ

بوسیاں کا لذت آسکی اس کچ منے تو بھو ہے — آما لذت دہھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس
(بوسوں — ہیں بہت)

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا نے — ہیں جانتا ہو قدر دے تل تل منجے دلدار بوس
(تیرے آبحیات میرے سوا اور نہ جانے — ہر لمحہ)

تج بات ہور گفتار ہیں نا جانوں ہیں کیا ہے منتر — منگتا ہے تل تل کوں آدل شکر زرا گفتار بوس
(تیری اور نہ — مانگتا ہر لمحہ)

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
(تیرے میں اور آبحیات)
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا یو رس
(کو)

(۱۳۳)

اے خیال لجا وو تو خبر میری پیا پاس — منج تائیں طلب زندگی کا نیر اس الیاس
(لیجا — میرے لئے پانی)

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تجھے خیال اسکا منجے پڑیا ہے اس پاس
(تو پھڑپھڑا راہ — چاروں طرف سے)

مقصود کی بات آو بہوت دور دسے منج ... — نامار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس
(راہ بہت نظر آتی مجھے)

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نھاس
(رہتے اس دن کے لئے تو — بھاگ)

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھرگ جیوں الماس
(مجھے — تلوار مثل)

دل آس و منے سو سر سیتی ہیں قیباں — دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں نشناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا ییں — دیکھیں دیو مکھ تا کہ وسوں کا بٹے قیاس
آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل — ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاماس
میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی
اسکے
سے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس
تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس
رات سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس
بہت میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس
نظر آتا سے

کیسے موتی ڈھال قطراں سوں ڈھلے — اسکوں ہے نظراں سیتی بندنا ہوس
سے باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس
پھول — پھولوں سے گوندھنا

سب بہشتی حور اس باس کے جیو ہیں روح کوں اس باس ہی سنگنا ہوس
(سونگھنا خواہش)

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
(لیکر)
شعر حضرت مج پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش

سو اُس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا وو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
(اور) (سونگھ کر)

نمنی کوپ میں کونپلی کچ کا کچ ہے لکھیا بات قدرت سوں صورت منقش
(سونگھ) (وہ)

سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر ہمن مین کا نور ہے توں پری وش
(پستان) (سے)

کھکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر کھٹکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش
(تیرے) (ہماری آنکھ) (تو)

ب: نوی روت ن: کھکتا اُسے۔

ادھر تیرے کا عکس[۱] پیالے میں جھمکے   عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں جیو میں ۱۰۲۰   کہ پیووں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش

دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں   کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش

معانی[۲] ریا ترک کر عیش سوں اچھ
کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبزوش

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی اوچپل چھند بھری بےہوش
کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بےہوش

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بےہوش

۱۔ عشق۔ ۲۔ قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحرؔ دو

کرتے — تیری آنکھیں

کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش

تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے

اور

ہوے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش

تیرا — نہ کر سکنے سے — اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں

ہوا کی — ہے — کی طرح ہاتھ

ترے پاواں کے سنگا کی تھے ہوے دھرمری بے ہوش

سے — (دھرتری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں

میری شراب — طرح — کرتے

دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش

اپنے — کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش

یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار اوباش ۱۰۲۰ یکس تھے ایک ہی عیار اوباش

تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخوار اوباش

خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زستا پلنے تج رفتار اوباش

تیرے سر سے چالیں تیری

جگت میں تو بہوت اوباش آما نہیں تج سار ہے کوئی یار اوباش

بہت لیکن تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھنواں اہے یک ٹھار میں دو چار اوباش

اور جگہ

نبیؐ صدقے قطب سوں راستی ہے

سے

اگر چہ ہے اوک او نار اوباش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

مُنج تُج میں جے کچ راز ہے کس سوں نکرائے نار فاش

میرے تیرے درمیان جو کچھ

اے راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آیا نہ کوئی دیکھیا اوسے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لو تیرا

میں راز اپنے جیو کا تِل تِل چھپاتا ہوں و لے

دل ہر گھڑی

آپیں سیتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش

خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نو ادھر

ہونٹ ہیں

بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں

تو ۱۰۴۰

دو تن سنے گی بات لے کس دھر نکر اسرار فاش

رقیب یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں نا ہووں سکی تج عشق تھے دو جگ منے

سے تیرے

منصور سا عاشق ہوا آکر ستی تیرے سرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد

دُرُّ مانگ سے

تج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہوار فاش

تیرے

(۱۳۹)

دکھت تیری نِچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش

دیکھ کر پاک اور

گنواں سُدبُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش

گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نِچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی

اچھی صورت پاک دل مجھے

کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش

دل

نہ جانوں کس ضیا سوں اس ضیا کا نقش لکھیا ہے

وضع وضع لکھا

کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش

نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا

لکھے

بھونک یو ہے بسالا کر پری چل چل اچپل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چھپنے ہیں

صورت چہرہ لکھے

کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش

صورت کے

پچھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرناچ
پاک تیرا چھوڑ سے جان
لکھے منشور نامانج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جیو کے نمن تج نہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ
نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ..... نقش 1050
کرتا

تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کیں
نظر آتا کچھ کہیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح

جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم
تو جیو پاکر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش
روح تیرا

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے ہیں اُپر
عورت ناز سے بھونی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں...... نقش

تج نکھ تھے نو چند نپجے آچھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں نہیں تیوں تن پہ ٹھارے نقش
سطح لکیریں زیب دیتے ہیں سطح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپا
آنکھ تجھے تو آنکھوں سے
تیری سونیے کے حسن کا دستا اہے سنسار نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؓ کے حب کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سر خوش
پیا کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سر خوش سیتن سر خوش انجن سر خوش نین سر خوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
سے محبت
دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش
گفتگو دانت زبان
نین متوالی ہو جھُلتی، پیالی پیم پی پی کر
آنکھ محبت کی
جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سوتن سرخوش، کرن سرخوش
دل حواس
سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باو پر مل تو
زلف سے ہوائے خوشبو
۱۰۶۰
چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش
پھول
چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے
عشق پیا قربت سے
چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھرنا
مدن سو لٹ پٹا ئی سو عجائب کچ ہے چھب دھن کا
کچھ حسن عورت
ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش، ہے من سرخوش
بوسہ محبت دل
نبی صدقے قطب ہو گن رین دن عیش کرنے تھے
بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے
یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مکن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے ی سے
سُہاتے ہیں ترے عشاق ۔۔۔۔ تلک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مدپینے کے تائیں
چاند جیسا چہرہ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے
سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
ٹیکے سے پیشانی

او قد رفتار سُہتا ہے ہر یک یک دکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہے ۔۔۔۔ الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دو تن کا ناؤں میں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے
۱۰۷۰ موجیو پنجتن کے تئیں اے بارہ[۲] ناواں ہیں مجکے تھے خوش
میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روشن
میں
یک ٹھار اپے کے دھرتی توں ہر ٹھار کی روش
جگہ رکھتی ہے تو جگہ

وعدا پتیارے کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے
یارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ سیانت کرے جگ کوں باولا
یوں دل رلجانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

نا کیچ میں کوئی دیکھیا ہے نا کبک ہنس منے
میں
اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے .... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چو سار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کر کے قطبؔ بچھوڑے سے
تیرے ساتھ ۔۔۔ سے
یاری میں لیونج اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی یہ جیس لے پاتا ہوں اس سوں بیٹنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ توں کر بھی خوں کرن ٹیلا پیشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی
۱۰۶۰
ناجانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیاہی رنگ ہیں تج گال کیرے حال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھے لال ہے،
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگت کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیونے
دنیا عورتیں لئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بوجھیا نجائے وکس کوں لجھن تری سنپڑیا ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
تیری آنکھ کی
سدا مج نین کی منزل میں رقاص
میری آنکھ

تہیں مج خواب و بیداری میں دیسے
تو ہی مجھے نظر آئے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مں ..... سو ہے بھونرجوں انچل اوچھل گھنگر پایل میں رقاص
جس طرح

قطب شہ پا پیا ہے بے بہا دُر
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کال ہیں زقاص
اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حناص ۱۰۹۰ کرے پھُل پھانک کسوت اپنے تن خاص

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھُل نیر کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
رنگ سونا سے

وو پیاری ناری قدرت کی سنواری سُہاتا اُس کے تن تھے اُبھرن خاص
عورت سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
وہ کچھ چڑھا سے اور

نین تھے سیت آ سیت نیلم و موتی ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد وجر رنگ سیت پایا تس دہن خاص
سے دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں الج دستا ہوں خاص　　　ہنسی کھینچو نہ کھینچو، الجا ہوں میں تو اخلاص
پھنسا نظر آتا　　　تیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیاوے　　　سبھی خیراں منے او خیر ہے خاص الخاص
کو　بر لائے　　　میں　وہ

تری نہہ ہوا تاں میں کوئی نہیں سم تیرے　　　تج کا سوں نہہ میں ہوں میں جوں سعد وقاص
عشق　مقابل　　　عشق

توں گھری گھر نکو پھر ہو نہ منگ کس کن بھیک　　　بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچھ قلاش　　۱۱۰۰
تو　نہ　اور　مانگ کسی کے پاس　　　مانگ　تو رہ

مشک نافا تری کھوپے تھے ہوتا ہے ظاہر　　　عقل نا بوج پرندے کوں جھوٹے کرتے قفاص
نافہ　سے

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے　　　صورتاں کھینچ تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص
کھینچتے ہیں

تیری بیعت میں معانی[1] کا قدم ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص
سر　سے

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص　　　ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص
سے　مجھے　سے　　　تک　مجھے　سے

۱؎ قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود اُسی تے مُج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خطا سوں دھروں میں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور دھروں میں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کی محبت ہے

۱۱۱۰

سدا دھرتا ہے توں خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں یک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص نہیں مج باج کوئی دو جگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے میرے بغیر

حقیقت برتتا ہوں میں مجازی عشقبازی منج دیکھا وو چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارے

کروں تن من تماری دشٹ پر تھی آرتی چھن چھن فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ تلوار

اے چاند جاناں کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس
کیوں تو رات

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ
پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گستا نیں مرا
جگہ بھی گذرتا نہیں

انگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ
نظر آتے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

۱۱۳۰

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی
سے

کی یوں توں منج سنگار نی سنگار میں نیں کوچ حظ
کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گاہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر
کیوں مجھے جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ
کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض
پیا سے

گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ
اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج
مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں...... نہیں کوچ حظ
نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع
نوی چونیاں سوں کیتے لے مرصع

بہوت پہ چھند بند سوں مجنوں رجھانے
کیتی ہے آپ دو لیلے مرصع

سکی پینی سراسر چھندا بھرن
لنگے ال پے در پے مرصع

پرت کے نورتن کا لائے طرا
سکی پیتے نقل سوں مے مرصع

عشق پتلی کوں اتہہ چھند سوں سنوارو
او سے کسوت پناؤ و لے مرصع

لیاؤ و اتہہ چاؤ سوں مجلس کے میانے ۱۱۴۰
طنبورا ہور کماج و نے مرصع

نبی صدقے سو تیرجگ دیکھ کہتے
قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع
رقم میر اسکل طالع کی کیتا ہے اول طالع

کتیک کینے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا نچل طالع

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
او نو افضل ہیں سارا باں میں اُن کا ہے بدل طالع

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا ہچل طالع

مجے جو یہ میتر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع

نبی کے ہور علی کے گھر کا سو توں بندا اہے قطبا
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع

(۱۵۵)

تجھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع
کہ جب تج گال دیکھن کے کو واں تج الک مانع

سکی تج کیس نس ہور بات سارو مانگ موتیاں کی
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک مانع

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھر چند سو دن رات آتا
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی یاد دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانگ
نہ دیکھ سکیں، چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپنے لے دوات کر دھن آوے لو سب کوں
سو تو توں میں پن کھڑے کوں تس کتے تا میں رکٹ مانگ
پہن دکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں و لے دھن کیا کہے گی کر
چاہتا عورت سمجھ کر
جتا دھستا ہوں آتنے کوں سو ہوتا ہے شک مانگ
جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاؤں بچھنے کو
قدم چاہے زمین پاؤں
سو تس کے پاؤں کے پنیجن کا ہوتا ہے جھنک مانگ

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں او من سیتے
ڈالنے خواہش سے
سو تو لے ہات کوں ہوتا ہی چنچل تج پدک مانگ
بہت کو تجھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو
کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جا سکتا ہے اس

سکی پیام کیساں میں پھولاں سے بول
کے پیاو بالوں نظر آئیں
کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
جس طرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو

بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے
نے شراب اسی لئے
سر رنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
خوش رنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے
کندن کر کنے جوں دن کوں مرصع
سنار کرتا جس طرح دانت

نخچل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع
صاف — اور
دسے یوں زر بناں نخچل و صن بند پر ۱۱۶۰ — کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع
نظر آئے — صاف عورت — سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
آپ ہی
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع
نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
دیدار — اے عورت — آنکھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ
سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
اے سکی قریب — چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں
ادھر لعل یاقوت تجھی ہے نخچل تج — ترے لب کا دل تجھے ہین ہے متابع
ہونٹ — سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے
کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
پنکھڑی — لکیریں جسطرح ہیں — اسیطرح تیرے ہونٹوں
تری بات نا بات سنکر دھلیا ہے — سو نا بات کا فور سن ہے متابع
زبان
مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع
کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہی سحر تج کنے وہن — مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے پاس آ عورتیں — تیرے شیریں یہ دل

تجھے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں — اپے آپ تیرا بچن ہے متابع
تجھے کچھ اور — خود ہی

سو بارہ۱۲ اماماں مدد ہی قطب کوں
اوسی تھے یو سارا دکن ہے متابع
۱۱۰۰ — اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی لکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع — خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب تو نپلک مصرع
کے — سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے — لیکھیا ہی دو کد حسن لکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا — لکھا زلف

بزاں کر خوشنویساں ملک کے کینے ہیں سم ہو ثن — بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر تک دیکھ کر ک مصرع
ملکر کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہتی ہیں — مقابل اوسکے ہو نہ لکھیں کے گر دو لک مصرع
از نہیں — ہے نہ لکھیں ورلا کھ

بزاں کر دیکھ لکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں — کیئے سب خوشنویساں ست قلم لکھ نیش تک مصرع
زاں — لکھنے کی وجہ سے

قلم کھڑے سوں ناک لے لیکھے ہی لب کو سرخی سوں — جو کوئی بھی دیکھ کہتے ہیں لکھیا ہی کیا خو بک مصرع
چہرہ سے ناک سے

سکی کر کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پلستاں
قطب کوں بوجھے تو یوں کے لکھیا ہے ایک مصرع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا رخ عورت
دبیا مطلع بی ہو سے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا پھر نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچہ سہاسے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگار یں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھندوں کی آتوں کامن
کتنا کہوں دوسرا نہیں
انو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اصل مطلع
وہ ان کے پاس نہیں ہے
۱۱۸۰

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں سن چنچل کہنے

سہاتا ٹک چھنداں کا ہے گکر تج کوں نچل مطلع
زیب دیتا کہکر تجھے

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں میں چند رکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا
جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں پچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

پچھل تج ناؤں کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام
سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بہو قلم سیتے
اے عورت بہت سے
او سی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کی او جل مطلع
اسی لئے چھپا ہو کے

(۱۶۰)

پچھل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
شرم سے
عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

ترے زلف کی دیکھ پریشانی کوں
دیکھ کر
پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
آنکھ کاجل دیکھ کر اے عورت
اپے کاجلا ہونے جلتا شمع
خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر ڈھونڈے تج پیچل رات کوں — ترے تیں عکس ہو نکلتا شمع

پگلنے جوں ہوے سورج سامنے — تجے دیکھ دھن دوں پگلتا شمع

قطب آئے جب صبح اس کے مندر

تو تسلیم کرنے کوں جلتا شمع

(۱۶۱)

مروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع — خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہو سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے — بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

منگتا جو کوئی سو آرے مجلس کوں شوق سیتے — مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا — دونوں کے دل میں ہوتا یک سار کا متاع

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں — دھن ہار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو ٹھلکے — آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

باتاں کی لے نزاکت پن شاعراں نہ بوجھیں
بہت سی　بغیر　کے دوسرے نہ پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سُہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع　　کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے سر چمن برقع
اے عورت
1200 نکو منج تھے چھپا آدھن کہا مے پی کہاں جاگی　　پچھانیا ہوں جو پینیا ہے خماری کا نین برقع
نہ مجھ سے　عورت　　پہچانا　پہنا　آنکھ
چنچل توں بینی مکر سے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے　　سو تل تل ہات مکرے پہ کرتی ہے ہن برقع
تو پہنچی　جانا　کو　　ہر لحظہ ہاتھ ڈال
توں میرے جیو میں دائم ہے تے جیو سو یک ہوں　　میلی سو جیو حاضر ہے ولے پینے بدن برقع
تو　دل سے　دل　　دل　پہنے
سکی ہو نیاں کی جالی میں دسے کوچ تیری یو منجکوں　　کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع
مجھے　نظر آئے پیتاں　　کتنوں　دل　جلانے کیلئے
بجر کا جو انگن تیرا پھولا وے ناکیتیاں کے دل　　ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینیا ہے اگن برقع
کتنوں　　قدم　پہنا
قطب شہ تیرے انچل کا ڈو... دیکھنا زلف منگے
کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا　دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع
اے عورت چہرہ پر زلف رات
نس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہے ہیں یا ملِ
شراب
جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

دھن مکھ تجلی ہے دن جوں ہور صبح تجہ پیشانی
عورت کے رخ صاف اور تیری
تس پر سو لانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے
لئے تیرے
یاں تجے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا
چاہتا اے عورت (چومن)
مکہ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کر نین تجھے آوے
چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع
تیرے بال رات اندھیر
تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہی اسکندر طمع
تیرے آب حیات

دل کوں نئیں وو دھر تجے میں طمع اس چھند بھری ناز کا
تس ناز ہور گھونگٹ کے میں وو دھرتا اپے چادر طمع

جھلکار پر جھلکار کر لیو مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چند طمع

باتاں مٹھی دھن لیو کرے جو کڑوے میٹھے ہوز دے
باتاں کے تس کے دھر رہے نا بات ہور شکر طمع

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت تو تا نیر جوں
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

شاعر کے پگ ڈونگر پرین جوبن سوں تشبیہہ دیو کر
دھن کے جوبن تا میں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع حد کوں لیو
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں سو میرے جیو کے چراغ

تمھاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمھارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا   حوراں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ
سے   آگے

شراب پھول کھلے تیرے باغ نوخطا میں   پلا توں ساقی سرمست منجکوں ایک دو ایاغ
اوروں کا   مجھے

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب   صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ
فراق ہوا مجھے

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے   خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں بے فراغ
سے اپنے

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے   ثواب ہے تجھے مالی اوڑا موجھاڑ تھی زاغ
اڑا یہ

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے   پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ
پھر سے   کتنا

معانیؔ شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز
نبیؐ کے ناؤں تھی آتا تو تجھے خوشی کا سراغ
نام سے تجھے

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ   اپے دیپ جگ میں دیاتے فروغ
سورج تیرے رخ سے   خود چمک کر چمکاتے

ن ۱؎ قطب شہ ن ۲؎ آیا ۔

۱۲۳ دین ہار جیتے ہیں اس جگ منے — نہ دیپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
چمکنے والے جتنے ہیں — نہیں چمکتے شرم سے روشنی

اگر تو بہنچتی نہ اس جگ منے — سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی میں — سطح کہاں سے لاتے

ترے بال نمنے ترے گال پر — ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ
کی طرح — بادل سے

جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یوں — تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
سے تیرے چہرہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں — تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری — چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلانے فروغ
سے

(۱۶۷)
تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فارغ — لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے — سے

توں پاؤ جھونا باندے ہو پینے رتن تن پر — تاریاں تھی ہوا بے دل انبر تھے ہوا فارغ
تو پاؤں میں اور پہنے — سے آسمان سے

بادل ہو تری نہہ میں پھرتا ہوں گلستاں میں — الحمد للہ بارے یں گھر تھے ہوا فارغ
عشق

تج خوبی سوں ایک آیت سکیا تو ہوا بےمطلق — افسونِ سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
تیری — سیکھا — سے

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا سکی تب تھے　۱۲۴　امر یت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ
لگی　　　سے تیرے　　　سے

تج جو رکھ ڈہلک نیکا دیکھ تھا دسکی چنچل　　طنبورے لبر کے سب جنت تھے ہوا فارغ
تیری　اچھی دیکھکر　　آبحیات　　سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
عورت　میں تیرے چہرہ کا

دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نو کھن چراغ
ابتک　طرح　آسمان

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
سورج چاند

بس ہی دیا ہے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
چمکانے　تیرے چہرہ　آئینہ

ملا ہے خدمت گار تل، دھن مکھ کی مسجد میں
عورت کے چہرہ مسجد

پلکاں بتیاں، کاجل دھواں، دیتا ہے لوبن چراغ
لوبان

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تو لئے ان سبب
کیوں دن نہیں

پھولاں کرے شعلیاں سینتے روشن ہوا گلشن چراغ
سے کرے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا لگر
چاروں طرف سے گھِر کر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سو دمن چراغ
اپنے پر موتی جبین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندھیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا
بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہے دہن باغ

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
سے اطلاع

۱۲۵۰

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں نمن بھر ہے چندا
اغیار مانند چاند
تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھیں او جل چھپ جا چھپے دیکر تمن
بال رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑائے چنچل
تجھے

بل کیک تیا کر چھانو کوں ناوے خبر چک پا کے تو
نہ
دنیال لگ گرپا نو پر آوے گی پھسلائے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تھے حور اپن کھن بن تھے تٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکلانے چنچل
سو لاکھ سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہے پیو سول
یکدل پیا سے
سو نس چکا پیو کہ اپر یوں نور برسائے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چندا پنم کے چھالنے لے پگ دھوتے ہیں.... چنچل
چاند پونم جھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت

ہنس مانکوں لیا نے بیج چک تو لاج لے آئے چنچل
(مانک) لانے بستر شرم سے

حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں مو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مد مست متوال
آنکھ شراب کے متوالے
ترے دو گال ہیں خوبی کے کلال

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ
چہرہ زلفیں نہیں مگر
سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال ۱۲۶۰

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش
تیری لکھے
کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
انگوٹھی

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی
ہاتھ دیکھے شراب
نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو پیال
دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں
تو تجھے قیمت نہیں
جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
اسی لئے
کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام
جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام

متاں کوں جائے پوچھو تمیں راستی کی بات
نیں ہے غلط یہ بات انوکن ہے راست جام

او مرغ وحشی رام نہوئے آپ دانہ سوں
ہر چند پھاویں دام نپڑ کسی کے دام

تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہتے
مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی
اس تھے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا
قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

شاہت رہا آپ کام میں دنیا کوں میں دغا
آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

ن ل پ

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساس سوں — نن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نینہ کا غلام

مکہ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں میں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

مُنجے اُس گلے کا حمائل ہے دام — او یک جوت جوہر سورج پایا نام

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں — اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

نین تیری کوں باو انپڑکاں سکے — قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

سراوے کن اُس ناری ناز کی — کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

طلسماں تھے مشکل ہے نینہ کا طلسم — جتے راکھے قدم بوجھے افلاک کام

دو تن گوند کرڈاولی کے نکھو — نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

ن لے معانی ن لے مجکوں بسیجے بوجھے اوراسان نام ۔

معانٔی عشق جنیا ہوں کر نہ کہہ

جنے عشق جنیا کہے او ہے خام

جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام — احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
تیرے مجھے اور

جن نام و پنتھ نا بوجھے[1] وو[2] گن و گیان کیا — کن[3] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ان

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب — ساقی پلا توں لطف سیتی اپ توں یک دو جام
پہنچانے تیری سے تو

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے — وو نقش کار توم کریں میرے دل مدام
یکے وہ

انگار[4] تھا کہ یاد کیا تج تو جیو دیا — جب تے[5] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام
سے تب سے

عالم مجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم — وو ناؤں کے حرف ہمن دل میں ہیں کلام
وہ نام ہمارے

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب — وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
اس محبت خوشبو

ن۱ قطب شہ ن۲ ووکان وکیان ن۳ جے ن۴ نگار ن۵ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا — دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام

ایے پند گو معانی کوں کیا پند کہتیا میں — اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام ۱۲۹۰

(۱۷۵)

کرے ناز میں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں تو اچھایا علم

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے — سدا اس کا ہورہ اچھے تج بھرم

تیرے ہندسی دل پر گنت چوکوں کیوں — حایاں میں آیا ہوں میں تج قسلم

میٹھے لب سیتی ناوں میٹرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آپیا درجسرم

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہو کا شرف منجکوں جم

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھرو صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی موہمایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے یک دم

۱۔ ن۔ قطب شہ ۲۔ ن۔ منج

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۴۰۰ معانی گدا کوں د لا و و درم

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم — اوچا یا ہے یا نو چمن میں علم

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے — توں ہے شاہ خوباں میں تیرا حشم

ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور — ازل کے مصور کا ہر گز قلم

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام — ترے ہست ہی درپن ہور جام جم

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے — چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم

سدا تج اُپر دھیان تارے رکھوں — سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

نبیؐ کے میا فیض تھے قطب شہ

محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

(۱۷۷)

کیوں سکے لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم — ہے نوا چاند بہو تیرے بھواں چاند تھی کم

نازکی میں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے من — چند سورج مشتری تیر کرنیاں کیوا تج سیتے ہم

چہرہ کے مانند — تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب — ۱۳۱۰ قد او چایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم

سے — اٹھایا — ہرا — سے

کیوں نہ جیویں سدا عشاق نیرا مرت نمنے — تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم

آب حیات کے مانند — پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں — اس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم

بوسوں — سے مرہم

ایک چھن انپڑیں میاں سو مونین میں رکھیں پگ — باندکر پلکاں کے پرو ے کیا ہوں تیرا حرم

محبت سے میری آنکھ — قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

تجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم

مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھی منگیا تو میں تو پوچھی نام — جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام

نازنیں — سے

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں — دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام

ڈال کے اپنی — غمزہ — ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی آپ توں سج — اول تو نین تاریاں سوں مکھ بھا بدر تمام

پی کے — تیری آنکھ تاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سو جوبن ہال کھلیا
سرگ میں سرُ نہ تج مالے سرو گل اندام

سمن پہ واں سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے
جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی کہ پر دام

نین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تھی کہے ۔۱۳۲
ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

نبی کے صدقے قطبؔ شہ لگیا ہے دھن کے گلے
جوں لام لیف منے مل رہیا الف ہور لام

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما نین تج بدام
ترے تل اہیں دانے ہور زلف دام

عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے
کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مج حلال
تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ
چند اکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

ایس زلف تاراں سکے تیں نا ہلا
ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے — شیریاں نیں بت فرہاد ایا کلام
(شیریں) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش سہے
کو ہمیشہ
مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو و جام — سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو — کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھب کوں ۱۳۳۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گئے نس منجکوں ساری — موہن مکھ تھے یہ لیوں سکہ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو — کے چہرے سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لا رہوں گی — بلا کر میں کھلاووں نقص بادام
کے گلے

سو اس نس نین ناکھولوں کے ہوئی صبح — پیا کے ناؤں بن نالیو کوئی نام
رات آنکھ نہ — نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے — ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور — ہمارا اور پیا کی کے لئے

نبیؐ صدقے محمدؐ قطب شہ جم
ہمیشہ
پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نُقل مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ میں نیسر ہے سینور — اُس کے انگے تنک سراب کہاں

سُو کہ دیکھو کنے ہیں ساجن کوں — ۱۳۴ ب — ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں

صُبح کے بن لے پھول کھلیئے ہیں — شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کاں — سور کے نور او پر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا ہیں چارہ کروں

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں وہیں نظارہ کروں

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
دندے کے سرکوں پھنر پر پچھاڑ پارہ کروں

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاٹ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شراب خور کوں امانت سو کیوں اشارہ کروں

پھولاں کے تخت پہ بساؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں

۱۲۵۰

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل وں تھی ابد لگ بھی
پانوں تلے سر سے تک

عجب کیا ہے جو جنت سر عُیں دھریں ساتو انبر منجکوں
زمین پر کہیں ساتوں آسمان مجھ سامنے

جہاں توں واں ہوں ہیں پیارے منجے کیا کام ہی کس سوں
وہاں مجھے کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں
مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے
اور کچھ نہیں اور قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں
تو تونہیں میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
اور

کسے ناجانوں ہیں معلوم ہیں کوئی تج بغیر منج کوں
نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہہ مد کا ہیں سرمست ہو متوال ہوں پیاری
شراب عشق

کہ اس مد باج ناچڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں
شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں
عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سکی یہ پھول اچھالیں ہور شیں مدہ پیالے غر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی شیں نو طرح انبر میں

اگر لشکر لیا آوے غم جھگڑے نے عاشقاں کے سم
ہمیں ہور ساقی ہور ہمدم شیں گے شواس گھر میں

۱۳۶۰ شیں گے لال مد پیالے پرت کے خوے کا گلاب
پون خوش باس ہووے تیوں شیں سکر کوں مجمر میں

جو ہے تج بات میں تاناں بجا مطرب خوشی تانا
خوشیاں سیتے لویں لاگاں انند ہور عیش ہر سر میں

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک میرے منظر میں

کتک کر نے بڑی باتاں کتک کر کے خرافاتاں
چل آ اوراد لے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

اگر جنت توں منگتا ہے تو آیہ میخانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آوے جو بکھر اسووے اس کا شہر حیدر میں

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنورے پھول سوں کہیا یو بچن ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کہیا سچ نار تھے سوں ولے عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اس لعل پیالے تھی شراب پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اس کوں جن پشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں کل باد کے ات لطف سیتے لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون ۱۲۷۰

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطب کے صبر سو انجھواں دیئے دریا کوں اچھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مہ تبا سارے طیوراں میں
یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جوتاں میں بھریا ہے دھن
عورت
نہیں کس یان میں او تازگی ہور رس طنبوراں میں
اور وہ تیر

پلک پر میں پلک مارے نلک سو دل چورانے میں
نہ چرانے
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں
یہ آنکھوں
نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں
کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایا ہیں
دل نئی طرز
چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں
دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
شک
روح
سو مج انکھیاں دیکھے اودھراں دو تھے جیو آں پایا ہیں
میری ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اُس لباں کے ہو دیئے جیواں
۱۳۸۰
دل
سو جا نیازاں ہر عاشق کر اچھوں پیار پیا پایا ہیں
اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق
اپنے
بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایا ہیں
دل

عجب غدے درو غاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں
یکس میں ایک لا دعوی جو یچ رنس دن چپایاں ہیں
رات

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لاکر
شراب کے دانت کی
نوے چاندا ...... رنس میں دن سوراں دیپایاں ہیں
سورج رات
چمکا
نبی صدقے نوادیاں، ناریاں نوے شیویاں کے نو قصے
نئے شیووں نئے
نوِل قطبا سو کہنے وو نپایاں سو نپایاں ہیں
نئے سے وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے بیرے بن گلشن
سو پتلیاں بھونرے ہو پھر تیاں دیکھت اوبن گلشن

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
لگے مرغو لیے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن

کھلیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن

جو لے ہت آرسی پیاری دکھن تیں آپنا مکھ تو
ہوا ہے سر بسر نرمل ترے درپن کا تن گلشن

دسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زنناں سوں تن دھن کا
سمن پاتا ہیں سہتا تیوں سہے دوں تن رتن گلشن

مرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں

باغ جنت

۳۹۰ لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن

ناز سے چلتی

میرا

نبی صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا

یہ

جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار گگن گلشن

چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں

تیرے بغیر لمحہ

ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کو بند رکھتی ہوں

خود کو مقید سے

چھپی چوری کدہیں تد میں اکیلٹ پاتی جو تو کہیں تج

کبھی اکیلا کہیں تجھ

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مُہر اپس ہیں آپ ٹھمکتی ہوں

مور خود ہی آپ دیکھ کر تجھکو

لگی تھی میں اناچینی گلے تج پھول سوں یک دن

سے تیرے

تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں

تب سے پھر سے پاوں تک اب تک

مرا بس ہوئے تو الٹ پٹ ہو تج تیں جیو دیتے ہیں
تیرے ہاتھ دل

کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تے بکتی ہوں
نہیں

تسوں میں بات کرتی تو تمی و وتن پیٹ کوں اس تے
سے

نہ تیا چھانوں کوں پنے کھڑی جب گا و چکتی ہوں
تجھ سے غیر، رقیب قریب سے

دو تن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں یو تو واجب نیں
غیر و بستہ کیا جائے

وو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا اُن ہٹکتی ہوں
رقیب اس طرح نہیں

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو دن بخش ہو مجکوں
وہ کہیے تجھ

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا بھڑکتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرا نگن
چندمن جھمکتا او مکھ سمن

کیا ہوا ہے سو سائیں منج تھے کو
غصہ سے
مجھ سے کہو

ناز چھند سوں کی لگی لالن بچن ۱۴۰۰
چاند کی طرح وہ
سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ناٹنا دیاں — نا ہوسے منج تھے کدیں آبال پن
طعنہ — نہ ہوسکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں — لائی ہوں پیو پنتھ میں دیو نین
دل سے کو — پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ صدقے علی قطبا سیتی
سے

او پری ہوزاری شہ پرنور تن
وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے دتن کرتی سہیلیاں — ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باناں
مجنت کے غیر

جیسے دل روں میں بھریا عشق متی — تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں
روئیں روئیں بھرا ہے (کی) — عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں — کہ تا پیو کے ادھر تج دیو جاماں
ہونٹ سے تجھے جام

جوبن دے کر پیا چت سوں ملا چت — کہ دیوے تج سجن اپس زنگاں
پیا کو دل سے دل — تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا
(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں
چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہوں تیرے پیا سوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج ادا سوں
چھوٹا دل باندی — بیچنا (گیا)

بہوت وھات سیتی بھلائی سجن کوں ۱۴۱ کہ پیوں اودھر کا پیالا صفا سوں
بہلائی — ہونٹ

سکل سُد بد کھوی ساجن پرت میں — او مکھ شمع پر بھولی ہوں ت جیا سوں
سب — اُس

عشق کا بچھوڑا انکہ یار یا ہے منجکوں — آتا رو اپ دھراں کے دارو میا سوں

نبیؐ صدقے قطبا کی ہو نہیہ کی ناتی
تو پائی ان وصل نس دن عا سوں
اُنکا — رات

(۱۹۳)

پیا روپ تیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں
کے چہرہ آنکھیں متوالی

سرج تمنے جب ..... نیکلے — چند تارے اس سوں دپاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سُہاتے اہیں
ڈولتا — چمن — زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے رومالاں کیے تیں
چندر مکھ کے خوباں اڑاتے اہیں

پرم کی رنجھا اَر بسے ہنس ہنس
(چاند جیسے چہرہ)
کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

(محبت)
پیاری سو مُہنر پرم دیکھ کر
(عشق)
سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں
(کے دل سے اپنا دل)

(محبت)
قطب شاہ کی سیج سنگرام پر
(بستر وصل)
نول ہل کہ دو تن کھجاتے اہیں ۱۴۲۰
(نئی رقیب شرماتے ہیں)

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا مو ہند ہندستان کوں
(میرے ہندوئے)
اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے منج نادان کوں
(اپنے میں پھانسے مجھ کو)

مو درد مندِ عشق کوں ہرگز دوا کد نا کیا
(کبھی)
(مجھ)
گر پوچھے منج کیا کام ہے موئے تج حسن کے ریجھان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخِ شکر سب کم ہوا
(جیسے) (سے)
(تیرے)
شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمہ داؤدنوں گاوے سو نینہ کے بن منے
عشق / بلبل
سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں
تیرا
اغیار سیتی بو لیئے نیوں بات منج جیو انس کا
میرے دل کی محبت
یک تل کی صحبت میں پیا پسرے ہمن پیمان کوں
کو
رنگ محبت نا دیکھیا یو مکھ میں تیتنا میں چھپا
دیکھیا
کیسے دعاو سحر سوں اپنا کروں جاناں کوں
سے
شعر معانی پر سدا کرتے ہیں وو اغنیاسب سماع
اس یادسوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں
سے

(۱۹۵)

بھلیا نہ نوا دمنے جیو مبرا اشکر نشان سوں
بھولا بچہ کی طرح دل سے
کتا پر بار یاں تے کہ مت پاووں خلاصی میں
کتنا

کہ جیوں بلجے مگس کے پر محبت شہد اساں سوں
جس طرح پھنسے ڈھیر سے
مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نینہ کے ہاتاں سوں
مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پچھانیا سوں دیکھیا ہو دل میں نیہہ کا ۱۲۳۰ سعادت کا سو خال اُس مکھ اوپر دیپے تاواں سوں

محبت
نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھے اس کچ کوں دو جگ میں — اگر بوجھے تو پوچھ ہور سوچے علم جاناں سوں

شگافیں کی جو میرے مو مو کوں پیو بن کچ نہیں پیا — ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں
سے

ترنگ نیہہ چڑکر آج جولاں دیو میداں میں — کہ کھیلو ڈاؤ یک تم داؤ سینی اپنے منتاں سوں

لئے جب ناؤں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گرداں تھے — کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں
تمہارے

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر — ہوا جب دید پر نج دید بسریا آ میں جاں سوں
بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے میرا
کہ لبدیا جیو میرا یار اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے رواں رواں — دوروں روں کا تُرّا لایا ہے گرد وں

جے کوئی یک روں تُرّا رکھے آپ سر — کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں
جو طرہ اپنے مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے | کہ اس شعلہ کے انگے کیا ہے جیچوں
مقابل

بھتی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں | اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں ۱۸۸۰
سے

منتر پر راکھ پر چو ند مھر سِتے ہیں | عجب ہے پیے نہ بوجے راکھ مضموں

تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں | تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے | سے

تراوے آس کے پانی میں تجکوں | کہ غم داٹیا مگر میٹی لے میچوں
تجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا | خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا | سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر | نہ بوجھے عشق مولیلے و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنے سبزو رقاں | گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے | ٹپکتا | اب تک

معانی کے بچن تے پیچے نابات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نازکی جھمکارتیں کرتی ہے بے ویں
سے
وہ
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندھے دل تنے آئیں
آئے
سے
ہیں

تمن مکھ روشنی شابان کج چند دیتے ہیں تاواں

بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اسائیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو تم قصہ پر تحسین

۱۴۵۰
کہ کہنے خسرو و شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں
ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تیرا نام

ندھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
تب سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
تجھ

لیجاؤ تم خضر ہو کر میتے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بہو عزت و تمکیں

بہت

رقیباں بیری باتاں کے کریں کو توال کوں آکہہ

کیوں

مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت لسو پریں

میرا

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندِس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نسرین

"

معانی ہے گنہ گارا رکھیں یا رب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آکریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں نھے جوتا ہے شراب ارغواں

آنکھ افسوؤں سے ٹپکتا

لعل تیرے کھاں تھے یاقوت کا پیالا ایلا

سے

غم کے کپڑے پھاڑ مست کریں ہوا سر تھے جواں

پھرے

نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پر اے دلستاں

ہونٹ میرے دل

سام سیس ان بھنواں کا چک اُچانے نا سکے
منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں

زور سے

میں نجانوں بہشت جنت میں تمن کس جنت کی حور
کافرو مومن کریں تج دیکھ کر جیوں فغاں ۱۲۶۰

دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیچی شکر و جگ منے
تو جہاں میں ارل جو چاوں سوں بکا تا ہے رواں

سے پیدا ہو میں

تاب وری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور
شربت اس قند کا چکا واٹ تھے منج دہاں

اپنے ہونٹ سے

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے پڑے
بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہے گنگ اس کا زباں

یہ نہیں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات
ہم تمہارے

میں کہا ہور تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گماں
اور

اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے ہیں آگاہ سب
سے

تاج توں رکھ سر او پر ہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازار میں او نین جو خمار اچھیں
ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشار اچھیں

یہ آنکھیں ہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں سجن سینی پیا
ہم سے

پھر ہم پرہیز کریں پیو وے ہم یار اچھیں
رہیں

چند سورج گال اوپر دیسے جھن کا چھاوں | ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
چاند (جیسے) نظر آئے | سے سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون | اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
آنکھ کی میں آب حیات | بیلنے

تن جنم ناں بند و تیخانہ کے لوگاں منجکو | میری گزن میں کرن کے زنار اچھیں ۱۴۷۰
جنیو نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے | ڈر نہیں منجکوں سپر نمنے جو و ولدار اچھیں
فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن | دم بدم حسن رخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں
سے تشبیہیں | تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دست تسپتی | سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
نظر سے | (۱۰۰)

نجانوں کس گھڑی کینتے ہیں معانی پہ نظر
کرتے

اس کے دل میانے علیؓ مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں
محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں

تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں
کس کام کے لئے دل نہ وار سکوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے ہمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن نا لگیں جیا نا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

ڈونین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیرا دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں الگ جانا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار

لائے ہیں چوراے اچوٹ تم آپ سنے پڑار سوں
مارنے کیلئے

واٹے نندن صاوے منجے پانی نہ آن بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا

۱۴۸۰

ڈوریا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہل منج سوں پیا
جب تک میں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبیؐ دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی میں
رقیب کے دل پر جلائی

ہمارا سر دو تنی کے تیں کری جوں زاغ کالی میں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لا دو کر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی میں
لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں تج سیوں سپنے منے بھی تج
تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی یاد کروں

جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں من تج تھے خالی میں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج رینس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے

کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی او تالی میں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی و کلی جالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس ہیرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اٹھی جب ہڑبڑا کر میں دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تھے ج دو تن کاڑے جو مت دیکھی تجے چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ پوچھو سچ پریت میانے پرچنت کیوں آوے گا
نہ منج میں صبر تا تج مہر جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری یوں قسم کوں ہے کہیں بھی یاد آئی تھی
تمن جینے نہ یوں دن ہیں پہم چند جوں کے کھینے میں ۱۴۹۰
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
جکچ منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیں ہے نپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاو کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُدبُد ہور جیو دل میں
تیرے اور
ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سینتی بھرائی سمدراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں
کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میں

بھونر کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں
ولے اُس بھونرے تھے تیر پریت میں ہوی ہوں کال میں
سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کنے ہیں یک
سے اور
بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تجی یک تل میں
سے

دلی
نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی
رات رقیب مثل
جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سوں ال میں
سے مانند رہتا

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا
دل بات کھول کہہ کہہ کدمیں ٹک ہنسیا نہیں
(کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
میرے دل میں سے عشق
س دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
سے
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں
میرے بغیر

مُربا زلف سنپولا کھیا گاڑرے عجب ۱۵۰۰
اس دھات کا سنپولا ابھی کس پڑیا نہیں

تا سک کے ناکسر کا سو دھن بھون کا بونک — بے سند ہو کہ تھار اُپر تھے کھیا نہیں
ناک — جگہ پر سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رہیا نہیں
ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سورتھے
چمکے — سورج سے زیادہ

پنجتن کے چرن باج قطب سر کھیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جانا نہیں
عاشق ہوے — سمجھے کسی — نہیں

جو آسوں پوچھنے جاوں اُسا ساں بات آتا نیں
آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آوں گا
تیری — (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں
میرے — (پر) — بغیر — بھروسہ کرتا

کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں
بغیر — میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بجھانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام — سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ — پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں — جیا جیو جیو کا جیو کر را کھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو — رکھا

جیسے روں روں مرا تج نا میں نس دن — تجے جپنے تھے دو جگ میں جیا ہیں
یاد کرے رواں تیرے لئے رات — تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا

نین سپنے میں باندی تیری صورت — تو تیرے نور اپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خواب باندھی — آنکھیں

خدا جو ر اکھیا منج ہور تج کوں — جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے — نہیں

دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں — جے کچ شک کے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھو
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھے ہوئے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کال
نازنیں سیکھے
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
کہاں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیائے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کرواب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں
وفا کے اچھراں جو تجھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمد کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ
علی گھر بھیک منگنے تجھے بھر منج دلکی جھو جولی اں
ی
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری

۱۵۲۰

رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے

دل تھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری

او ناد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں من پانی تھے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے

توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور

آسیج پر پل پل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت کتنا

کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھ کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبیؐ صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلاؤ جاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
یہ سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں کہاں

صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
تو لا سے

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے
تیرا نظر آتا

ہمارا راز جاں انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑ بڑا نوں جان اے غافل
۱۵۴۰
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سوں کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحان سوں کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
پیالے دوستاں کوں دوستی دندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے
او تلخی کا اثر میٹھا ہمن ستاں سوں کرتے ہیں

اس
جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت دوراں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عبادت کر
جراحت پر سلا بہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن ہر سم پری رویاں
دوا سب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نابوجے خوبی برائی پیسم داروکی
ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کالے ناتوں پیت تجھ پھل کھلائیں ۱۰۴۰ تو تانزے اپر تانزے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں
یک یک بھاؤ ہور یک یک رت سوکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو من آسمانی انچل اوڑی ہے ۔ سورج چاند رخساروں جگ گائیں
[تا زمیں ۔ اوڑھی ۔ وہاں]

منجے ایک کر جاتوں ناچار کر ۔ منجے ڈھونڈنے جیو جوتی لوپاب
[مجھے ۔ مجھے]

دھرا چی ہی نا یک دھقر بخیریاں ۔ نین سوگی نرگت سوں تینہہ بھوریں
[نال ۔ جوش ۔ آنکھ (سوکے) ۔ عشق کی شراب]

دھری سنہلا جگ منور کرے ۔ پیالے سوہت سو ہو کر دیائیں
[ہاتھ میں سورج]

قطب نیہہ کے دھو سکی کرتی تھی
[کی محبت]

نبیؐ صدقے اکوں اپتال آزمائیں
[اب]

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں ۔ احرام باندکر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
[باندھکر ۔ کھڑی]

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں ۔ تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں
[کعبۂ چشم کو ۔ اپنے]

ہاتاں کو وکھ پچکنے سو جوبن کوں جیو ہے ۔ بھئیں نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
[ہاتھوں کو دیکھ کر ۔ پر ۔ دل ۔ مرلیتاں کی آنکھ سے ۔ کا]

باندے ہی کھیچ جوڑے میں پیامی اُبھال وحسن ۔ بند خوی برسیں ہیات نمن سرو ناز کوں
[باندھے ۔ سیاہ بادل عورت ۔ بوند پسینہ کے ۔ کی طرح]

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر یک کام　　لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
خالق　ہر ایک　کو　ایک　لگا　مجھ
بہو منتراں سوں پالے سپارا سو ایک ناگ　　روں روں سنپولے لبدے ہیں اس غمزہ باز کوں
بہت　سے　سپیرا　ہر روئیں میں

حضرت علی کی لے کہ درازی اہے تمام
(بیٹے) (کی)
صدقے نبی کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چھٹ ہات تھے وحن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر　ہاتھ　سے　نازنین　بطرح سیاہ بالوں
کہ جوں چند ابر دکرناں سوں مل دستا ابھالاں میں
بطرح چاند　سے　ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تپلی سیہ جوں مشک، جو ہر جام بھیتر یا
آنکھ کی　اندر
جڑے ہیں جوہری نیلم نکھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ پیاہی ایس میں آپ
آپ
دیسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
نظر آتیں اسطرح　بالوں　آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو آدھر پروال ہیں وھن کے
ہونٹ
ترتن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے بل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کا جل
سو تس بھیں نپوچھو کوئی جو ین نوری ہلالاں میں

پون جوں ہیچ کھا ونڈا لے صبحی ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج ووں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اسطرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
سے ظاہر
۱۵۰۰ کچھ
جواہر سمندراں البیں ہر یک تانے خیالاں میں
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مجہ دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
مچھلی نمنے تلملاوں ہوتا جو لد ند دور توں
مچھلی کی طرح

تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر
بھی
ہشت جنت میں تمہی کس جنت کی چنچل حور توں
ہے

سب بہاریاں کے تین تجھ پردہ تھا جہ نین پر   تیری دستی تھے اڑیا پڑیا عجب دستور توں

آنکھ سے   تیری   نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی   سچلی دستی ہے سُندر جیوں طُور پر کا نور توں

تیری آنکھ سے   سچی نظر آتی

سب فقیہاں ہل الف نا پڑک کہتے ہے پڑو   میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

(د) پڑھ کر (ب) پڑھو

پند گویاں تجھ ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں   میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں

سے   اور   کامل

کوئی بوجے رمز تجھ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیالا بھرک ہے فغفور توں

کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کوشکی جب تجھ تمیں چڑاے کماں   سوار رخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں

سے تم چڑھائے   مثل

تماری نازکی جب اوس جیو کے باغ پڑی   چووے وو اوس تجھ ہر دم شراب لعل رواں

تمہاری   دل   (میں)   ٹپکے   اُس   سے

وو باس اپنی پری ہل سوں چھپید تا دم دم   ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں

وہ   اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی   یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں

خوشبو   تمہاری   ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے سب عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوک تشبیہ
کہاں تو جھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھے دو تھباں

نمازو روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے ہیر
دکھاتے شیوے عجائب منج ان زباں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب لکھ او پر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند نمن ستمکرت علم ہے
تو توڑے جیر وہ کاری دکھاوے اسکے کتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پڑے ہیں منج چوندھر تھے اسکے متو خطاں

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہردم
دما مے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج وسے تج دسے سم ناآویں گے جاناں سوں

کر سونا رسو میں راستی کی بات کھیا ۔ ۔ ۱۵۰
نہنہ ترازو نمنے جو کھ کر کھیا ہوں تمناں سوں

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پیئیے بہو دن تھے / کون اَو دِن اچھیگا پیالہ پیویں ہم ناسوں

ہونٹ سے چاہتا بہت سے — ہوگا — ہمارے ساتھ

تخم پیت کا ازل تھی پیڑ ہیں دل بیں مرے / تو تمن بات کوں جاوب کروں پلکا سوں

محبت سے بوئے — تمہاری

عشق کے باغ میں کل پا و محبت کا ہلیا / کروں اسپند لے ڈھتا ہوں اُس پاتا سوں

ہوا

آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے / تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناما سوں

ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کہنے ہور لکھنے میں / ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہم ناسوں

کہنے اور — ہمارے ساتھ

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں فتنہ ہو کہ ہمیں / کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نینا سوں

اور — تمہارے — کیوں — اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبوری تھے معانی تیرا
برہا تند ہوا لطف کرو نازا سوں

سے — فراق سخت

۲۱۶

جدھر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مرے نین / کر دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے چمن

نظر آئے — تو مجھے میں — تمہارا خوشبو

پیالہ سرتھے پیونگا رقیب کے ہت تھی / کہ مستی سرں کوں چڑہا کر پھرانوں کہے انگن

کیے — پھر سے — ہاتھ سے — اُن

ننھدی کیے رشک تیرے تھے جھڑ ہیں باغ کے ۱۰۹ — تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیا اپنے وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات ناں اٹھے — پرت میں ڈال موا قد عصائی چننے رتن

خبر مو بھاگ کا بھیجو نبیں کے حاجب لوں — تماری یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و ختن

او بت کا ناز سے کچ بربک کے نمناں تل — نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چو من

کرے سوال معانی تمن تھی سال بسال
کہ سوال دیویں تو کیا کم ہو یگا حسن ٹپن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں — خوش مکھاں جا کر تو تج پھل ار صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب بن جو سارا ان مست — یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ — چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے منساں کہ جو ایچے جگت آئے بھر — سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کیتے ہیں

دوست اُلکھو وضع مے پیناں کا کب دشمن نزیک ۱۶۰۰ — ان زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر با قوتاں کا توں جا مے نہال گل کلال — اس کے ناؤں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوا نکھ اس لطف ازل را کیا امید — واں کہ حاضر تھا ہوں میں جو وقت جنت کیتے ہیں

رکھا

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو

ڈھانکا

کیمیائی آن سو کران سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں — پیت کے لاکا پڑ پن دل جیو کنوں ناوار سوں

وار سکوں

مستی سوں تم گالی دیئے ہیں بھی تو کچھ کہتی ولے — یک حرف کہتی مست ہے سیں کر چپ ہے دشوار سوں

پوچھ

آ گھر میرے میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی — لوچن میں روشن توں دسی پتلیاں جیو میں بیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں

میرے دل — تری

مج اس ازل تھے لکھ ہے نادا سکیاں کیا پوچھتے
(سے)
میری زباں عاجز ہے تم سنگ بولنے تکرار سوں

پنکھی ہزاراں جگ منے بن جو اڑتے ہیں ولے
(پرند) (میں)
تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چوسار سوں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
(سب دنیا میں)

۱۶۱۰

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
(تیرے) (سے)

(۲۱۹)

جیداں تھی عشق بن بوجھتے نداں دیکھے تج اپنے میں
سگل سد بدگنواں پوجے رہے تج ناوں جپنے میں
(تیرا نام)

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں بیری عجائب شو
بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب شو

غباری کا خطاں پڑ ہنے سو چشمک سوں ارنکھی
قلم بال سوں ہنت صنع رقم کیری عجائب سو

معلم سو سدن آئے دکھا حرف نوا خط سوں
جگا جگ میں ہوا بحث عنبر پھیری عجائب سو

ہنسی کیں اپجنے کا معما ہو بو جو شیخ — کہ ہر کیں تجھے لکھ وضع ترا ایری عجائب سو
سے
سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے — اُو تو لاں لب سو کھیلے پھول سرنگ تیری عجائب سو
چڑہیا تیزی پکار اٹھیا سو چوندھر جیو برق — یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیں بلا کھوپ بندی کو پ معافی پہ
سب بال
بجن کو پ دلا کو پ جبر دیری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو — کہیے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو
سے — تم
کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں — کہیے کہ قول جوت سوں لکھ کر رواں کرو
کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے — ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
ہونٹ تمہارے
کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو — کہیا کہ دونو بات میں ایک امتحاں کرو
کا پوجنا چھوڑو
کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن — کہیے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
تم کو

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا ۔۔۔ کہئے کہ عاشقی مِنے گونگی زباں کرو
(میں)

کہیا کہ مدگلالی چلاد یوے جیوکوں ۔۔۔ کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازو مجھ ۔۔۔ کہئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو
(سے) (راہ میں)

کہیا تماری سیو امعانی کا دولت ہے
کہئے کہ تم بھی سیو ابرابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو ۔۔۔ زمین اسماں منن فرق اہے خوب دکھو
(اور) (کے مانند)

سبحۂ دین دکھو ہور جین جنیم کفر دکھو ۔۔۔ خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
(اور)

قصہ یوسفؑ دکھو ہیر جمی یاراں دکھو ۔۔۔ پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوبؑ دکھو

دوری دیکھو سو تماری و ہمن صبر دکھو ۔۔۔ خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوبؑ دکھو
(تمہاری) (ہمارا)

درد میرا دکھو درمان سو اس کرد دکھو ۔۔۔ اس غروری دکھو ہور منج مژہ جاروب دکھو
(اسکی) (اور میری)

آبِ زمزم دکھو ہور اس ٹھڈی کا نیر دکھو — صافی چشمہ دکھو نائب منسوب دکھو
سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو — عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو
نازکا ناز دکھو ہور انچل اُس سیں دکھو — سوکے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو
نیہہ کا ڈری دکھو ہور مو دل مجنون دکھو
کوہکن دیکھو معانی دل مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آ ہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بو — کچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تھے وار دو
منج کرے مجنون دیوانہ پیا اپ نیہہ سوں — بھی کیئے زنجیر زلفاں سینی زلکوں بند او
دو دو کے نغمواد ہیں مو نین تیلیاں چلبلیاں — تو لبد کیتی ہیں تیرے بیٹھے چومیاں سبتی خو
مستی ہی تج ناوں کی ہے سر سو ہیں اوپر سدا ۱۶۴۰ — تاج وافسر میں کیا اس مستی کوں کیا کینگے کو
طوفِ طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا — خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیو دن عود بو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار　　میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماناں ناندے دو

باز جینگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے چنگل میں معانی ہے بچارا مورو مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو　　ہمیں جانے و مذہب ارقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جلتا　　بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابروں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سور کے اوپر　　او ابراں تھی چووے مہ بند اس تھے دل کیا ہے خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل　　کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہر کوئی کینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہے اے پری منجا　　عجب کیا ہے چھپا کرو یو مئے منجکوں پیالی دو

موں یک بات و دل میں بات یک میری نہیں عادت　　نہیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑ تا ہے پیدم تھے تو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا　　اگر ہو رعو و عنبر سونگھ کرنا غاں کوں کروں خوشبو ۱۴۵۰

پھر سے　　اور

کروں تعریف میں کس دھات سوں میویاں کے رنگا رنگ کا
یو ن جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگیں ہو

بہشتی میوے ارزانی ہوئے ہیں اب معانی کوں
رقیباں اپے برائی دیکھ کر جاتے ہیں جگ تھے ہو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ بینی روشن کا نوش تج مکھ پہ ہوا چہرہ
باندھے ہیں خماری کا اس نین اپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سواد دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سخ منج جیو میں آوردہ

دانے او پر آنچل کا دو جھل کرے ہے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چرنے وو دام ہے گسترده

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہوا پھننے
دے خمس وو دانہ کا مو نیر خضر خوردہ

تج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے

باجوت نین منج پر تادبسوں کرو پردہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ

سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باد آیا چلکر کھانس پر ہے نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندے رقیباں بتو جھیں بے باآہ ہے آہ

نمازاں کروں را اندن ملنے کیا ہیں ہوا منجکوں روزی ذوالحمدللہ

اندہارے کے باول منجے بیڑی چو پہر خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نہ رہ توں کروں آہ آہاں تون نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر بامنج او پرسونگا کہ جیون ناہ

کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفراللہ

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں (یں)

نہیں سُد بُدا سکوں تو کر سب تجے آگاہ (سے)

(۲۲۷)

نیناں کے بندیں الجیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ — نا بوجھ سک کہ کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھڑگ دھارا وپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷۰ — چل نا سک اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈٹا ہوں — ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

(اس)

لکھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر (نظر آتے) — اپ کام میں میں پھرتے نہیں کس تجے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم — چرے بندے ہیں تیرے ہمکوں لکھا اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صنعت کے یا رب — منشی تو جھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں — احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ

(سوجھے اور)

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟) — یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو ویسے سب جمیا

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب — نک نوش او روبیسو ترکیب ہوویگا شاہ
بہت

میں طفل ہو تمہارے کتب تھے علم پوچھیا — تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
سے

یہے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمدؐ اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے پینہ میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چوندھر تھے تج عشق کا بو — گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ
وہ

نھنے پن تھے راکھیا ہوں تج در پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
بچپن سے — سے

معافی گنہگار ہے بخش یارب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہے آگاہ
باندیا

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
اپنا — سچا — یہ
ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نبو جے کن کجل انکھ راکھے دانہ
سے
تن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیں — نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ
سے
چڑیا رموٹاں کی مسی کا اثر منج — اسے مستی نہیں ہے کس خمار خانہ ۱۶۹
چڑھا — مجھ پر — یہ — نہیں
دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ — ہوا ہوں اس تھی میں سر تھی دِوانہ
سے — پھر سے
سُنا روپے کی چوری میں بجانوں — چُراتا ہوں او یا قوتِ خزانہ
سونا روپیہ — وہ
ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — نین تیز آب سوں کرتے نشانہ
کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہی اس کارخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیٹری

معانی تو دِسے شاہِ یگانہ

اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعا یاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ
ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ

مے ہے مجلس منے کن لاف صبوری مارے
اسے عاقل نہ گنو تم وو اہے سب میں تباہ

نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تی
جل نکلتا ہی دھنواں تج تھے سحرگاہ پگاہ

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باد
کیمیا دِشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ

پگ ہیں نازک ترے ہور نازکا رفتار اہے ... سرو یک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ

مستی سوں جب ... بگڑی بھنواں اور پر کج
میں دعا کرتا ہوں یارب کر رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نیٹ اب تو معانی دنبال

صبر گز ریگا تو ہشیار ہیں مارینگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی | سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اُوتالی
تیری محبت | ہو کر کھیلنے جلد باز بشتاق

مدن بان سانڈہے پاکاں تھے چھند سوں | کہ جیواں ہرن پر سرک زلف کھالی
تیر مارے سے عشوہ سے | دلوں کے

پیا بن برہ دُکھ ستاوے سدا منجھ | پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
کے بغیر فراق ستاوے مجھکو | ناز نیں مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تیں پیاسے | دکھا کر پیا کوں مُگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے، ہم | دکھا مجھے

مرے دل ہیں نس دن تھی پیند بستا | کہ شہ کے چرن تھے نہووں نرالی
رات سے | قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر | سجن کے خیالاں ہے سب لا وبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
شروع سے
جوبن ناد ناریخ چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھے یک تل سہیلی ۱۰۱۰ پیا کی رنگ سوں ہیں ہوں بکیلی
لمحہ سے سے
سدا پیو جوت سوں مَیں جگمگاتی پیا نیہہ کی چھب سوں مونہی ہو چھبیلی
البیلی
پیا کی جھلک سے کی محبت سے
سکیاں پیاریاں منے میں پیو کی پیاری ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں پیا کے عشق سے پھول
سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا پیلیٹی رو کہ کوں جوں کونلی بیلی
کہ سرو جیسے قد سے میرا درخت کو جیسے
پیا مطلق منجے دل تھے بسارے پیا بن کیوں جیوں کہہ ری سہیلی
مجھے سے بھلا دے کے بغیر زندہ رہوں
سینے تھے منج پیاری نیں اتاری کیئے رنگ رس سینتی منج تن نویلی
سینہ سے مجھ نہیں سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ ہور سیتے
سے
نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری تو جاگا کرے من تیں چھند سوں پیاری
جگہ عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گن میں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں او تاری
وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دوایم — گھلی ان نین میں برہ کی خماری
دل مائل ہوے تیری طرف — انکھیوں فراق

مدن بان ساندے ہی چھینداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اس تھے شکاری ۱۷۰
عشق کے تیر مارے عشوں سے

نین سوں نین لا کھ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من ایس اس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملاکر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر — سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان میں من بساری
قدم سر — جسم اپنا سے
دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا ابا رجانی — بن اس نہہ کوں جیو کر من نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھ کو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں — محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلیٰ نہ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن تے بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کبیں نہیں او سیانی
محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں — کہ اس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
سمج سے نا ہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں ہیں اے پچانی
نبیؐ صدقے قطبا کوں بن ساں مکھ بن
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی

(۲۳۵)

چھبیلی ہے مورت ہمارے سجن کی — کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
نہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت — سراؤں کتے زیب اپنے موہن کی
چندا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ تیلی گگن کی
ترا حسن پھل بن تھے نازک دیسے تو — نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی
نین تیرے دو پھول نرگس تھے زیبا — نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے
رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی
بخت اس کے جن اس چندر کوں منائی

او خوش تج چندنی کوں لا دوں گلے
کہ منجکوں مرے روٹھے پیو سوں ملائی

آنگن کانچ پر موتی چونی بچھاؤں
کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی

چندن ہور عنبر کدم کر لگاؤں
کہ موہن کوں خوش باس تیں من بجھائی

گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے
پیاری مو مندر کوں چھندا سوں آئی

بچھاؤں صدر تج ہیرے کا جوں
سہیے میرے لالن کوں اے اجب کیا جائی

نبی صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر منے منج دلکوں تل تل ہلائی

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے　　که جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے　　پہناتے

موہن چھند بھرے کوں منا لیا وہم گھر　　کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن رجھاوے
ہمارے　　میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں　　تو رنگ رنگ سوں او کر بھریا مج بھلاوے
پیا کے ساتھ　محبت　بچپن　سے　　سے　وہ　مجھے

سجن بول تھے پھول بھڑتے ہیں جیو کے　　عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے　دل　　سے　مجھے

جکوئی اس دو نرگس کے سرمست ہیں　　او نوکوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی　　ان　کو　آنکھ کے　کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے　۱۰۵　کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو　چاند　تجھ سے　　اپنے　سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گاوے
کے　عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناری ہو چھند سوں اپ نواری　　تو سائیں کے سو من میں ہوی سے وو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو　　اسلئے　وہ

سہنتا ہے رنگ بن اُس یا نین یا نہ اِس | پھل یک ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکا ری

پھول جیسے قدم

یا قوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں | یا نس میں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری

ہونٹ پھول | رات مثل کسطرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے | مد رنگ میں پلاوے جس نا اچھے خماری

نہ سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دو پھول ہیں ہلالی | بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری

سے بہت

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں بچ بنا کر | نا پیوے اپ پیا کر پی ہے مست تاری

پیا سے مست ہے

صدقے نبی قطب شہ تج سوں ملی ہے بالی

تجھ سے یہ

جس حسن کا ہے جگ میں چو کھنڈ شور بھاری

چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے | تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے ہاتھ دے کھیلے نار یا سوں کھیل ۱۷۰ | جوں کھیلے پیو او سر افراز ہے

میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیا تھ | جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سُہتے مانک نمن | کہ یا قوت رنگ ان تھے ور باز ہے

ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح | سے

سکیاں سائیں چھند سوں نپوا آو اپ — تمن حسن کتے تیں سو او ناز ہے
(تمہارے)

سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
(اپنے چہرہ سے)

سنوا نر یا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینو سوں ترکتاز ہے
(سنوارا) (اپنے لئے) (ان سے)

نبیؐ صدقے قطبا پہ آنند دار
(عیش کا دروازہ)

علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
(محبت سے)

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سُہے نقش چھند بند چالے
(پھندے) (زیب دے)

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے — سکیاں من تو ہیں اوسی تھی او تالے
(سے) (پڑا) (سکھیوں کے دل) (اسی لئے)

لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سو — او چھپ دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے
(سے) (جیسا ہلکر) (وہ) (خود کو)

پیرم رنگ ریلے کوں گر سو ریجھا کر — لگاووں گی چھاتی پلا دونگی پیالے
(محبت کے) (سے) (کو)

چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں — ۱۰۰۰ — پریت بین سوں سائیں کا من بھلالے
(حسن کی دیوانی آنکھ کو) (سے) (دل)

سہیں دو ادھر رنگ بھر اچھی پیو کے ‏ دسیں دو تو او گال جوں پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ ‏ نظر آئیں ‏ وہ

نبی صدقے قطبا کہ اس پاس سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے
محبت کی شراب ‏ کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے ‏ او دو زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ ‏ وہ ‏ آرام
سجن یوں مٹھائی سوں بولے بچن ‏ کہ اس خوش بچن میں لذت قند ہے
سے
موہن کے او دو گال تشبیہہ میں ‏ سورج ایک دوجا سو جوں چند ہے
وہ ‏ دوسرا ‏ چاند
نول مکھ سہے حسن کا پھول بن ‏ نین مرگ ہور زلف اس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا
او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا ‏ تو او باس ناریاں کا دلبند ہے
اُسکی ‏ سے زندگی کی خوشبو ‏ وہ خوشبو
پیا کوں بلا لیائے ہوا پ مندر ‏ دو تن من میں اس تھے ہمن دند ہے
اپنے مکان میں ‏ رقیب کے دل ‏ میں اسوجہ سے ہماری مخالفت
نبی صدقے قطبا کوں اپس سیج لیدی
اپنے
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رَین جاگی ساری ۱۰٫۸۰ پلک پر پلک شوق سینی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش پیارے کوں یوں جینا سُن ہیری پیاری
کے بغیر گنوے نہ مجھے لمحہ یاد کرنا

او مکھ سم چندا نیں ہے جھلکار چھب میں او نیناں کے انگے چھپے نرج تاری
اس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہو ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب کہ ہرگز کدیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیرا ہا وا جس کوں لگیا ہے جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
محبت ہوا کو لگا دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ
او شہ کے چرن سیتے ناں ہوسوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہوسکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — ترے لعل بن اُسکوں کوئی نا اُتارے
تیری پڑھے — ہونٹ کے بغیر

دولو چین ہیں تیرے لنگ چور راؤ — اونو سوں ولیری نکر سب ہی ہارے
ان سے — نہ کرے

سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۱۷۹۰ — کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور — تیرے

سکیاں میں ہے توں مرگ نینی چھبیلی — سجن تو نہیں ہوتی تج تھی کنارے
آہو چشم — تجھ سے جدا

عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن نمن ایک تل کہیں نتھارے
شوخی آنکھ — کی طرح لمحہ نہ ٹھہرے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مدھ پیو جم جم
کے ساتھ
دو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرہ سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نینن ہیں دو پیاری کے جیسے مولے — بھنواں کی ترازو سوں بھوچھند تولے
سے بہت عشوہ

کُندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سہتی ہے امرت بچن اُس اَمولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے — سگھڑ سُندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیتے تب — سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے

دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے — ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے — نین کوئی کیاں چلبلاتے سنبولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے — کھولے دل کواڑاں پیو بات بولے

چہرہ کی سے — دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دِشٹی پرم تھے

نظر محبت سے

سکی مکھ تے جوتی ابیں نور سولے — ۱۸۰۰

سے چمکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری لُو لائے پیارے — کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے

ہم سے استطاع — لحہ سے ملکر بھول گئی

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسوہی — کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے

سے — اپنی جھلکوں سے

کون پرل چنداں پیو رنگ مہکے — کہ اُس باسوں ہوئے سرمست سارے

خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے — کہ تج نیناں تھے ٹُٹتے لعل تارے

تجھے — تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیا یوں — کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے

خوش رنگ تیرے — ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے ایس اوجالا ... اوجھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے
چہرہ سے چمکے ... اُن ... چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں سوں ملکر
سے
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نٹھارے
اسی وجہ سے ذرا نہ ہٹے

(۲۴۶)

دو تن ہمن سیتے برائی دیکھاتی ... جلیح دھرتی اپ من میں بھاباتی
رقیب ہم سے ... جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات نا ہو سنے تانبے کے کام ... کُنڈ کوں سُنے نادکا ہے بناتی
پتھر کے ہاتھ سے سکے ... سونے کی طرح کیوں

بُرے کوں سکسے سو کوئی خوب کرنے ... ۱۰۸۱ ... کھتیل اپنا زرگر کوں کا ہے کھاتی
ترسکے ... کتنقل کیوں

دیکھانا فلک نکتے تیں جو بُرے ہیں ... پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی ... بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
رقیب ... سے

جو کوئی دھنیاں ہور گیاں میں دل رکھے ہیں ... خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سُہاتی
اور

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے
رقیب
سدا نیلا پیلا کہ او ہے کُھاتی
وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کسیا تے
مجھے کیوں کسنے
بنی کم سنائی ہے تِس آزماتے

محبت منے بن ہون جوں پاک سُنا
میں سونا
کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سُہاتے
مجھ سے

برہ موس بن دوتی کوں پاک گالو
فراق رقیب کو
کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
ستاتے

دو دکھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری
سے
کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
نہیں

جہاں لگ ہی من موہنیاں کی سنگار
پیا لکھ کہن جوت تھے رنگ پاتے
سے

بُرے سُنتے کے نمنے دوتی کوں جالو
سونے مانند غیر کو جلاؤ
۱۸۲۰
برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
فراق کی

نبیؐ صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے
تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے پاس بٹھلائے مجھے

تو ہوا عالم ہیں پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل
علم سارے میں عَلم ہو کر کنے جگ تب منجے
اگرچہ عشق سے عالم کہتے مجھے

پڑ کیتیاں کے تعشقی عشق یک بحث سوں
تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند و لب منجے
پڑھ کر کتاباں تعشق عشق سے لاکھ مسائل وہ مجھے

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیو ڑا کہیا
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا ہے منجے
عشق شہر چڑھ کر کے بھی نظر آتا ہے مجھے

عشق پیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لا
دھن سوں ملنے تیں سکھا یا روز و شب یا رب منجے
معشوق سے کے لئے مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(دیکھیے ۹)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا تارے گگن یا بھو ترے مکھ لے موگری
رات کو آسمان پر
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری
سے

سروَن ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جو ہریاں کہے
وہ کا پھول
۱۸۳۰ یا چاند نو و کان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کری
چاند نیا

بھنواں ہے او یا دو نوآں یا مد ہے دام کے
وو

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لئیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیرہ یاں کا کھن لب لعل کی ند ہن ذقن
عورت ہیروں کی کان

شتے سینے پر پچ رتن نیں ایسی کیں کس یوکری
سونے جیسے سفید سرپستان کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے ہیلیاں سول
ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں کھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن با تان قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کرتا رات دن ایسی کی سوں بھوگری

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے باوے بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں اور کچھ

تیری دوری سوا کیا کام کرتی و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امیدواری وصل کی ہے جتا دوری سجن کی باوے لاوے
مجھے جتنا فراق

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج جو ین پھول بن ساجنا کملاوے
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت دکھیں ہلاوا ۱۸۱ ۴۰. ہمن آس پروی پیا مندر آوے
کبھی ہماری امید

اے ساتو ستارے انداں سوں ناچیں ہمن بزم میں آکے زہرہ سو گاوے
یہ ساتوں خوشی سے ہماری

نبی صدقے قطبا میں نگے یو خماری
یہ
کہ تن من محبت کی مدوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا میں پچھانی کہو کن سو مانی رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی
پہچانی کس سے معنی تمہارا چہرہ

گلالی نین راتی ماتی ہیں بھاری — تمن مکھ تھے ہیں بھید نس کا پچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں او پر توں سہاو — کہ چندر پہ سنبل سہاتا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پڑ اسطرح زیب دیں — چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاو و سکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھریں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ابانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کنے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کنے ہیں سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سچنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھرائے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

۱۰۵۰ جیسا دیوانہ گا پنڈا ہے تیری کھتنیائی — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دھٹائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دو تو میانے رٹھائی
رہنا

نیں بوجھتی تھی دو تنی کچ پیم کے کاماں — پیتم کا لذت دو تی کوں ہیں آپی چکائی
(نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت — محبت رقیب خود ہی)

تاج تو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا — سائیں کوں بلانے سہیلی ہیں سو پٹھائی

اول تھے نو جی ہیں بیسا پھر پچھتا کر — میں پیو اپن ہاتاں تھی گربوں سوں گنوائی
(سے — سے)

صدقے نبی کے قطب پیاری کیئے سن رات
(پیا کو اپنے — رات)

پیاری بہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی
(بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود)

(۲۵۲)

جگ موہنی وو اتم سوناری — شہ پیم سنتی جھگڑتی ہے بھاری
(وہ عورت — کی محبت سے)

امرت بچنی میٹھی زباں سوں — چھند بند بھرن سو آپ سنواری
(خود کو)

وو چھند بند بھری ہے پیار رجھاتی — کی سوجتی اس سوں تو اں گنواری

۱۸۶۰
(وہ)

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے — ہے پیم کی پنت میں وو پیاری
(عشق راہ وہ)

ہے مرگ نین کیسند گونی — نیناں سوں کرے کماں نداری
(غزال چشم — آنکھوں سے)

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی پیاری، پیا میں ہے سو ناری
رقیب اور

صدقے نبی ہے قطب کے مانی

سکیاں میں توں ہوشہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے

بہت روپ نت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نو۔ جو توں سوں
کی چمک سے

دیکھت سورج میں لنکوں کلی چند مکھ دکھ جھائی
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کو
اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کیرچال سرائی
بھلا دی کی

بہو گنو نت ناریاں میں اہے گنو نت ناری توں
بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطبؔ پیارے کوں چھاتی لگیا چھا محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تل مانہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو منج دھر اول تج مندر آتیاں کی
ہے مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آر نجانی جا بوسیاں سوں پھیر منج پوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اُدھراں کوں دسن سوں وستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی ۱۸۷۰
عشق کیوں

نچھل جو ے بند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو تیائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرا دے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے
جو عاشق کچ کہے سن کچ اَپ بچن اس کی پھراتیاں کی
کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں نہ پلٹ دیتی ہیں
جو اعراضی ہو، عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں
دیئے تو آس کا وصل اُس، اگر نیں تو بلاتیاں کی
نہیں
نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یا ری
اگر ایسی نہ دیتا تو اونوں یک پڑمناتیاں کی
وہ تیرے پاؤں پڑ کر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو مند آنے کی
پیا کے منگائیں
نجانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی
خواب چالیں کیوں
جو دن دل میں جتا تھا منج وتا اُس رین کہتی ہیں
جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی
مگر پیاری ٹھکانے تیں سبے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آنی کر
کرتا مجھے
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شبوبے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۸۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بندسوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سہج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں سکتی ہو ہاں
سہج سے جواب کچھ نہیں
کہے اتیا کی یو سچ یا پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبی صدقے سکی قطبا کوں ..... کنائی سوں
کیسی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سہانے کی

(۲۵۰)

نین تج کھنبیر و تو منتر بھسر کے ستانی کی
آنکھ تیری کیوں
وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ست کھابا آتی کی
خط سرمہ انکے ذریعہ ڈالتی کیوں

نکھنڈ نس گنٹھ جوڑی کون جو کھوں یک سو زتارے توں
رات
خزینے جیو دلا مخزن ہیئے گھر تے چراتی کی
دل کے سے کیوں

نین عاشق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں
آنکھیں
جو پتلیاں نیں چرانتیاں تو نین پر ناگ جاتی کی
نہیں آنکھ کیوں

ادک ہا کاں کھکائی ہور زلف سنگ لے بجاوے تل
اور
بجنتر پگ پینجن گھنگرو کتیاں کشتاں پھر آتی کی
قدم

نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کنوالال
دے بنتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتاد صٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
آتنا تک
جواَن بے کنت لینے کوں نہیں تج عارآتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
کرتا تیری شراب
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سُورج مکھ پھول پر پُھلئے ہیں عنبر پھول کنتل کے
نپائے یو عجب پھولاں سو شکیں کیس اچپل کے ۱۸۹۰
بال
گھنگروالیاں جھب لکاں جھب نین پر فننے کرتیاں لکہ
سو جو نکلے مست ہرنیاں گل زنجیر یا پائے ہیں...... کے

چکوراں ہور راوین ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت
خوشرنگ اور
چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی.... ندوانی چنچل کے
سے

جو نرمل موتیاں چوٹی سوں جوبن دیکھ پوچھیا ہیں
پوچھا
سو کیہ چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک حسن پین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہوا حیراں
یعنی
مگر لیا ہے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو ما دلی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نچا نے دے رکھے لہراں سوں کندن زیر زل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آیچن کن میں
کان
کہو نگی ایک گرہ سے دو دے ہے او جھل انچل کے
آڑ میں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سوں تل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دِسے جوں شاہ یساں کیے
نظر آئے شکل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ سِنیں کوں ناداں سو دسندراں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے
ملک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے ئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہِندی زمرنگ سو رنگی سو
ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوش رنگی سے
۱۹۰۰
ہریک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بھوٹی ہے
ناخن

گلالی نا قتا بند پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے
نہ سن ہیری دوتن تھے کچ کہ دوتن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل نادان ہو دانا نہ کر نادان کے چالے
توں سن قطبا سو ملنیں نِس بھولاں سوں تختا وٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کب کب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
کہیں بجلی سجل موجاں کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر، نین پیالے ہو دوڑے سو
سوجل سم رنگ سراباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

چھٹ آچھپ سوں گھنگھروالیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں
سوجوں دیں نیر کوں لہراں کنور نر روپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں میں سامی سو
اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خسالاں کے

جو موتی ڈھال نس دن کے نچاوے پھول گالاں پر
تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند جو پھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھول آسمان کا زیور
جو چاند آسمانی رنگ چڑیاں سو گندن برن والاں کے

اپنیا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان ۱۹۱۰
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے
اور

سو نوں مکھ سو ر راجے پر رو مالاں زلف مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھو چھندا اس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل او پر بھونر بیٹھیں اہیں بادو
سر پستاں
بہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے
اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اپنے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
سے
لگے کرنے صنعت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کیئے — سو لباں میں تجے لب پہ عیار کیئے
(لباں سنتے)

نقش ادھر پے دسن سوں کر چھندوں — چوم توم گال اُپر نگار کیئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیغا — بوسہ اتنے لے اگر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کیئے
ناخن سے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں پلے — لے کہے کچ دیکھت انار کیئے
لکیر

خوش ہو بنوا کہ نور تیاں سوں — سر تھے پگ لگ سے سنگار کیئے
پھنواکر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — ۱۹۲۰ کئے بو چھند سور کے تسار کیئے
حمائلاں لاکر

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر
رات دن اُس گلے کا ہار کیئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہندو لے چت میں لالن کوں پگانے

بچن امرت کرنگ نینی سو و دام
پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سوناری پدمنی ات چنچلی ہے
سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے
چہرہ
سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
جنت کی پری اسکی

پنکھی دیکھت سو مکھ پر واہوے
پرند
مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
غزال چشم

سکی سندر نہیں اس سم جگت میں
اسکے مقابل
چمک چمکاوتے جگ من بھلانے
عالم کا دل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سونا شاد کرتا ہے
پیکر میرے ساتھ
او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
وہ

رکھیا و ہاں امید کہ جانیا ہوں ازما لے
رکھا یہ
لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتا ہے
ہات میں مجھے

عاشق تو جیو تنے یک تل اس کے دوا او دو ہیں
جی سے قدم تلے نیچے ؟
۱۹۰۳ گلگشت سو بتاں پر یزاد کرتا ہے

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مد
میں اور شراب
کب کان میں نصیحت اُستاد کرتا ہے

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا
میرے دل پھر
او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
وہ

آگ فراق زور کری جیلی نمن آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھن نکہہ نوں قطب عاشق ہوں میں تگر

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے — تو رو نوں تو اس پاس انگاؤں جو نا اچھے

ہیرے ترے میا نے بھوی کی کا غذاں — دل دردمیرا تاب پراون جو نا اچھے

جس جاگہ پرا کر دیکھیں دل ما ہ پرستاں — یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وو دل پا کہ رکھیا آچھے تو اچھے — نرل بہو ہے دشت دیکھیا ون جو نا اچھے

لیلیٰ مجنوں کے سو گنا ہاں کی کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناؤن جو نا اچھے

یک جھلک جھٹک نا جو غم عشق نپایا — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنکر او یار آدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپاوے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے
پھول کے بغیر نہ نظر آئے
بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش ندیسے

نا جیے دِنا سُراب سو حالت
بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے

مو یار سکر ببنب و چنپا انگ
میرا شکر لب (؟) جسم
بن چمن یار خوش ندیسے

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی
رقیب کبھی محبت
دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
گنا نہیں

سکی نہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں
عشق پھول
کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
خوشی

پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں
اس طرح آنکھ
کہ اب تیلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
کہ خود اپنی تپلیوں کو بھی رشک سے نہیں

اموالک لعل رنگیں دو ادھر ہیں
بے بہا ہونٹ
کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
زندگی شراب سے

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میا سوں
گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰
یوں نمنے تمن نہہ پنتھ میں دھائی
ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے — تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
محبت کی — لئے — تم سے — آنکھوں — چراغ — تمہاری راہ میں

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سندر رجھائی

(۲۶۷)

جکچ سنگار سوں تج کوں سہاوے — عشق شبریں سوں تیرا دل لگاوے
جو کچھ — تجھے — زیب دے

جو چولی نازکی توں چینت پہنی — عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے
چھینٹ ؛ پہنی — نہیں — تیرے

چندر تج مکھ اگے کاں دسے گا — سورج بی تیری جوت اگے نہ آوے
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا — بھی — روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں — کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلانے ہیں مدن پیالے میا سوں — سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے
محبت سے — پیا کے دل کو

منتر او پر منتر کرتی ہے دو تن — سجن کے تیں اپس گن سوں رجھاوے
رقیب — اپنے

نبیؐ صدقے قطب شہ جن مدد تھے
جنکی — سے
جکچ مانگے سوا اوپ من میں پاوے
جو کچھ — وہ اپنے دل

(۲۶۸)

تزے درسن کی ہیں ہوں سائیں ماتی — مجے لاوو پیا چھاتی سوں چپاتی ۱۹۶۰
دیدار دیوانی — مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں — کہ تِل تِل دوتی تج ماتی ڈراتی
بات بڑھا کر — ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم — کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو — تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں — کہ توں میرا پیا راجیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں — ساتھی

پیا کے دھیان میں میں مست ہوں مت — منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں — نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی — عرق اپ مکھ تھے پیالا مد ملائی
اپنے — اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھر سا میں کوں اپ بھیج لائی
دیدار — محبت دکھا کر

چندر سورج دپن دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند — کیطرح چمکیں — معشوق — اپنے — سے

جوتا لاں مشتری پکڑے سدسات — انند سوں زہرہ پر مالاں نائی ۱۹۷۰

پرم کی بھید بن میں کو کی کویلی — سوناواں سوں پنکھیر و ننت بجائی

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہنتی — کچا چکوا او چکوی کوں نچائی
محبت — زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت
کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جیکچ او مرے من کوں بھاوے
جو کچھ وہ

کہے اے دل سدا منج سو پرم کہانی — کہ تج وصل کا نید منج نین آوے
مجھ سے محبت کی — تیرے — نیند مری آنکھ میں

عشق کیا کلیا جن نہ رہوا نیہہ بن میں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے
کی — مجتنا — عشق کے — مجھ — اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
(میرے دل — بغیر پیا کے اور کوئی نہ)

بہوت چھند سوں لاؤں لال سوں اپ من — کہ او چھند بھر باچک ہو سوں نہہ لاوے
(اپنے — وہ — ذرا مجھ سے محبت)

موہن سات کھن کھن کرن نہہ او کا — کہ او نہہ تل تل انند سوں بجھاوے
(اپنے دل میں — اس کا عشق)

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں
(اس)

اپس کنٹھ لا کر پیا سوں منا وے ۱۹۸۰
(اپنے گلے لگا محبت سے)

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلاں کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری تہیں جس لکھ گلالی اہے
(بالوں — خوشبو)

ڈلتی مون ڈالی نمن آلی سجن نہہ باد تھے — او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل نکھر بالی اہے
(کی طرح — سے — فریفتہ ہوگیا)

بھری صراحی عشق کی کینتے او دھر اپ نقل سوں — ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
(وہ — ہونٹ اپنے)

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رےجالی اہے
(زیب دیتے — کے پھول)

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرو
(پھانسنے کے لئے)

کیوں نا کرے نہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
(عشق کے — تیرے — سے)

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی — عشق او تالی سوں پیا میں جوڑی
ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد — چیت سجن کے عشق لائی شہ بڑی
پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں — من مٹے ... باج ... تمہ ... گھڑی
ساقی پیج مانو یقیں یکچت سوں — میں ہوئی ... دیوانی ... تج ...

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۵۵۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری

(۲۷۳)

میں اپ تن او پر چولا نیہہ کا چڑائی — بہوت انگ انگ کس تاں کوں سجائی
بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں — کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نہ پائی
برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں — کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی

پرا و پیا تھے چرٹ زرنگاری سبھی شہ پریاں میں ادک موک پائی

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل اپ دھر
گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی

(۲۷۴)

پیاری پرم نازنینتی سہاتی اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی

چندر نا دٹیلا پیشانی کوں لاکر سونس کیس تھے تارے جھلک دیاتی

گگن تارے اس جوت تھے جھڑ پڑینگے جو یوں لال کسوت مکلل بناتی

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے کہ یا چند نوا سورج آگے دیکھاتی

ترے نین آچھے میں رنگ ہے مدن کا نچے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی ماتی

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج پیا میں ہوں چیری تماری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جلکچ حسن تج ہے سوکن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھے پیاری
جو کچھ تیرا — سی لئے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سُد بُد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش و ہواس بھول گئی

ہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل بچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بہانہ پیو مد دیو اپے لعل ادھر تے — کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے اتواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن گن — کہ نا بوجھے تس دوتی ہور کھو آبانی
رقیب میرا — اسکو — سمجھے
سجن کوں ریجھانا لکھی ہیں اپنے من تیا — اد جیو کوں نظر نا لگے تیوں برائی
... ہو ... ستی ... من میں بٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
قرار — میرے دل — سے
گلے میں سو بیچ ... کوں موتیاں کے ہار — سنجھل ڈہال دھرتی سو آب صاف پانی
دو تن توں پریت میں اپس کی نہواتی — سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت
ہمیشہ
نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری
محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل — تو ساجن پہ رتناں کی طبقاں نواری
اپنا
زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
سے



بلقیس زمانی

عشق پادشاہی کو ہے تج آج — حسن ملک میں نا ہے تج باج
تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج کیرا لاج
تجی اِس زمانے کی بلقیس توں — انچل میں سہاتا ہے تج جوں تاج
تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اُن قول بیڑا دے کرو تم ساج
کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گندے ہوے منتا آج
جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۲۷۰ اُدھر نقل سوں توں دے کر کال ساج
عرضداشت عاشق کوں معشوق پا — عشق ناراں سوں تم بجاوو کماج
ہے سرپانوں لک توں کندن کی بنی — دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ ماج
نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲

حاتم

ناری سبھے تجہ آتا لے چالا — جھلکار سہی
زیب دے تجھے — چال

سنپولی اُپر جوبنگ سٹیا چہام — چھوٹے الکاں میں پھول مالا
لٹوں

رتن تجھے اِدک دمیں ہوٹاں پر — ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
سے زیادہ چمکیں — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلائے چھند سوں پیالا
چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
عورت نے بال — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچپل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہووے علیؑ کے صدقے حاتم

۲۲۸۰ قطبا کے ادھر تجھے مے پیالا
سے

(ع)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں بیت شکایت
نین لیکھے ہیں موسخ تاریخ اس بیت حکایت

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام ان کوں تو اور کرنے بیت عنایت

آساں اُساں سات تھے یو نین ساں سکھے ہیں بیت نج
نین ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت

اس شہر کی سو رتیاں کن نا دیکھیا کوئی ہتا
نا کو تو ال قاضی نا کس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر آتر سہت دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم تک کرو ہدایت

آہاں اُساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز روشنی ڈال تا تا منجکوں ہوئے تراییت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں اپٹر نہ سکتا
نج حسن کے چھجی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

ن ان ۔

بک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا — تج باج گلنا منج کوں مشکل اہے بغابت
تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہی جو تن میلا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپی لوا بیت
سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مومور نمنے موتن ۲۳۹۰ اب نا کریں تو ہم پر ہور کبر یں زعا نت
تمھاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علیؑ روا بیت

(ق - ج)



۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے نور رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
شکر سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہ ہندی چھوری بہو چھند نس پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
اُنوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُتچا ہے ترے مکھ تجھے سے شابی
بیٹھا ہوتا سے جو جوانی
او شابی تجھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں

توسکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج)

۵

پدمنی

—————(۞)—————

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے منیں نر تا بڑ بڑا شاب سوں

وہ بڑ بڑے کا عکس نیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں ۲۴۰۰
میں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں کرا سہاگن پین آئی جلوہ میں
وہ قفل دے منجہ گیاں ن پر سکہ کرے نخستاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رنل میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گندے جیو کوں سو مالن دند ساری ہے

چھپے چند سور اجیالا نہ چھپیئے نور پیو گا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شہ مج سات باری ہے

میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گر پڑاتی توں تپر دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دعا ور دھے دعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گرو گھر میں گرہ کیاں کئے او تر نے دوواں (ب) بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی

عشق کے سو صدر او پر لے کھڑی ہت میں رجب
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں (ہاتھ) کی چورائی

صدر او پر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں (اور) مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں و لے دستی بڑیاں میں سب بڑی او ان
انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ڈولے پر نا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھ اے رشکوں پرت تا تتاں ہتوں سینتی چوائی

۲۰۹۰

یہ

سب سکیاں تا تناں جھلاں سیتی چڑھایاں ہزن ذکو تم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں
اُس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش بڑائی ق

(۲۸۹)

میں متوالا او توں متوالی کھلائی
نین پچھانیاں سیتیں اب نین ہنڈ لا جھلائی

تری لچھن بری پچھن کہہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاتی ہے
نوے غمزے نوے چھندسوں میریاں روروں لکھائی

لگے ناچاک تیوں راکھے ہیں اپنے کان پرطرّا
سپند کے پاتراں کوں تہ تہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناواں کھاتی ہے ہر یک یک آپنے دل میں
چو ہیاں چومنے کی تو میاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال ہیں تیرے مٹھے نابات تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپیوں منج ملائی

گروگرو ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت مُہتر سیتیں ملی ۲۱۰۰ مکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کونلی کلی میں جھمکی جھمکار جوں پیوں تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی

طرا رکھے ہی سر پر سر تھے نشان کا صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی

گر جیا بلہار ہر یا جھینا اوڑی سکی اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

نا سِک کے پھل پہ پھلڑی مہ بند جیوں راکھے ٹیلا جیوں پر پھوٹی جوڑے ہے سانولی

دو سیاں بلاوے سیتی جنتیاں ہوں میں آسے اجھوں نہیں سمجھتی نن پن کی جا بلی

صدقے نبی تو یلی ناری سوں عیش کر
قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی ہے
جوبن چھپیاں اوپر نیلم بھنور مستی سوں الکی ہے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اس چونپ میٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے در پے

کری کسوت نوی چندنی سو ماوے او پر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھلکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھلکے
۲۱۱۰
پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق او بے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس ہت میں وارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطان و لے ہیں ان مدن سلطاں
کیتے دھاتاں بجاوں کد نپوچھے کن بجایا نے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جیتیا ہے ترطاسوں سو ملک ری

(۲۹۲)

گمت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
تمہاری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو
دھنا سِریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھرا بھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گرڑ اگڑ را لمس ال ہوں کا چیڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کوں نشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جنیتوں
سو سارنگ نینی سب نگ میں رنگاں سوں اَبھاتی ہے

سبھی راگاں کے کل بھل پار ربایا ہے سو ملہار را
جو گاوے رام گیری رام کر راوا ں جھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سُہاتے ہیں
۲۱۲۰ نبیؐ دولت غزل میرا شکر تمنے چکھاتی ہے

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے
پریاں حیران اس صورت گری تھے

اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے سے
حمایل جو سرہ جنجھم گری تھے

بخت اُس کے کہ پیاری لب سو پیوے مد — صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے
ہمن ہور اُس میں ہیں نن پن کے بھید لب — سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے
خماری پاس تجھ نو تاں سکھے تھکی — چمک مینا منے خوش دلبری تھے
لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل — پریاں حوراں میں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری تھے

(۲۹۴)

میری ہیری بھیریاں میں ہے سو ہیری — لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری
مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان — جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی
عشق سہنے میں دیکھیا ایک سہنا ۲۱۳۰ ساتو کہنیاں کہتے سننا میری کہنی
خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر — زلف پینگاں میں پینگاتا ہو مراجی

باس باساں سوں محبت گیسند میلی بہار چھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر کلی رنگ

قطب شہ سوں مل رہی مے اے نویلی

ق

(۲۹۵)

نزا حسن حساں میں بھایا دسے مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

جیو پیاری چھنداں سوں چند ناچتی (نظر آئے) پلک نال سیتی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے الجیا ہوں میں نین پینک میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سہے صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد گر جیا ہے تج گج سیتیں عشق متانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیر یا ہوں دل باغ میں انند پھول اس تھے کھلایا دسے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ۲۱۴۰ گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہی کو کنکھڑی
دریا عشق میں تیر کر باندے ہی اپ گلسری

باندھے ہے عشق کے کوپے سوان کھنٹوں میں دعویکا نیت
پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا بے بھڑاتی ہی نین
اپنی مین اس نپتھ لااوڑ یا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں
پیر برن شرطاں امیں تج منج منے ابے اباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کے رشتاب سوں
ساتو سُراں گا کر سکے آلا پتی آساوری

اس بیچناں کی ناؤ سوں منج نیند جاو نین تھے
کن وعاکس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری
عشق چو نپے سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کسنکی شیریں نا کر سکے کد — جوبن پیالہ سوں توں سہانی اہے ری
کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں — چنچل نادیں نادگا قی اہے ری ۲۱۵۰
عشق بھاوسوں تن سنگاری ہے سب توں — عشق چونپے سیتیں سُہاتی اہے ری
ہنوں نہ کے تج لگ کہ پیچے ہیں تن میں — بُجھاری جوبن سوں بلاتی اہے ری
اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری — نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں سیتیں آتی ہے بھاواں دکھاتی — نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے — اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی
توں جب روٹہ کر بول انکت بولتی — کہ سورایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم......

قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر جیو بناتی اہے ۲۱۶۰ سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں نھاوے ہو پیو نینہ دیکھتے چوری چوری سائیں بجھاتی اہے

گناں پر کھتی اور بول چوکھتی بھوری بہور چین جناتی اہے

لکھسے کیس سو نکھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موہت بھاوے کہ تل تل و اُس چھند پر واری جاوے

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاوے ۔۔۔ کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے

کسے نیہ لگاوے کسے مد پلاوے ۔۔۔ کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے

کسے اب چکھاوے کسے چھپ جھاوے ۔۔۔ کسے سیج مناوے کسے گزک دلاوے

کسے اب لکھاوے کسے تخت سر آوے ۔۔۔ کسے پک تباوے کسے چوب دکھاوے

کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے ۔۔۔ کسے بہہ دلاوے کسے پان ولاوے

نبیؐ واس کر آب کے تیں پوآوے

قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

تجے[1] کو کہ ہتا میں جام لی یے ۔۔۔ سلطانی جسم مدام کی یے

پانی کہ خضر حیات پایا ۔۔۔ مد گھر تھے تنک سو جام پی یے

---

[1] دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے، مگر اس میں صرف قافیہ ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کردیگئی ورنہ اشعار وہی ہیں۔

سرد ھاکہ جی مو کام راکھو | اے دھاکہ کا سوں نظام دی یُیے
میں و مدو عاقلاں تُس پے | مو یار نین کون سوں سی یُیے
باہر نوا ودھرتے ساقیانا | اس دور منے کو کام جھی یُیے
لوچن ترے شیو ہائے مستی | او وشٹ چنچل تھے وام لی یُیے
ذکرِ مکھ وزلف تج ہمن دل | یو حسن تھے صبح وشام جی یُیے
مو سینہ داغ درد دوکھوں | تج مکھ نمکی تمام دی یُیے

او چاہ تھڈی معانی کی جان

۲۱۸۰ تو حسن دو سو غلام کی سیُیے

(۳۰۲)

مے بیک مو سگات سونا شاد کرتہ ہے | وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے
راکھیا او ہاں امید کہ جانیا ہوا ے زمال (پیکر میرے) | لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے (وو)

عاشق تو جیو تی پگ تل اس کے و ذیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتے ہے

شوخی کے بہر منے ہوس ترل لی و مد — کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے

داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے

آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشقوں

اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آپچھے منگاون جونا آچھے — لورونوں توں اس پاس انگاون جونا آچھے

میرے تیرے میانی بھوئیں کے کا غداں ورد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جونا آچھے

جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پریتاں — ۲۱۹۰ یکجا نہیں پاتے کہ سراون جونا آچھے

دو دیدہ و دل پاک رکھیا آچھے تو آچھے — نرل ہو ہے وشت دکھاون جونا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نکر او یار آدم دکھ کا معانی

یاری کہ تپاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پُھل بِن رخِ یار خوش ندیسے — بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے و نا سرو اب سو حالت — بن ناو ہزار خوش ندیسے

مو یار شکر بنب و چنپا رنگ — بِن چُمن پیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل نہے توانا — بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر چیت سر کہ جگ کی عقل بندے ۲۲۰۰ بن چیتر نگار خوش ندیسے

چیت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوا خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے
جوبن کھل سائیں ہت دی ہر ہلا وے عشق کے کی ہے
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی،
جیا کے باغ میں بھاتی، پھلاں مکھ مکھ پہر کھلتے
گھلی ماروا اپن جیوسنگ برہ صحرا میں دیوا مکھ،
سو دیکھت نور جھلکا چکہ، ہنکھیر و مرگ سب جلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی مُند بھلے گا ہے
فلک سارے برس ما ہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

وسے جیوں بُر بڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا ازبک رُخن ویرے
لٹاں کھل مکھ اُپر کھیئے علم جھیلے سو ہُن دیئے
شرف جمشید کی جیئے ہوئے اُس عاشقاں حیرے
دو رخسارے ہے خوں والے نغرا نے متانو اگھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سونا ندے دل اُپر میرے
دو پتلیاں راؤ متاں تیری بندی اپ اپ کوں سری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نینہ کے گھوڑے چڑہتوں لے جو بنا کے گرڑ
مرصع جیغہ لاکر پڑنکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھے موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پو تھے سنگاری لگی دسے

بیلاٹ کے چمن میں ٹلا چپٹ دچوترا
موتیاں کے جل گون میں دُو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن ہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نینہ میں ثابت نہ پا نچل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج او پر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی
منج جیو میں حب سے سو پیاری لگی دسے

تو حسن قدرت سوں لکھیا بنکا دسے　　جگ حُسن پر تج نور جیوں تیکا دسے

مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں اچھا سدا　　تج کیس بادل تھے فلک بھیکا دسے

سب جو ہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب　　پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے

فِتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر　　دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی

قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چمن آدم نمن مج لاگ دوری ہے

رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل

لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھل باس مل رکھوال ہیں مج یاد، ری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معمہ نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من ہیں کی جب سکھ ہیں کہ جب دکھ میں کروں یاد ایں
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پیو اوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سے گل ملکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
۲۲۳۰ معانی کہہ محمد ہور علی کا دین نوری ہے

(۳۱۰)

میں مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی
اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا تمرا پلاتی

تجھ مد اثر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی
کیا گن بدل حکیماں کے ہت دواولاتی

جو بن کے طور اوپر مکھ نور تجھ دکھا کر
موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کتیں کھلا کر
شکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بھاتی

کنٹھال کنٹھ پاکر اچپل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بہلا کر ہت میں ہت لاتی

(۳۱۱)

مے لعل تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی
مجالس نے ہر رقاصی سوں توں پُر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں
رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی

لطافت میں ہے وَن دن بھی اس سو رہی قد سو لا
پیالا آس کا میرا سو بھر سمندر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

بجا نوں روز محشر کیوں اچھیگا خاب پرش منج ۲۲۰ کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلئے ہیں پھولاں منج مراد اں کے ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکیں کوں یک پل پیا کی کیمیائی وشٹ سوں مغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرناو سے منج دل کوں قلا ہے ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا نچاوے خیال تیرے کن رقم اس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے جوہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے   بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں لکھ او پر بلم سیتیں   عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن   خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

ملکِ دل میں وکھیا ہو ڈھونڈ کر کاماں سو تمام   کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے تمن ہات سیتیں   قدرت اُس ہات کا دِکھ جیو سو قربانے جائے

تنھ کے شہراں منے انگشت نما ہو سر تھے   چُپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

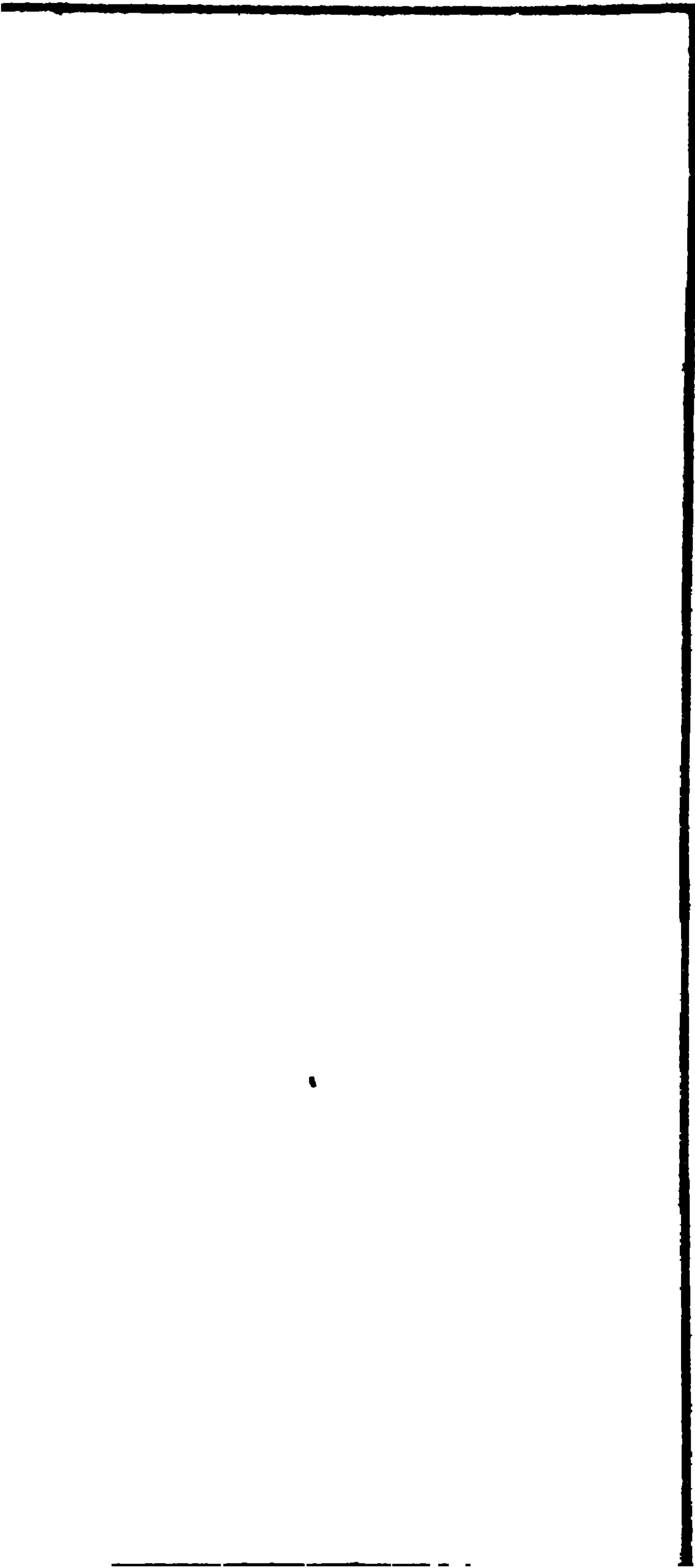
ہنجے پیو یاد تھے آسائش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی



دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

۵۔ بلغ محمد شاہی ۔ محمد ناوں تمے بتسا محمد کا ۔ بن سار از (ناقص الآخر) ج ۔ ۱۶ ۔ ۱۴

۶۔ عید نوروز ۔ کنس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا (ناقص الاول) ق ۔ ۱۱ ۔ ۱۷

۷۔ قصیدہ منقبت ۔ آج شہ میں چلیا شرق نگر تھے نشتا (ناقص الآخر) ج ۔ ۸ ۔ ۲۰

۸۔ نوروز ۔ پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز ۔ ق ۔ ۵۱ ۔ ۲۲

۹۔ بعثت نبی ۔ حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اس دن پائے ہیں ۔ (ناقص الآخر) ج ۔ ۲ ۔ ۲۳

۱۰۔ بسنت ۔ بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمانی ۔ ج ۔ ۱۵ ۔ ۳۴

۱۱۔ یا علی ۔ حید تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علی (ناقص الاول) ج ۔ ۴ ۔ ۳۷

۱۲۔ قصیدہ منقبت ۔ ڈبنے میں نرنے لگے بڑبڑے کئی لک ہزار (ناقص الطرفین) ج ۔ ۸ ۔ ۳۸

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

دیوان ۔ صفحہ

۱۔ مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ ج ۔ ۴۳

۲۔ جنت وسقر قسم کرہنار علی ″ ″

۳۔ میرے سو گنہ گانٹھ کھولن ہار علی ″ ″

۴ - [illegible] بام تجھے	ج	-	۴۳
۵ - اپ [illegible] ت سوا [illegible] پیتہ کہ میں جام منگوں	"	-	"
۶ - کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ	"	-	"
۷ - نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے ۔	"	-	"
۸ - کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات ۔	"	-	"
۹ - اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتیا نیاز ۔	"	-	۴۵
۱۰ - خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں ۔	"	-	"
۱۱ - احمد علی کے رتبے تجھے نج ہے جو خبر ۔	"	-	"
۱۲ - تیرا شرف اور اک میں نہیں ٹاک آیا ۔	"	-	"
۱۳ - جیتا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے ۔	"	-	۴۶
۱۴ - جس ٹھار [illegible] اتل پھرے دور پہ دور ۔	"	-	"
۱۵ - ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر ۔	"	-	"
۱۶ - کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں ۔	"	-	"
۱۷ - کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام ۔	"	-	۴۷
۱۸ - مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے	"	-	"

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

قَصَائدُ

عیدِ نوروز و روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روز ید سلطاں عید کا
سکھ کاروں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روز ید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں نشکر ہور لیایے تاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اِس مہینے میں پچھل
خورشید ناداں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

اِس عید اچھنے تھے سگل عیداں حباباں میں رَتن
حلقہ غلامیں کان باپکڑے ہیں گلداں عید کا

شیراں و خرمے سوں کیسے مہماں نبی کئے ہیں خدا
عیداں کے بھاراں میں نہتے حلال اور افشاں عید کا

روز ید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دُکاں عید کا

تج عشق کا انت کوئی ناپایا ہے دنیا دیں منے
پایا سو اُن لیکر گیا آتاں بہ ھا ستان عید کا

روز ید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہے جیو خواہاں عید کا

دکھ پھول کھند لے گئے انکے ر اے بھار ا بھار تھی
آلاتی ہیں کو ملاں ستی سوں الحاں عید کا

روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا — سب ہی دناں میں دیتا ہے وحسن نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا

برسات و مہ آنند کا تماہوئیں منج رو دکھا ہر سے — دل کے چمن میں طرح ست بس لاوے ریحاں عید کا

درخت میرے — ڈال بھلا اور

میں

نوروز ہور روز عید صیغہ بھائی پن کا ال کہے — دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائی ہیں خوشیاں عید کا

اور — اور لائے

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں — منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں — مجھے

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں — انبر کیا روشن سورج چندر رہا لال عید کا

آسمان چاند

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہی تیری بخشش کے انگے — گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

مقابل — خزانے

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا — منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

تیرا سے دلایا — میرے

بے منت انپڑیا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تیں — دایم اچھو اپنی نکر منج عیداں تے عیداں عید کا

ہنسے

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے — ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیو تے جگ جیو سب — برکت نبیؐ اس نیر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

تیرے جیتے — پانی کو

تج عدل تھی یوں کانپتا عالم تو پن تھے پات جیوں — آنند خوشی سوں راج کر ہور جیت ڈاواں عید کا

تیرے سے ہوا سے پتہ جس طرح — سے

آنند کے منہ تھی کھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا بانے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج وشٹ کی تاثیر تھے مردے سو ہیر یا تھی جی اٹھے
کانٹے سو کیا پڑ یو معطر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا

نیہہ کا نرنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میر شاہ ہم
پیریت کنے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا

چابک سواراں لئے دکھیاں ہے چابکی کس میں نئیں
کھیلے بھوت ڈاواں الکہ سوں لیکہ چوگاں عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر سکوں سواراں میں گنن
تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں ہم لالاں عید کا

دیر ادیے میں گنج کے چھند انسوں کو وفا پر
موتی کے جالے سایہ بان جڑیا ہے خاناں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چیندا بڑاں دیکھیت گلال
گلال سے گلالاں سیتیں مد دیو منج واں عید کا

دھن دیکھ نا لیوں کدھیں مے میں گلالاں پاس تھے
لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے
جوبن کے مد خانیاں سیتیں باندیا ہو سرطاں عید کا
اور کی اور شراب خانوں سے باندھا

ن۔ مسی۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھی ناڈر کے میں — بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اناب چھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو حسن خرچیا ہوں اس وصف بدل — باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے داس پن تھی قطب شہ کر عیش نت — موتیاں کی سہریا چڑکہ کر توں دشت ایواں عید کا

جکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اس — دندیاں کے دل ہور جیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علی صفدر کے زوراں تھے سدا — دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں — مار و رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دند میں
جے پیوتا ہوں شوق تھے نت آپ جیواں عید کا

(قا۔ ج)



۲

عید قرباں

تیغ ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جہاں عید کا　　اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

تیرے　سے　　خوشبو　سے

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے　　تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

سے

رُت بسنت تھے پھول کھلیئے ہیں سرا سر نور کے　　تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

رُت　سے　　بے بہا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف　　طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

کی طرح

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھڑگ جھلکار تج　　عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

اور

کلہ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ　　ہر طرف منج نین میں دستا ہے احساں عید کا

نظر آتا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے　　کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

کبھی　یہ

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کہے تا ہیں　　قصہ خواں کیوں پڑسکیں سو قصہ پایاں عید کا

میری　لیے

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جیت بزم تھے　　اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

سے　اور　　اور

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھے تت شادی خوشی — تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا
(اور) (سے)

شادی ہور خوشیاں تجھے دایم سوا زانی اچھو — تج بلادو تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا
(اور)

عید کا ہز ناؤں جگ میں عید تجہ مکھ تھے اہے — اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاں عید کا
(سے)

سب خوشیاں عشرت نمن مجلس میں باندھے ہیں کمر — اے سلیماں کئے نمن تم دیو قرباں عید کا
(تمہاری) (طرح)

عید اگر عیدی کا دیوے ان سکوں کیا عجب — تیری مجلس تھے اکھایا ہے سو دکّاں عید کا
(سے)

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا — کاں دسیگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا
(اور) (سے) (کہاں نظر آئے گا)

تج محمد ناؤں تھے سہنا ہے تاج احمدی — وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا
(تجھے) (سے)

بخت و دولت تخت چو چھپر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی تھے رات دن گرجے سوایواں عید کا
(سے)

روشنی پایا ہو میں یعقوب نمنے وصل تھے — تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا
(سے)

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے

نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا — ق
(نہیں)

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا
مکھ کی پھولی تھے پھول کھلیا او پھول آج دھن عید کا

قطب تارا کھینچتا آہن ربا کوں آپ دھیر
سب ہی تاریاں نیں او سے دستا ہے ٹرن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دھرتا ہے ہوس
او انندان ہے جگت میں شمع روشن عید کا

نین و نبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رنقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حورِ جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم مجکوں را اندن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکاریں دکھلائے جھلکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے یک شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او شہ پر یک نظر
آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیو ہما منے رکھیں ہیں چھانوں ہما پریں
اس تھے پایا ہوں ٹرائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عید ہے لا و شاہ منجکوں پیار سوں
جیو چپو من طفلاں کوں دیو منجکوں چپو من عید کا

عید تھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو
ہے خوشی تن پن منے سو لک ر جھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آو رقیباں کوں پسند
او سپند جالے او پر تہتا ہے ابرہن عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑا و پار یں پڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں وطن عید کا

جے اکبر دینداراں کرے او پر واجب اہی
میں آج او ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں او پر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہوے گلشن عید کا

ہے محمد ناؤں تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دوار پر گرجیں سو گرجن عید کا

(ق)



۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا — صدا صلوٰة بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہے بہوت اُس دیس ہمکوں عید میں سارے — سعادت میں سعادت ہے سعادت اُس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی — لکھیں بخشش کا خط اُس کی پیشانی پر جلی کا

سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب — سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت کڑبڑی کا

نبیؐ مولود ہے دیباچہ سب مولود میانے — سو ہے نوروز عیداں میں انند یے سروری کا

ازل تھی عید کیا خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن — ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں — محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبی کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ میں — سدا جبریل لیایا تا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور — کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکراجی کا

اشامت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے — نو بو سا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج دھاڑے ہیں ہمن دل پر انند سوں — کہ چھپن چھپن جگ میں معجزہ دیتا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو — کہ ہے بارا اماماں ناؤں سدا سکندری کا
(ان سے)

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے — ہمارے مصطفےٰ منگیں شفاعت امتی کا
(مانگے — اپنے لئے)

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلوٰۃ — کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا ہنج رات دن جم جم خوشیاں کر — کہ بجتا ہے دمامہ دو جہاں میں حیدری کا

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی — علیؑ صدقے کئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا
(سے)

پریاں حوراں سید چند ناچتیاں ہیں عرش اوپر — اکھٹے تال و ھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں — الاپیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچمی کا
(اور — بادل)

فلک سا تو بند ھے آئیں ستارے چاند سورج — وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا
(ساتوں — وہ)

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر — زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا
(سے)

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے — ہوا مولود و صفاتے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھے سدا ئیں — کرو تم حاتمی تا نانوں جا دے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں — علی کا نانوں منج سرتاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید — کہ منج ذرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

پیمبر نانو و منج تن پر سلح سنجو دائم — . . . .

خوارج مصطفےٰ کے غصے تھے ڈر جیو میں تیں — . . . .

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نا ڈر — قصّی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے

کرو غم تھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

محمدؐ نانوں تھے بستا محمدؐ کا اے بن سارا
نام سے محمد قلی بہ
سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا
سے زیب دیتا مانند

دِسے فانوس کے درمیان تھے جیوں جوت دیوے کا
نظر آئے سے روشنی چراغ
سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا
سے میووں جسم

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں
ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے مینج باغ کے غنچے
سے دیکھ کر میرے
سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جاگ ملگن سارا
سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہاتا تھا محمد پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا — مانند — آنکھ

دسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں نس کے

نظر آئے — ناک

بھنور تل دیکھ اُس جا کا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے دا کھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

سنبلہ — انگور

سُہے اُس دا کھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے — آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکتے نمن سارا

زیب دیتے ہیں — مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں — گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں — اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں
ہور اس کے متاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

دِسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم

مانند

نظر لاگے نہ تیوں میو یاں کوں راکھیا ہی جتن سارا

لگے رکھا

صنعت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی

بھی کھولا

دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

حسینوں مانند

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں

اپنے

سو تس آواز سُن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

سُن کر

دکھت مکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں

دیکھ کر درخت ہوتا پتے

سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا ادھر جلاب کا پیالا

ہونٹ لعاب

یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے

اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں

سے

منتا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

٦

عیدِ نوروز

کہ بس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا

میرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹا او سب جفا دیتا

وہ جلد

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت نت
شب برات اور
اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا
کی تجھے
ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے
میں ہرے
عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا
اور
خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم
غم کو
اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا
دن
دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے
سے
کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت روا دیتا
نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے
خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا
نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں　پرودکر

دو تن کے نین ہور دل میں ای باتاں سب ریا دیتا

رقیب　آنکھ　اور

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے

سے

اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)



۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شہِ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی آچا او شہِ عالی جناب
اُٹھا دو
باندھ خنجر کرن کی زریں فرنگ ہات لے
باندھکر تلوار ہات میں لیکر ۱۳۰
صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب
آیا پی کے
چڑک فلکِ فیلِ مست مستی سوں مکھ لال کر
چڑھکر
گرم ہو چلنے لگیا دن لے کٹک بے حساب
فوج
سو ہے غلط یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن
یہ قضیہ تو
فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر سے تھے لے فوج

سنکر چلا سے

تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے شکناب

جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے یاب

تم رات بادشاہ

میں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ

دونوں اور

دھرتی تمیں دونوں جادونوں کوں سر پر تج آب

زمیں

دن کوں سورج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے تاب

سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا جی، سور کوں کیستا ذہاب

کرتا سورج

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز
سے
سورج آ وو حمل یا نہ عیاں ہم عید وہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید وہم نوروز
لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
بجھے
اَدِکھ سکھ تھے کریں تارے قِراں ہم عید وہم نوروز
سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم وعشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید وہم نوروز

اتم طرحانسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چنداں کوں
طرح سے
کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں
دلاؤ و پان پٹیاں باندے سوں ہم عید و ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت
سے اور
خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز

دے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت
اور
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر
سے
تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرمائے سے
او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز
وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں

تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونب کا پکڑا

دسے ہنچ نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نیلیاں سیتی ۱۵۰

او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
شرمندہ وہ

محمد ہور علی کا ہے محمد قطب شہ دا سا
اور غلام

کریں سیوا اوسے چوپھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں

نزاکت تھے کٹکتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاؤں سم

سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
پہنی

سُہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
درختوں

جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گُندائے پھول ہاراں میں خطائی ہور اسلیمی
اور
پھولائے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر او پر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے
سے
پری چین بائے حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے
نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی
نگار اس کا نگارستان جیاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
سے
اوسی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز ۱۶۰
اس وجہ سے پتلیاں

جوبن کاں تھے پگلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے — سے
میٹھائی مصر بھری مصریاں ہم عید وہم نوروز

نوا نوروز نوساقی نوا عشرت نویلی سوں
نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید وہم نوروز

اچھوار زانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سے — اور — یہ
سپند یا و دو تن کے کھنجناں ہم عید وہم نوروز
ڈالو

محمد کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا
سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید وہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید وہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں یو جتے تق تھے
سے
سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید وہم نوروز
لینے
خوشیاں آئے محمل دور تھے منج گھر انداں سول
سے
یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید وہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج
سے
خدایا او ورنگ رکھ میری راں ہم عید وہم نوروز
وہ
جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے
اور
سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید وہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید وہم نوروز

اچھوں دن نت مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے ور

بجاؤ گاؤ وسب دن گاؤنا اں ہم عید وہم نوروز
گا

سہیلا دوستاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا

خبر لیایا خوشیاں کا یوز ناں ہم عید وہم نوروز
یہ

خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر

تو منج دربار پر گرجیں گجب اں ہم عید وہم نوروز
مجھے باتھی

پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
سے اور تیری

دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز

تمارے وصف کہنے تجھے ہوا منج شعر نورانی
سے

او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز
ان

ہوا اسے تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھرسے — پتلی

رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید و ہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید و ہم نوروز

دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید و ہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے

سچی ہے چیر زر جھل متاریاں ہم عید و ہم نوروز

پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سورجوتی کا

دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عید و ہم نوروز

چھبیلی سروقد ناری کوں لاگے نار جھل جوڑا

سورنگ دانے اوپر بھند حسن لٹاں ہم عید و ہم نوروز
خوش رنگ

مسکتی، ہنستی، ہنسلی سچلی ہنس کی چال چلتی او
چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
سے
تمن دُھپ بن چھکے ہیں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری پہیکے
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
اور
کروں تا خدمتِ صاحب زماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
اور کے لئے
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز

میرے
دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز
اور

(ق)



۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں
جبرئیل کھن تھے مصطفےٰ کن وحی لے کر آئے ہیں
آسمان سے   کے پاس
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو
قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
سے   بادل

(صفحات غائب ہیں)   (ج)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی
(کھلا)
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
(سے)
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
(نئی)

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
(سب) (لگے) (مانند)
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اُس مد تھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
(سے)

جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نادسوں ہے میگھ نیسانی
(وہ) (آواز کے ساتھ)

پلا ساقی سرا سر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے سب مجھے
عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
اُن
لئے
پنچھل پھُل کے عرق میانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سُلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل

بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پھُل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تاسے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی

پھولوں کا
سورج کرناں کی چرکیاں ہات میں لے چھڑے یک چت سوں

ہیلیاں لیا اچھو مینج کوں سدا لے کھیل ارزانی

یہ
نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر

اور
کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اُن
سے
اگر ہوئے سمرقندی بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ پایا ہے شعر خاقانی

(ق)

یا علیؑ

ناقص الاول

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں
حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھایا
بنیش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

کرتے ہیں جیواں پیار سے تم پر تھے رضواں آرتی
زہرا سوں نس دن وارتے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ (۶)

۱۲
ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے
چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُنتے کی زورق ڈبیا
(ڈوبی)
ڈبنے میں ترے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار
(سونے)

غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
(کنوئیں)
جگ سبھیں یعقوب کے نین تمن اندکار
(چاہ — آسمان — سورج)

آگ براہسیم کا بجک ہوا پھول بن
(مانند)
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھندکار
(بجھ کر)

چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
(دھوئیں)
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار
(چاند)

چرخ کے خُم خانے ہیں سورپیا جبا نوند

آفتاب

مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند تارے پتنگ کے نمن

اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار

سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند بھو یارا نمن تارے بُند ال نیر سار

پانی کی طرح بوند فوارہ

کھن کے مدر سے کتنے چاند مدرس کنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے نار



رُباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
(سے)
اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
(سے)
گر پیاسا محبت کا اہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
(اُس — سے)

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
(تقسیم کرنیوالا)
مشکل کے سو گانٹھاں کوں کھولنہار علیؑ
کو لک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
(کب تک — یہ — کی طرح)
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
(توڑنیوالا)

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
(کی گرہ)
ہر مشکلاں میں ہی مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے
(جگہ — اپنے — سے)
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
(مجھے)

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے مد جام منجے
(کے ہاتھ سے — مجھے — حاصل ہوا)
متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
(متوالا کہکر — اسی لئے)
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیان سوں منج
(مجھکو)
ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پیتھ کہ میں جام منگوں / اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں
آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا / میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

اپنے مانگوں سے سے سے

۶

کہتی کہ تری ہوں گی قوار اندیشہ / دل اپنا خوش کرو بسار اندیشہ
دل کوں کہاں ہے دل ہے کہاں صبر اوسے / یک بُند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

بوند اور

۷

نایات او محبوب سندر کا کہے جائے / ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے
جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر / اس سات بچن عشق اچھر کا کہے جائے

شُ اس جو اپنے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات / کہیا کہ تیری لب دا کہی حُب نبات
کہیا کہ بچن تیری کہی قطب کی بات / اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

کہا کہا

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز
زلف
کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
کبھی زلف
ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں
انصاف ہر ایکس کا دیو نہار سو توں
منج گرچہ چھوٹا ک نیں ہے گنہ تھے سب تے
یں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر
کر فہم سینی صرف شہادت پہ نظر
سے
اللہ محمد علیؑ برحق اہیں
نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سنچر
ان میں

۱۲

تیرا شرف اور اک ہیں تیں ٹاک آیا
جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحف پاک آیا
لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآں دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب جاں دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیین میں توں — دل نین سوں تا ضیع رحماں دیکھے
کی انکھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور — اس ٹھار مے من کوں نبھاوے کچ اور
جگہ
جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے — ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور
جو — اور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مد سوں یاراں حاضر — پھولاں کے من سارے ہیں یاراں حاضر
مانند
اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے — توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر
اور

۱۶

کہتے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں — افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں
رہے — گھنے
گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں — او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں
اور — وہ

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ پد ہو زل میں جام — اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
مد کے مدسے لبا دو جو صفا تیں میں تمام — یاک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

اور

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے — خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منجے
خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بند نگین سلیمانی منجے

جگہ — بوند

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کار رنگ دیکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کا نٹیاں سوں نیں فائدہ کچ — دھن یگ تئیں آبا سں تعوں پاتا اے پھول

جب رہے نہیں

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل ہو دیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا — ہور سور ترے چھانو تھے تج خانہ رہیا

تیرے سے — سے اور

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی ہنر ہور منی
اور
اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے
اپ خیال منے آتوں اگر ہے چوگنی
اپنے میں

۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینے اوپر
مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
نظر آئے
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا
سے
جوں موتی پچھل دستا ہے پانی بھتر

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش
مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کنیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز
دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

ہیں علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال
ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
اور
دشمن علیؑ کے کہرباجوں پیلے ہوے
کی طرح
حُبِ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
سے

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اس چھوری سوں کہہ
پھل جائے نمن وو بات اس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

وہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاد اتن سحر کا تج نیناں میں
تیری آنکھیں
گوش پارے جو کاناں متے پینی ہے توں
قطبا کی تجھل موتی رتن بیناں میں
کانوں میں پہنچی

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور یہ جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور
جنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیوں ماہ دیکھو پکڑے ہیں سورج کوں بیچ ماہ دیکھو
میں سورج
مریخ اسد پنجے میں دیکھن منگے کوئی شہ ہات میں خنجر سو وندے کاہ دیکھو
دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیون بریں اچھو منج ہونٹ میں تج ہونٹ لب جو دھن گھر میں اچھو
گر اچھو
دھن دھن سجن جو میلے توانند ہوئے انت تج عشق موتن میں جل سکا زر میں اچھو
میرے دل سکہ

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
تیرے کی طرح
زر دور کرے ہجر ملاوے دلبر رحمت ہی خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی
منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں یک تل جو نہ دیکھیں تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق، ہیپا پایا ہے　　اور رمز کرا شوق پیپا پایا ہے
کا　دل　　　اس
تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک　　جو جانتا ہے سو او جیپا پایا ہے
وہ　زندگی

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ　　پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عیش جو توں کرنے منگے دھن سنگات　　جیو تن میں اچھے لگوں توں مونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات　　نیناں کی دو یوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
بوسیاں دو یو وکر کہہ کے یہ ہے آس کرے ہے　　لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وو نبات
اسکو

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکجت سوں اول　　ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اور
اس تھے سو محمدؐ علیؑ کوں ایک جان　　ان دو نوکوں میں ہے دو جہا میانے بدل
ل
میں

۳۷

نج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا نہیں وجا کہیں کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح جے تھے اہیں تج جیو جیون تھوا ساج
متا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح

۳۹

لال ادھر لال لا آ دھار کرو و وا دھر لا ادھر آ دھار کرو
مکھ گلال..... ادھر کمل لال کرو ادھر او دھر ملا آ ہار کرو



۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کو منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	نج ایسی	سہیلی	چھبیلی
نج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصنا



مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم پھر کر
زمیں ہور آسماں میا نے بھریا سر تھے الم پھر کر

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کچ دل میں دکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم پھر کر

اماماں تیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کو ٹلے نمنے پنم پھر کر

مسلماناں ندیاں سارے بھرا اپنے انجھواں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم پھر کر

محرم کا نہ لیوو ناؤں کدتم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اچایا ہے علم پھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدیں جنت منے یک تل
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم پھر کر

(ناقص آلاخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں
تجہ تیئے

او دھولالی کا رنگ ساتو گگن اپر ال چھایا ہے
اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اونن اوپر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر پلایا ہے
سے
اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومیِ کافر
سے
ہوئے بے قول تو اُن تیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لئے
کئے ہیں موموناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا
سے
سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
سے
خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سہایا ہے
کان
مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو
کہ جیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے
سے
دشمن
جدھر
سورج جلتا ہے سارے مانیاں کے آہ تھے سب دن
چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر
سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے
کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے
ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درد اتے ہے ہور کچا جلت
اور اور
اوسی تھے دوجہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے
اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیا ہے واہ پیا سے کر رویں مل کر
اسی دکھ درد تھے انجھو گلا اُن کا ٹکایا ہے
سے آنسو

اسے جیو نا جانئوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلنا کر
پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے ہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت
شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمانا ں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب
سے

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے طو رو دیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے طو بُنداں تھے آگ سب بُج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
بن کہیں
فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی نیٹے غم انجھو سٹے
ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے
مصطفٰے کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سُکھائے
مصطفٰے ہور مرتضٰے ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور
نیل کپڑے پینیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے
دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
اور سے
جیوں نبیاں میں مصطفٰے ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح
کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیر
اگر
باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بُند پیو تم چپ رہو
بوند
میرے بعد از پیا ِسا میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو
کرتے
یہ
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری واوائے
کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری والے وائے
کے رویں جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری والے وائے
سے ایک

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے
مکہ (خانۂ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری والے وائے
بھی سے

لوح، ہور قلم، کرسی، عرش، قدسیاں، ملک، غلماں سب
اور

بجلیاں بدل اٹراو تے ہیں رات ساری والے وائے
بادل جلاتے ہیں

اسمان چھج جیا لا ہوا سورج اگن والا ہوا
چھجا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری والے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدراں

پرند گرا دئے سمندر

چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے ڈالیں مٹی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل جیناد کھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں دالے چریں نا پنکھیاں

تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دوکاں

دو جگ خراباں ہو رہے جیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے

کی

کھن پر فرشتے کھلبلے سٹ اختیاری وائے وائے

حضرتِ نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پوتاں کاندھے نبیؐ کر انٹیاں

اونٹ (موہٹ) پوت

تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کے اونٹاں ہمنے پکارے اس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ ہتنکوں سناں کر دوی باری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہوئیں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

دکھو بات کو توجیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
کہی کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے سد کی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی



سنو ایک دو بات صاحب ہماری ‏ سہیلیاں چھپتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کیتے من میں با تما ‏ کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
نس کے ‏ ٹپکتا ‏ سے

نین چت سوں لکھی ہوں میں پنچھو تمارا　　تمن بن منجے کیوں کٹے رات ساری

کہو صاحب آپے نوں ہے کس کی نشانی　　کٹنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری

انن سات تل بل کے منج کوں پیارے　　تمن قول ہیں سرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس مت او بھداو　　مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری

نبی صدقے بچاری کوں یوں نہ مارو

اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری　　(ق)

(۲)

پیا میں ہوں سیوے کی بندی تماری　　رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی　　اُسی تھے لگی ہے تماری خماری

میں الجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے　　اُسی تھے وو تن نم لگاتی ہے جھاڑی

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سبتیں میں　　امنگ رنگ کھیلاں سوں اس میں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرطاں سوں آکر کھڑی ہو ل — منجے دیکھ کر بہوں میں ناگا نٹھ یاری
ڈال ہے
مرے نازیں مہندی ہت میں نگارے — سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری
ہاتھ — میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں
تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)
تم سے

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری — تو آساں سیتیں پچھوں میں نیتھ بھاری
میں — تیری امید میں
تمے پیرم کی سیج کما بھور آئی — مو تم یاد کی لاگی نیتاں خماری
مجھے تمہاری
سوڈھل پاک کھنجناں اوچتی — اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
یہ
چوڑی جین اب ہوی میں تو تمے برگٹ — تمن کوں کون روک راکھی کنواری
تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں
نکو جی کی جین چھند بندسوں سنواری (ق)

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں توپہ واری
میں — میں

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی — کہ نکھ چین چن چین باندھی ہے ساری
سے

پرم پیار سوں آنی ہوں تو کے در پر — کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
اپنی — کس طرح

موسر بھیر نہ رکھ سار و دتی کا ہت — کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاری
چغلی

پیئے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
(رمیتی ؟)
کہ تم ہم کوں کیا بو جھتی او گنواری (ق)

مثنوی

(ناکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کلف کھل کی تیں — نامِ خدا فرح ہے دل کھل کی تیں

کے پھول

حکم اسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نور خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اچھے وو اچھیگا سدا

رہے وہ رہیگا

